بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الفیوض النبویه
فی
الفتاویٰ الیار علویه

مسمّٰی به

فتاویٰ یار علویہ

تصنیف

مفتی منظور احمد یار علویؔ

(صدر شعبۂ افتاء دار العلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی)

المتوطن

مقام سکھوئیا، پوسٹ مڑلا نانکار، ضلع سدھارتھ نگر یوپی، انڈیا

نام کتاب	:	الفیوض النبویہ فی الفتاوی الیارعلویہ (فتاویٰ یارعلویہ)
مصنف	:	مفتی منظور احمد یار علویؔ۔9869391389
نظر ثانی	:	حضرت علامہ قاری خلق اللہ خلیق فیضی صاحب قبلہ
کمپوزنگ	:	محمد ارشاد احمد مصباحی ممبئی۔9833844851
پروف ریڈنگ	:	حضرت مولانا سراج احمد صاحب کھریاوی
دار الاشاعت	:	دار العلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری
سال اشاعت	:	جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ- مارچ ۲۰۱۶ء
صفحات	:	۲۸۵

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ قادریہ دار العلوم اہل سنت برکاتیہ قرطبہ مسجد گلشن نگر، جوگیشوری، ممبئی

(۲) مکتبہ نوریہ دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف، یوپی

(۳) درگاہ مسجد سید شکر اللہ شاہ بابا یاری روڈ، ورسوا، اندھیری (ویسٹ) ممبئی

(۴) کتب خانہ امجدیہ ۴۲۵ رمٹیا محل، جامع مسجد، دہلی

فهرست مضامین

حالات مصنف ایک نظر میں

اسم مصنف :	منظور احمد یار علوی
ولدیت :	حبیب اللہ ابن الٰہی بخش
تاریخ پیدائش :	۲۹؍شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۱؍اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز دوشنبہ (تخمیناً)
جائے پیدائش :	مقام سکھوئیا، پوسٹ مڑلا نانکار، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی
جائے سکونت :	فلیٹ نمبر۔۳۰۱؍تلجو بائی سدن (اولڈ) رینو کا نواس، بوندیر روڈ، تیرے گلی، ورسوا، اندھیری ممبئی
موبائل نمبر :	09819402761 | 09869391389
حج وزیارت :	از ممبئی: ۱۶؍فروری ۲۰۰۲ء بروز سنیچر ۲؍بجے مکہ شریف اور ۱۵؍مارچ ۲۰۰۲ء بروز جمعہ مبارکہ ۱۱؍بجے مرکز ایماں مدینہ شریف
سفر شام وعراق :	از ممبئی: بغداد معلیٰ، نجف اشرف، کربلا، کوفہ، دمشق، الرقہ، حمص، سامرہ، حلب
بیعت وارادت :	مظہر شعیب الاولیاء حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی محمد صدیق احمد صاحب قبلہ علوی سجادہ نشین خانقاہ یار علویہ براؤں شریف یوپی
اجازت درس حدیث:	از: شہزادۂ شعیب الاولیاء حضرت علامہ غلام عبدالقادر علوی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف
خلافت واجازت :	از استاذ العلماء سند الفقہاء حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی شعبان علی نعیمی حبابی علیہ رحمۃ الباری
اسناد :	منشی، مولوی، عالم، کامل (الہ آباد بورڈ یوپی)
مادران علمی:	☆ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف، سدھارتھ نگر یوپی ☆ دارالعلوم فیضان الرسول شیوہروا، سدھارتھ نگر یوپی ☆ سنی دارالعلوم محمدیہ مینارہ مسجد، محمد علی روڈ، ممبئی

قابل ذکر اساتذۂ کرام

☆ حضرت علامہ سید حامد اشرف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

☆ فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

☆ حضرت علامہ حکیم محمد نعیم الدین صاحب قبلہ صدیقی علیہ الرحمہ

☆ حضرت علامہ محمد یونس صاحب قبلہ نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ

☆ حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمہ

☆ حضرت علامہ سید انجم عثمانی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ☆ حضرت علامہ شہاب الدین صاحب

☆ حضرت علامہ جمال احمد صاحب ☆ حضرت علامہ محمد اسماعیل علوی الہاشمی صاحب

☆ حضرت علامہ غلام عبد القادر چشتی صاحب ☆ حضرت علامہ توکل حسین حشمتی صاحب

☆ حضرت علامہ قاری خلق اللہ خلیق فیضی صاحب ☆ حضرت علامہ ظہیر الدین صاحب

☆ حضرت علامہ محمد حنیف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ☆ حضرت علامہ وکیل احمد صاحب قبلہ

☆ حضرت علامہ مفتی محمود اختر صاحب ☆ حضرت علامہ نیاز احمد صاحب

اساتذہ درجۂ تحتانیہ

☆ حضرت مولانا منظور احمد صاحب ☆ حضرت مولانا محمد اکرام صاحب

☆ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب ☆ حضرت مولانا تصور حسین صاحب

تدریس گاہ

دار العلوم اہلسنت برکاتیہ

گلشن نگر، آر۔ایم روڈ، اوشیورہ، جوگیشوری (ویسٹ)، ممبئی۔۱۰۲

عرض حال

راقم الحروف کی پیدائش ۲۹؍ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۱؍اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز دوشنبہ (تخمیناً) مقام سیکھوئیا، پوسٹ مڑلا نانکار، ضلع سدھارتھ نگر یوپی، انڈیا میں ہوئی۔ ایام طفولیت مادر مہربان مرحومہ حجیانی بشیرہ خاتون رحمہا اللہ تعالیٰ کے آغوش تربیت وآنچل تلے گزرے جو کسی سحاب رحمت سے کم نہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ہمارے گاؤں بلکہ نواح میں تعلیم وتربیت کیلئے کوئی مدرسہ یا مکتب بالکلیہ موجود نہ تھا۔ ہزاروں، لاکھوں بلکہ کڑوڑوں رحمتیں، برکتیں، عظمتیں نثار والدین کریمین کی قبر انور پر جنھوں نے علم دین کے حصول کے لئے اس فقیر کا انتخاب کیا اور مشفق ومہربان نابغۂ روزگار اساتذۂ کرام کی باعظمت بارگاہوں میں پیش فرمایا۔ اور ممنون ومشکور ہوں میں اپنے ان دو بڑے بھائیوں یعنی عالی جناب یار محمد ومحمد یٰسین صاحبان کا جو دور طالب علمی میں مجھے اپنی گاڑھی کمائی سے خرچ دیتے رہے۔

چنانچہ ہمارے یہاں سے متصل ایک موضع بڑھیا ہے۔ وہاں پر میرے ہی ہمنام حضرت مولانا منظور احمد صاحب قبلہ اپنے ہی گھر میں گاؤں کے بچوں کو جمع کر کے ناظرے کی ابتدائی تعلیم دیا کرتے تھے، مجھے بھی انھیں کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس طرح بسم اللہ خوانی کے بعد باقاعدہ، قاعدہ بغدادی ہاتھوں میں میسر آیا۔ کچھ دنوں بعد وہ بھی بند ہو گیا۔ پھر مختلف مقامات پر مختلف افراد کے گھروں، میدان وباغات میں یا پھر تالاب کے کنارے جہاں کہیں بھی سراغ ملتا وہاں پہونچ کر جیسے تیسے ناظرہ کی تعلیم کا سلسلہ چلتا رہا اور کسی طرح یہ مرحلہ مکمل ہوا۔

ممنون ومشکور ہوں حضرت والا تبار لائق صد احترام سیدی راحت حسین عرف پڑھاؤ میاں قبلہ علیہ الرحمہ کا جنھوں نے اس فقیر کی رہنمائی فرماتے ہوئے مدرسہ سنت العلوم موضع کلواری میں داخلہ کروایا اور کچھ دنوں کے بعد دارالعلوم فیضان الرسول شیوہروا لے گئے۔ اس طرح اعدادیہ کی ابتدائی تعلیم کا دور بھی مکمل ہوا۔ بعدہٗ دنیائے سنیت کی بہت ہی مشہور اور عظیم ترین دینی درسگاہ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں داخلہ کروا کر معراج زندگی عطا کرتے ہوئے ایسا عظیم احسان فرمایا جس کا بدلہ میں اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم پہ چھوڑتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ اُنہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے آمین اور ۱۹۸۵ء سے لیکر ۱۹۹۰ء تک اسی دسترخوان علم وفضل کا خوشہ چین رہا۔ اور اساتذۂ فیض الرسول براؤں

شریف سے اکتساب فیض کرتا رہا، بالخصوص شہزادۂ شعیب الاولیاء حضرت علامہ الحاج غلام عبدالقادر صاحب قبلہ علوی کی خدمت ومعیت میں رہ کران کی ذات مقدس سے بھرپور علمی وادبی استفادہ کیا۔

اوردوران طالب علمی ہی میں مجاہد سنیت، واقف رموز شریعت، امام ارباب طریقت، زبدۃ الاصفیاء، رئیس الاتقیاء، رشک صوفیاء، مخزن لطف وعطا، صاحب صدق وصفا آقائی ومولائی سیدی وسندی حضور

الشاہ صوفی محمد صدیق احمد صاحب قبلہ علوی علیہ الرحمۃ والرضوان

المعروف **مظہر شعیب الاولیاء**

(سابق سجادہ نشین خانقاہ یار علویہ وناظم اعلیٰ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر یوپی) کے زہد وورع سے متاثر ہوکرانہیں کا دست گرفتہ ہوگیا۔

ع نازم بعمرے خویشت کہ کارے کردم

۱۹۹۰ء کے آخر میں دارالعلوم محمدیہ ممبئی میں دورۂ حدیث اور ختم بخاری شریف کا شرف لازوال حضور اشرف العلماء سید حامد اشرف صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان (بانی سنی دارالعلوم محمدیہ ممبئی) کے زبان فیض ترجمان سے حاصل کیا۔ ۱۹۹۱ء سے لیکر ۱۹۹۳ء تک مختلف مقامات پر درس وتدریس وخطابت وامامت کے فرائض انجام دیتا رہا۔ بعدہٗ سرزمین عروس البلاد ممبئی میں ۱۹۹۴ء سے مستقل اقامت پذیر ہوگیا۔

ہوایوں کہ رفیق گرامی حضرت مولانا شہادت حسین صاحب قبلہ (جودارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں میرے ہم سبق ساتھی تھے، ان دنوں یہ سنی دارالعلوم محمدیہ ممبئی میں بحیثیت نائب ناظم مامور ہوکر کارفرما تھے، جواس وقت سعودی عرب (الریاض) میں برسر روزگار ہیں۔) سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میرا انتخاب دنیائے سنیت کی عبقری شخصیت حضرت علامہ الحاج مفتی شعبان علی صاحب قبلہ نعیمی حبابی علیہ الرحمۃ والرضوان (جومیرے مرشد اجازت وخلافت ہیں) کی نیابت کے لئے جامع مسجد حسن آباد سانتا کروز ویسٹ میں کیا۔

مشکور ہوں علامہ حبابی علیہ الرحمہ کا جن کی معیت میں رہ کر غیر معمولی تجربات حاصل ہوئے اور وصال فرمانے سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل ان لفظوں میں خلافت واجازت درس حدیث وقرأت مرحمت

فرمائی:

''مولانا میں آپ کو اپنے مشائخ واساتذہ سے ملی ہوئی تمام اجازت وخلافت کا مجاز بناتا ہوں۔''

اوراس کی تحریری سند مع مہرودستخط عطافرمائی۔(فالحمدللہ علیٰ ذلک)۔

تقریباً چھ سال کا زاہدانہ عرصہ یہیں گزرا جہاں امراء کی امارت میں فاقہ مستی مقدر رہی۔سمندر میں رہ کر پیاسا رہنا اسی کو کہتے ہیں۔۱۹۹۷ء میں دارالعلوم اہلسنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئ میں تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لئے مخیرّ قوم مرحوم حاجی محمد انور صاحب ناگوری (اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے) کی تائید پر خلیفۂ حضور فقیہ ملت حضرت علامہ ومولانا قاری عبدالجبار خان صاحب قبلہ قادری ناظم اعلیٰ دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئ نے بحیثیت مدرس موقع فراہم کیا۔اور کچھ ہی دنوں کے بعد انہوں نے افتاء کی ذمہ داری بھی فقیر کو سونپ دی، جسے فقیر نے بطیب خاطر قبول کیا اور تادم تحریر اس پر کاربند ہوں اور دعاگو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اس خدمت کو تادم آخر لیتا رہے اور معاندین وحاسدین کے شر سے محفوظ فرماکر حق وصواب کی راہیں میرے لئے کھولتا رہے۔

دیکھتے دیکھتے عروس البلاد ممبئ سے استفتاء جات آنا شروع ہوگئے حتیٰ کہ کرناٹک، آندھرا پردیش، یوپی، بہار اور مہاراشٹرا کے دوسرے علاقوں سے بھی لوگ رجوع کرنے لگے۔تاآنکہ تیس ۳۰؍ سے زائد موضوعات پر فتاوے اس فقیر کے نوک قلم سے صادر ہو چکے ہیں۔جن میں سے اکثر فتاوے کو حضرت علامہ مفتی شعبان علی صاحب قبلہ حبابی علیہ الرحمہ کی تائید وتصدیق حاصل ہے جسے عوام وخواص نے سراہا۔

بعدہٗ سانتاکروز، وہاں ذمہ داروں کی بے جا من مانی حرکتوں سے بیزار ہوکر ۲۳؍جولائی ۲۰۰۰ء کو مستعفی ہوگیا۔تاآنکہ خلیفۂ حضور فقیہ ملت حضرت علامہ عبدالجبار خان قادری وحضرت مولانا محمد توقیر احمد صاحب قبلہ مصباحی کے انتخاب پر مرحوم حضرت مولانا نظام الدین صاحب قبلہ (سابق خطیب وامام جامع مسجد ورسوا) نے درگاہ مسجد سید شکراللہ شاہ بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورسوا میں امامت وخطابت کیلئے قبول فرمایا۔چنانچہ یکم اگست ۲۰۰۰ء بروز منگل بوقت ظہر حضرت سید شکر اللہ شاہ بابا قادری چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان ورسوا، اندھیری (ویسٹ)، ممبئ کی بارگاہ کرم میں پناہ گزیں ہوا اور تادم تحریر اسی آستانۂ کرم میں رہ کر مصروف کار ہوں۔

درس وتدریس وامامت وخطابت مشغلہ ہے

المیہ یہ ہے کہ ہماری قوم جو ابھی تک کماحقہ‘ حضور مجدد دین وملت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ‘ واکابر مفتیان اسلام کے فتاوے کو منظر عام پر نہ لاسکی اور نہ ہی انہیں اس کی فکر ہے۔ مجھ کم علم بے بضاعت کی بات ہی کیا ہے! اس لئے میں نے مناسب جانا کہ کہیں میری محنت بھی سردخانے کی نذر نہ ہوجائے اس لئے اپنی حیات ہی میں اسے منظر عام پرلانے کی جدوجہد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ ورسول ﷺ کا بے پناہ کرم شامل حال رہا اور اس نے مجھے یہ توفیق بخشی جو

الفیوض النبویہ فی فتاویٰ یار علویہ

کی شکل میں یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں پہونچانے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

اعتذار

”اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ عَنِ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ“ کے تحت اگر صاحبان علم کو کہیں کوئی سہو نظر آئے تو برائے کرم مطلع فرمائیں۔ راقم الحروف ممنون ومشکور ہوگا اور آئندہ اس کی اصلاح کردی جائے گی۔

فقط والسلام

ابوالاختر **منظور احمد یار علوی** غفرلہ القوی

خادم الافتاء دار العلوم اہل سنت برکاتیہ

جوگیشوری ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد خدا جل جلالہٗ

نحمدک یامولائی — انت خالق مصطفائی
نشکرک یا مشکورا لک — شکرا بعطاء محمدائی
ندعوک یا ربائی — بجاه النبی مجتبائی
تغفر لنا و آبائی — عن فضلک خطایائی
لمنظور وعشیرته — غفرانک لی و احبائی

نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

من علینا ربنا ببعثک — میلادک باعث للنجات
ا رسل الله هادیا مهدیا — منزه للنقص بالبرأت
انت رجاءٌ لکل خلق — اذهب عنا بالکربات
اسقنا بماء زلال — یاصاحب الحوض بالشراب
والضحیٰ وجهک واللیل شعرک — جاء فی مدحک فی الکتاب
انظر الیٰ عبده منظور — نظر رحمة یوم العقاب

گر قبول افتد زہے عز و شرف

منظور احمد یار علویؔ غفرلہ القوی

شرف انتساب

امام الائمہ، سراج الامۃ، کاشف الغمہ مخدوم الفقہاء، فخر عجم، رشک عرب، وارث علوم نبویہ، بانی اصول فقہیہ، صاحب فضل وعطا، منبع جود وسخا، حامل اسرار الہیہ

حضرت سیدنا **امام اعظم ابوحنیفہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نام جس کا مثل تمام مائیں اُس عہد زریں سے لیکر اس عہد تک پیدا کرنے سے عاجز تھیں اور عاجز ہیں تیرہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی زمانہ جس کا مثل نہ دیکھ سکا۔

و

زبدۃ الاصفیاء، رئیس الاتقیاء، رشک صوفیاء حضور شیخ المشائخ سیدی

شعیب الاولیاء محمد یار علی لقد رضی المولیٰ عنہ

بانی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کے نام

جن کی شخصیت اتباع شریعت کی ایسی آئینہ دار تھی کہ تقریباً پچاس سال تک آپ نے سفر وحضر میں نماز باجماعت حتیٰ کہ تکبیر اولیٰ کی پابندی کا اہتمام فرمایا اور دارالعلوم فیض الرسول قائم کر کے سنیت کی اشاعت اور بدمذہبیت کے دفاع کا ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا۔

و

مجاہد سنیت، واقف رموز شریعت، امام ارباب طریقت، مخزن لطف وعطا، صاحب صدق وصفا آقائی ومولائی سیدی وسندی حضور الشاہ

مظہر شعیب الاولیاء صوفی محمد صدیق احمد صاحب قبلہ علوی

علیہ الرحمۃ والرضوان

(سابق سجادہ نشین خانقاہ یار علویہ وناظم اعلیٰ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر یوپی)

(وصال ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۴؍جنوری ۱۹۹۲ء)

کے نام جواتباع شریعت ومعمولات اہلسنت میں اپنے مرشد برحق یعنی شیخ المشائخ حضور شعیب الاولیاء لقد رضی المولیٰ عنہ کے سچے مظہر و آئینہ دار تھے۔علماء اہلسنت کی قدر دانی وعزت افزائی میں منفرد المثال تھے حوصلہ افزائی جنکا شیوہ رہا،خردنوازی ورثہ میں ملی تھی،سخاوت دست بستہ نازخسروانہ اٹھانے کو تیار رہتی۔

راقم الحروف پر جن کی بے پناہ شفقتیں رہیں انہیں کے دعاء مستجاب کا ثمرہ ہے جوفقیر اس لائق ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اوران کا فیضان کرم ہم سب پر سدا جاری رکھے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

(آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم)

☆☆☆☆☆

﴿گر قبول افتد زہے عز وشرف﴾

۔۔۔۔۔۔۔۔۔سگ در مظہر شعیب الاولیاء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

اظہار مسرت

واما بنعمة ربک فحدث

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

حضرت مفتی منظور احمد یار علوی صاحب سے میرے دیرینہ خوشگوار تعلقات ھیں۔ اکثرو بیشتر بعد نماز مغرب ھم دونوں ساتھ ساتھ رھتے ھیں ۔جب مجھے انکے اس مجموعہ فتاویٰ کاعلم ھوا مجھے بے حد خوشی ھوئی اور میں نے اسے ایک عظیم نعمت سمجھ کریہ نیت کرلی کہ اس کی طباعت وغیرہ میں جو بھی مالی خرچ کابارآئے گا، میں اسے اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے ضرور بالضرور اٹھاؤں گا۔میں اللہ تعالی کی اس توفیق پر اس کا شکر گزار ھوں اورممنون ھوں مفتی صاحب کا جو اس کام کے لئے انھوں نے مجھے موقع عنایت کیا۔

قارئین کرام سے گزارش ھے کہ اسے پڑھ کرمیرے والدین مرحوم ومغفور محمد اظھار الحسن ومرحومہ ومغفورہ آمنہ خاتون غفر اللہ لھما اور فقیر کے لئے دعائے خیر فرمائیں، نوازش ھوگی۔

طالب دعا

مظفر حسن خان

۴۰۱/ا کشے ویلا ۷/بنگلہ ورسوا، اندھیری ویسٹ، ممبئی

امتنان وتشکر

من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ

کے تحت بڑی ناانصافی ہوگی اگر میں اپنے اساتذہ کی کرم فرمائی اوران دینی بھائیوں کا ذکر نہ کروں جنھوں نے بڑی ہی دلچسپی اورلگن سے اس مجموعہ فتاویٰ کی طباعت میں خوشی خوشی حصہ لیااور منظر عام پر لانے میں میرا بھر پور تعاون کیا۔مشکور ہوں شہزادۂ شعیب الاولیاء حضرت علامہ الحاج غلام عبدالقادرعلوی صاحب قبلہ اورشہزادۂ مظہرشعیب الاولیاءحضرت علامہ الحاج محمد مختاراحمدرضا صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ یارعلویہ وناظم اعلیٰ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کا جنھوں نے اس مجموعہ فتاوی پراپنے وقیع تاثرات وکلمات تحسین قلمبند فرما کر ہماری اس حقیر کاوش کوبام عروج تک پہونچا دیا۔اور ادیب شہیرحضرت علامہ الحاج الشاہ محمد وارث جمال صاحب قبلہ (صدرآل انڈیا تبلیغ سیرت ممبئ) کا جنھوں نے ۱۸رصفحات پر مشتمل مقدمہ مع تاثرتحریرفرما کرحوصلہ افزائی فرمائی۔اوراستاذ گرامی استاذالقراءحضرت علامہ قاری خلق اللہ صاحب قبلہ خلیق فیضی (صدرشعبۂ تجویدوقرأت دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف) کا جنھوں نے مجموعہ فتاوی پرنظرثانی فرما کرہماری محنت وحوصلہ کوعروج بخشا۔اورخلیفۂ حضورفقیہ ملت حضرت علامہ عبدالجبارخان قادری صاحب (ناظم اعلیٰ دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ) کا جنھوں نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اپنا گرانقدرتاثرنامہ رقم فرمایا۔ اورمحبّ گرامی حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم صاحب قبلہ(مدرس دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ) کاجنھوں نے تعارف فتاویٰ وصاحب فتاویٰ رقم فرما کراپنی محبتوں سےنوازا۔اورممنون ہوں حضرت مولانا سراج احمد علیمی صاحب کا جنھوں نے تصحیح کتابت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیااورساتھ ہی مولانا ارشاداحمد مصباحی کا جنھوں نے کمپوزنگ کے فرائض انجام دے کرکتاب کومنظرعام پرلانے میں میری مدد فرمائی۔

لائق صد مبارکباد ہیں عالی جناب مظفر حسن خان ودیگر معاونین صاحبان! انہیں خوش نصیب افراد کے تعاون سے یہ مجموعہ فتاویٰ منظر عام پر آیا۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل ان حضرات کے علم وعمل اور مال ودولت میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے ۔قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اسے پڑھ کر مذکورہ افراد اوران کے والدین کیلئے دعائے خیر فرمائیں۔

فقط والسلام

منظور احمد یار علوی

دار العلوم اہل سنت برکاتیہ جوگیشوری ممبئ

تاثرات

نمونۂ سلف استاذ العلماء والمشائخ جانشین شعیب الاولیاء

حضرت علامہ الحاج **غلام عبدالقادر علوی** صاحب قبلہ مدظلہٗ

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلیٰ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف۔سدھارتھ نگر

جماعت فقہاء کی عظمت واہمیت سے چند بدنصیب غیر مقلدین کے علاوہ شاید کسی کومجال انکار ہو۔حشر میں فقہاء کے قلم کی سیاہی شہداء کے خون کے ہم وزن ہوگی اور کیوں نہ ہوقرآن وحدیث کے بحرعلم میں غواصی کرکے فقہ کے گوہر ہائے گرانمایہ تلاش کرلینا ہرکس وناکس کا کام نہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج سارا زمانہ سراج الامۃ کشف الغمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی عظمت شان کا معترف ہے۔امیر المومنین فی الحدیث حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ جنہوں نے چار ہزار شیوخ حدیث سے شرف تلمذ کے باوجود حضرت امام اعظم کی بارگاہ سے خوشہ چینی پہ نازاں ہیں۔چنانچہ اپنے شیخ امام اعظم کی مدح سرائی کرتے ہوئے اپنے قصیدے میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی آواز میں آواز ملاکران کا یہ اعتراف

اعد ذکر نعمان لّنا ان ذکرہ ☆ ھو المسك ما کرّرتہ یتضوء

امام اعظم کی عظمت شان کے بیان میں کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اسے اس باب میں سنگ میل سے تعبیر کرنا بیجا نہ ہوگا۔فقہ حنفی کے فروغ میں حضرت امام اعظم کے اصحاب وتلامذہ کا خصوصی رول رہا۔حضرت امام قاضی ابویوسف،حضرت امام محمد شیبانی وغیرہم من الفقہاء نے نہایت احسن طریقے سے فقہ حنفی کی اشاعت کی۔میرے برادر اصغر صاحبزادۂ شعیب الاولیاء عزیز القدر جناب غلام عبدالقادر رابع (ایل ایل ایم علیگ) نے ایم فل کیلئے امام محمد شیبانی کی عبقریت پہ تھیسس (شیبانیز کنسپٹ آف انٹر نیشنل اسلامک لا Shabani's Concept of Inter National Islamic

law لکھ کر ان کی عظمت کا اعتراف و مظاہرہ کیا ہے۔ چودھویں صدی ہجری میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے جس انداز میں فقہ حنفی کو فروغ دیا، یہ انہیں کا حصہ تھا، فقہ حنفی میں ان کی خدمات پر آج تک فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم وعظیم جلدیں شاہد عدل ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے فقہی تصانیف پہ جن کی بھی نظر ہے وہ اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ماضی قریب کی تین صدیوں میں اعلیٰ حضرت جیسا فقہ حنفی کا کوئی دوسرا مبلغ نظر نہیں آتا۔

الغرض ہر دور میں فقہاء کی مقدس جماعت خدمت فقہ وافتاء کا فریضہ انجام دیتی رہی ہیں، آج بھی ملک کے مشہور و معتبر دارالافتاء کے مفتیان کرام اپنی اپنی بساط علمی کے مطابق اس کار خیر میں مصروف عمل ہیں۔ فقیہ ملت استاذی مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے دارالعلوم فیض الرسول میں ایک ذمہ دار مفتی کی حیثیت سے عرصہ دراز تک یہ زریں خدمت انجام دی۔ چنانچہ ان کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام ''فتاویٰ فیض الرسول'' دو ضخیم جلدوں میں شائع ہو کر ملک و بیرون ملک کے ارباب فقہ وافتاء سے نہ یہ کہ صرف خراج داد و تحسین وصول کر رہا ہے بلکہ فتاویٰ میں ٹھوس دلائل کی کثرت پہ مشتمل ہونے کی بنا پر اپنی عظمت کا لوہا بھی منوا رہا ہے۔ یاد رہے کہ فتاویٰ فیض الرسول میں موصوف کے فتاویٰ کے علاوہ کار افتاء سے منسلک دیگر علماء فیض الرسول کے فتاویٰ بھی شامل ہیں جن میں راقم الحروف بھی ہے۔

ہر دور میں فتاویٰ کے مجموعہ کی ترتیب کا سلسلہ جاری رہا، بعض سلاطین کے دور میں فتاویٰ کے مجموعہ ترتیب دئے گئے۔ علم دوست سلطان اورنگ زیب عالمگیر، سلطان محمود غزنوی وغیرہم سلاطین نے فتاویٰ کے مجموعے مرتب کروائے۔ یہ بالکل سچ ہے مگر اس سے بڑا سچ یہ ہے کہ ان تمام مجموعوں میں فتاویٰ عالمگیری کو اللہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں جو شہرت دی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انٹرنیشنل زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہونے کی بنا پر اس کی شہرت میں مزید چار چاند لگ گئے۔

جہاں تک اور فتاویٰ کے مجموعوں کا معاملہ ہے اس زبان میں بہت سارے فتاویٰ کے مجموعے شائع ہوئے مگر یہ حقیقت ہے کہ اردو فتاویٰ کے مجموعوں کے مابین جو شہرت اعلیٰ حضرت کے مجموعہ فتاویٰ رضویہ کو حاصل ہے اور کسی مجموعہ کو حاصل نہ ہو سکی۔ بحمدہٖ تعالیٰ ادھر ماضی قریب میں فتاویٰ رضویہ کے بعد فتاویٰ فیض الرسول کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے پناہ اور غیر معمولی شہرت عطا فرمائی۔ ہر چند کہ فتاویٰ فیض الرسول کی اشاعت فقیر علوی کے زیر اہتمام ہوئی، بلکہ اس راہ میں میری غیر معمولی عرق ریزی و دلچسپی شامل ہے۔ لیکن میں اسے خالص اللہ و رسول کا

فضل وکرم، اعلیٰ حضرت کا فیضان اور والد گرامی حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ (بانی فیض الرسول) کی نگہ کیمیا اثر کی برکتیں جانتا ہوں۔

فاضل عزیز حضرت مولانا الحاج مفتی منظور احمد یار علوی سلمہ زید علمہ (جو فیض الرسول براؤں شریف میں طالب علمی کے دوران میری خدمت وقرب میں رہے) کے فتاویٰ کا مجموعہ " الفیوض النبویہ فی الفتاوی الیارعلویہ" دیکھ کر بڑی طمانیت کا احساس کر رہا ہوں۔

فاضل عزیز مفتی صاحب زید علمہ نے فیض الرسول سے خوشہ چینی کی یہیں کے اساتذہ سے اکتساب فیض کیا، یہیں سے سند فضیلت حاصل کی اور اب علمی حلقوں میں اپنی خدمات کا لوہا منوا رہے ہیں۔ میں نے جستہ جستہ فتاویٰ کو دیکھا جواب دینے کا انداز نہایت ذمہ دارانہ، بہتر اسلوب اور اپنے موقف کو حوالہ جات سے مربوط ومضبوط کرنے کی کامیاب سعی کی گئی ہے۔ معتمد حوالہ جات کی کثرت نے سائل کو مطمئن کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ بہر حال مفتی صاحب کی اس تصنیف کو فتاویٰ کے باب میں ایک خوبصورت اضافہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔

موصوف مجموعی طور پر پوری جماعت اہلسنت کی جانب سے عموماً اور دارالعلوم وخانقاہ فیض الرسول کی جانب سے خصوصا مبارکباد کے مستحق ہیں

اللہ تعالیٰ موصوف کی قوت علمی میں مزید اضافہ فرمائے اور اس کتاب کو خود موصوف کیلئے ذخیرۂ آخرت اور امت مسلمہ کیلئے اکتساب فیض کا ذریعہ بنائے۔ آمین

غلام عبد القادر علوی

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلیٰ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۲/ فروری ۲۰۱۶ء

کلمات تحسین

شہزادۂ مظہر شعیب الاولیاء حضرت علامہ الحاج الشاہ

محمد مختار احمد رضا علوی صاحب قبلہ

سجادہ نشین خانقاہِ یار علویہ براؤں شریف یوپی

حضرت العلام مولانا الحاج مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کے نامور فرزند اور خانقاہِ یار علویہ کے میکدۂ معرفت کے رند بالخصوص دنیائے سنیت کی مشہور و معروف شخصیت مرشد برحق صاحب صدق وصفا دریائے بذل وسخا والد گرامی حضور مظہر شعیب الاولیاء مولانا الحاج صوفی محمد صدیق صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے دامنِ کرم سے وابستہ اور صحبت یافتہ و دار العلوم اہلسنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری کے درسِ نظامیہ کے نامور استاذ اور شعبۂ افتا کے صدر مفتی اور عروس البلاد ممبئی کے مشہور و معروف بافیض شخصیت حضرت سید شکر اللہ شاہ بابا علیہ الرحمۃ والرضوان کی مسجد میں ہر دلعزیز خطیب وامام ہیں۔

فقاہت کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ میں موصوف کو دورانِ طالبِ علمی ہی سے جانتا ہوں۔ خدمتِ دین کا جذبہ انھیں خانقاہِ یار علویہ سے ورثے میں ملا ہے۔ علامہ موصوف نے اپنے اٹھارہ سالہ فتاویٰ مجموعہ بنام ’’الفیوض النبویہ فی فتاوی یار علویہ‘‘ قوم وملت کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

مولا تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور والد گرامی حضور مظہرِ شعیب الاولیاء کے تصدق قبولیتِ تامہ عطا فرمائے۔ اور موصوف کو صحت وسلامتی کے ساتھ خدمتِ دین کی مزید توفیق عطا فرما کر آخرت میں سرخروئی کا باعث بنائے۔

محمد مختار احمد رضا علوی

سجادہ نشین خانقاہ ریار علویہ براؤں شریف

☆☆ مقدمہ ☆☆

فقہ و بانی فقہ اور فقہ حنفی

از:۔ادیب شہیر رئیس التحریر فنا فی القلم

حضرت علامہ الحاج مولانا محمد وارث جمال قادری عفی عنہ

صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ممبئی، مہاراشٹرا

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْبَعَثْ مُحَمَّداً   اَیَّدَہٗ بِاَیَّدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَداً

اَرْسَلَہٗ مُبَشِّراً اَرْسَلَہٗ مُمَجَّداً   صَلُّوْاعَلَیْہِ دَائِماًصَلُّوْاعَلَیْہِ سَرْمَداً

ہر دور میں ائمہ علم وفن نے اپنے اپنے طور پر علم فقہ کی جو تعریف کی ہے وہ سب سر آنکھوں پر مگر برصغیر ہند کے فقیہ اعظم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے جو تعریف کی وہ تمام تعریفوں کا عطر مجموعہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کے الفاظ میں ''مقاصد شریعت کے ادراک کا نام فقہ ہے''

گویا دوسرے لفظوں میں شریعت ہم سے کیا چاہتی ہے؟ اور اس کا ہم سے مطالبہ کیا ہے؟ اسی کو جاننے کا نام فقہ ہے اور اس کا جاننے والا فقیہ کہلاتا ہے۔

فقہ، فقیہ، تفقہ، استنباط، اجتہاد، مجتہد، یہ الفاظ جب نظروں سے گزرتے ہیں یا دوران کلام ان کا استعمال عمل میں آئے تو اس کے پس منظر میں ایک عظیم وجلیل بے مثل وبے مثال، صاحب فضل وکمال، پیکر دین ودانش، محیر العقول، عبقری الشرق والغرب، صاحب فضل وعطاء، منبع جود وسخا اور ایک ہمہ داں، ہمہ جہت شخصیت کا ایک محسوس پیکر دل ودماغ کو مسخر اور فکر ونظر کو معطر کرتا چلا جاتا ہے۔اس کے عہد زریں سے لے کر اس عہد تک تمام مائیں جس کا مثل پیدا کرنے سے عاجز تھیں اور عاجز ہیں۔۱۳؍تیرہ صدیاں گزر جانے کے بعد زمانے نے اس کا مثل نہیں دیکھا۔اور اگر کوئی رجل رشید غلاف کعبہ پکڑ کر قسم کھالے کہ اس کا مثل زمانوں نے نہیں دیکھا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

اے آمدنت باعث آبادی ما   ذکر تو بود زمزمہ شادی ما

بڑے بڑے علماء، مشائخ، پیران طریق، ارباب فضل وکمال، پیکران دین ودانش، اصحاب فکر ونظر، شاہان زمانہ، سلاطین عالم، فرزندان جہاں، فاتحین عالم، فقہاء، محدثین، متکلمین، مجتہدین، حاملین قوت قدسیہ، اولیاء، اقطاب، اوتاد، ابدال اغواث، سب اپنے اپنے وقتوں میں اپنی اپنی جگہوں پر اس کے حلقۂ اطاعت کا قلادہ اپنی اپنی گردنوں میں ڈالے۔

ع نازم بعمرے خویشت کہ کارے کردم

کے مصداق مفتخر، فرحاں، نازاں وشاداں نظر آرہے ہیں۔ جو کل بھی پیشوائے قدسیاں تھا اور آج بھی تبحرین زمانہ کا امام، بلکہ ہر زمانے کا امام الائمہ! عاقلی، دانائی وفرزانگی جس کے قدموں کا بوسہ لینے کے لئے بے چین، زبان وقلم جس کے قد آوری کے سامنے بونے اور امامت و قیادت جس کے حضور باادب، باملاحظہ، ہوشیار! مراد میری جن سے امام الائمہ، سراج الامۃ، کاشف الغمۃ، فخر عجم، رشک عرب حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔

زباں پہ بار الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

جس طرح ارسطو کو بانی منطق کہا جاتا ہے، اسی طرح بانی فقہ کی حیثیت سے حضرت امام اعظم کی عظمت و جلالت ان کی عبقریت وتفقہ فی الدین کا آفتاب ہمیشہ سوا نیزے پر تھا، ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ بقول امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت سیدنا شیخ احمد سرہندی:

’’بانی فقہ ابوحنیفہ است وسہ حصہ اورا مسلم داشتہ اند ودر ربع باقی ہمہ شرکت دارند در فقہ خانہ اوست ودیگراں ہمہ عیالے وے‘‘

فقہ کے بانی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔ فقہ کا تین حصہ انھیں ملا چوتھے میں سارے فقہا و مجتہدین شامل، (گویا) فقہ ان کا گھر بقیہ دوسرے فقہا ان کے عیال!

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کا تعلق اس خوش نصیب جماعت سے ہے جس کے لئے مژدہ ہی مژدہ، خوش خبری ہی خوش خبری اور بشارت ہی بشارت ہے۔

’’طُوبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ وَطُوبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ‘‘ (مشکوٰۃ: ص۵۵۴)

خوش خبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور ایمان لایا اور خوش خبری ہے اس شخص کے لئے بھی جس

نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

"لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِماً رَاٰنِیْ وَرَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ" (مشکوٰۃ:ص۵۵۴)

اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا اور اس کو بھی جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

"خَیرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ"

میری امت میں سب سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر وہ جوان کے بعد آئے پھر وہ جوان کے بعد ہیں۔

یعنی حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد سب سے افضل سب سے اشرف سب سے بالا واعلیٰ مرتبہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ان کے بعد تاج کرامت تابعین کرام کے سروں پر رکھا گیا ان کے بعد تمام تر شرف وبزرگی تبع تابعین کے لئے خاص ہوکر رہ گئیں۔

گویا فرمان نبوت کے مطابق جہنم کی آگ نہ تو صحابی کو چھو سکتی ہے نہ تابعی کو اور نہ ہی تبع تابعی کو اور زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ صحابہ کا پھر تابعین کا پھر تبع تابعین کا۔یعنی خیر قرون صرف انھیں تین زمانوں پر مشتمل اور منحصر ہے۔جس سے اس حقیقت صادقہ کا انکشاف ہوا کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ خیر القرون میں پیدا ہوئے۔پوری حیات انھوں نے خیر القرون ہی میں گزاری اور خیر القرون میں ہی آپ واصل بحق ہوئے اور آپ کو جہنم کی آگ چھو نہیں سکتی کہ آپ تابعی ہیں اور صحابہ کی ایک مقدس جماعت کا دیدار کیا،ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور ان سے فیضیاب بھی ہوئے۔آپ کی عہد سعادت تک ۲۰/بیس تا ۲۳/تیئیس صحابۂ کرام باحیات تھے۔اور اس سعادت وشرف اور اس بزرگی وخوش بختی میں آپ کے زمانے کے علماء،فقہا،محدثین، مجتہدین اور علماء راسخین کوئی شریک نہیں،چاہے وہ سیدنا امام مالک بن انس ہوں یا امام ثوری وامام اوزاعی۔رہ گئے امام شافعی وامام احمد بن حنبل تو یہ بہت بعد کے ہیں،آپ کے تلامذہ در تلامذہ!

ع ایں سعادت بزور بازو نیست؛ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

بے شک امام اعظم اجلہ تابعین میں سے ہیں اور تابعین کے لئے اللہ جل مجدہ کا یہ ارشاد ان کی عظمت وجلالت اور ان کی شرف وبزرگی کے لئے بہت کافی ہے:

"وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ

تَحْتِهَاالْاَ نْهٰارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَااَبَداً ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ‘‘

جنھوں نے نیکیوں میں (حضرات صحابۂ کرام) کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ان کے لئے جنت تیار کی گئی جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔(اور) یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

یہ فضیلت امام اعظم کو اللہ کی جانب سے عطا ہوئی جس میں نہ تو امام اعظم کے کسب کا دخل ہے اور نہ کسی اور کے احسان کا۔اور درجۂ تابعیت میں بھی آپ کو خصوصی امتیاز حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں،خواہ وہ آپ کے ہم زمانہ ہی کیوں نہ ہوں!

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

یوں تو حضرت امام اعظم کی پوری زندگی کارناموں سے بھری ہوئی ہے مگران کا سب سے بڑا کارنامہ جس نے انھیں نہ صرف اسلامی بلکہ انسانی تاریخ میں لازوال شہرت وعظمت اور عظیم تر آفاقیت عطا کی اور شخصیات ورجال کی تاریخ میں آپ کا نام جلی عنوان اور قاموس المشاھر کی آبرو بنا۔آپ کا وہ عظیم کارنامہ اس زبردست خلا کو پر کر دیتا ہے جو خلافت راشدہ کے بعد شورائی نظام کے ختم ہونے کے بعد پیدا ہوا تھا۔

خلافت راشدہ جو علیٰ منہاج النبوت تھی اسے ملوکیت نے ختم کر دیا۔اور شورائی نظام درہم برہم گیا۔اللہ ورسول کی حکمرانی اور قرآنی وسنت کی فرمانروائی کی جگہ بندوں کی باشاہت نے لے لیا۔جنھوں نے کتاب وسنت پر عمل کم سے کم،البتہ قرآن وسنت کو اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق کرنے میں پوری پوری کوششیں کیں اور اس کے لئے بیت المال کو اپنی پراپرٹی اور ذاتی ملکیت سمجھ کر خزانوں کے منہ کھول دیئے جس کی لپیٹ میں بڑی بڑی علمی دینی وروحانی شخصیتیں بھی آ گئیں!

بس وہی محفوظ رہ سکا جس کو اللہ نے اپنے فضل سے بچالیا۔

ہر حال میں اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی المولی علیہ کی رضا وخوشنودی چاہنے والوں کے لئے بڑی ابتلا وآزمائش کا دور تھا۔جور واستبداد کی تاریخ جس سے شرمندہ ہے۔جس کی وجہ سے اسلام کے قانونی نظام میں ایک عظیم خلا واقع ہو چکا تھا۔اس کمی کا احساس ارباب فضل وکمال اور بلند پایہ علمی ودینی شخصیتوں کو بڑی شدت کے ساتھ تھا،چاہ کر بھی وہ کچھ کر نہیں پا رہے تھے۔

ایک طرف اسلام کا دائرہ تھا جو سبیل نور کی طرح وسیع تر ہوتا جا رہا تھا۔ مسلمانوں کا مسلسل فاتحانہ یلغار تقریباً آدھی متمدن دنیا کو اپنے لپیٹ میں لے چکا تھا۔ حدود سندھ سے لیکر اندلس (موجودہ اسپین) تک اسلام کا لوائے عظمت وجلالت لہرا رہا تھا۔ مسلم حکومتوں کا دائرہ دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا تھا۔ درجنوں قومیں اپنے اپنے الگ الگ تہذیب وتمدن اور روایات ورسومات کے ساتھ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔

اے موج دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

خود عباسی سلطنت بنام خلافت آدھی متمدن دنیا پر قابض ہو چکی تھی۔ اس کے حدود مملکت میں کروڑ ہا کروڑ انسان آباد تھے جن میں بھاری اور غالب ترین اکثریت مسلمانوں کی تھی جو آئے دن نت نئے مسائل و حالات سے دوچار ہو رہے تھے۔ کتاب وسنت یعنی اللہ ورسول کے احکامات کے پیش نظر کوئی دستور حیات اور کوئی مجموعۂ قانون موجود نہیں تھا جو عبادات سے لیکر معاملات تک کا احاطہ کئے ہوئے ہو۔ جو راعی ورعایہ، عوام وخواص ہی نہیں بلکہ اخص الخصصین کے لئے یکساں مفید اور قابل عمل ہو۔ اسلامی حکومتوں اور ان کی عدالتوں کے لئے ضروری و ناگزیر ہوں، عدالتوں کے تمام فیصلے اسی مجموعۂ قانون کے مطابق کئے جائیں۔ عبادات میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وعمرہ وغیرہ سے لیکر نکاح، طلاق، ایلاء، ظہار، رضاعت، قضائے قاضی وغیرہ اور معاملات تجارت لین دین قرض، اصول تجارت کے تمام شعبوں، زراعت، مال گزاری ٹیکس، مقدمات میں دیوانی، فوجداری، قتل، قصاص، سرقہ (چوری) قانون جنگ، قانون صلح، سفارتی ذرائع وآداب اور اس کے قوانین اور ایک فاتح قوم کی حیثیت سے رابطہ! رعایہ میں مسلمان، کافر، ذمی، مستامن کے ساتھ پیش آنے کا طریقہ، کفن دفن، موت وراثت اور وصیت، غرض انسان کی حیات، آغاز سے لے کر اس کے انجام، اس کے آخری منزل یعنی مہد سے لیکر لحد تک کے مسائل، انسان کے انفرادی واجتماعی زندگی کے لئے ایک مضبوط، مستحکم، مربوط دستور حیات اور قانون کی شدید ضرورت تھی جو اسلام اور مسلم حکومتوں کو درپیش تھی۔ گویا وقت کا ایک بہت بڑا چیلنج تھا جو اسلام اور مسلم امہ کو درپیش تھا۔

دوسری طرف دور ملوکیت (خواہ بنو امیہ کی ہو یا بنو عباسیہ کی) میں کوئی ایسا ادارہ، کونسل، یا مجلس قانون ساز نہیں تھی جس کے ذریعے معتمد علیہ علمی ودینی وفقہی شخصیتیں اصول شریعت اور اسلامی قانون کے مطابق کوئی ایسا مستند حل پیش کرتیں جو عوام وخواص کے دلوں میں جگہ پاتا اور اسلامی عدالتوں اور سرکاری محکموں میں وہ

قوانین اورتعزیرات بنتے !اہم ترین علمی و دینی شخصیات و رجال ہی نہیں بلکہ خلفاء احکام کو بھی اس کا بڑا شدید احساس تھا کہ انفرادی اجتہاد کے ذریعہ روزمرہ کے کثیر مسائل کوحل کر لینا ہر عالم و مفتی و قاضی کے بس کا نہیں تھا۔خلفاء کی شکل میں ظالم و جابر بادشاہ اوران کے ظالم و جابر گورنر وحکام اوران کے سرکاری دربار سے وابستہ علماء وفقہاء کے لئے مسلمانوں کے دلوں میں کوئی جگہ نہیں تھی اور نہ ہی ان کا کوئی احترام !ایسی حالت میں وہ اگر کوئی قانون بناتے تو دلوں میں جگہ ہی نہ پاتے۔وہ قوانین صرف ڈنڈے کے زور پر نافذ العمل ہوتے جن کی عمر بہت مختصر ہوتی۔

چونکہ یہ عمل بہت ہی دشوار، پیچیدہ اور بہت ہی غیر معمولی تھا۔ایک پہاڑ کو اپنی جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھنے سے بھی بڑا۔بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑانے اور ریگزاروں میں کشتیاں چلانے سے بھی زیادہ دشوار!اور یہ عظیم کارنامہ وہی انجام دے سکتا تھا جو علم کا بحر بیکراں ،میدان تفقہ کا شہسوار،عبقری الشرق والغرب کے ساتھ، ایک بے مثل فکر رسا کے ساتھ غیر معمولی بصیرت کا حامل ہو،اور ساتھ ہی اللہ و رسول کی بارگاہ کا منتخب و برگزیدہ بندہ،عوام وخواص کے دل ونگاہ پر جس کا قبضہ ہو۔خواص ہی نہیں بلکہ اخص المخصصین کے لئے بڑا ہی محترم ہو بلکہ واجب التعظیم ہو۔عظمتیں خود جس کو جھک جھک کر سلام کرتی ہوں اور بلندیاں جس کے قدموں سے لگ کر عزت واحترام واعتبار کی سند پاتی ہوں۔ایسا بندہ خاص اپنے حسن ذاتی واضافی میں نایاب کی حد تک کمیاب ہوتا ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
پھر خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

بے شک امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ جل مجدہ کے ایسے برگزیدہ،محبوب اور مقبول بندے تھے کہ رب العلمین نے اس امر عظیم کے لئے اپنے کروڑوں بندوں میں سے آپ کا انتخاب فرمایا۔

آپ کی یکتائی و بے نظیری اور آپ کی مقدس ذات کی ہمہ جہتوں کا اندازہ کرنے کے لئے ان بلند پایہ شخصیات ورجال کی بارگاہ میں چلیں جن کے حضور میں خود ہی لاکھوں کروڑ ودل ونگاہ مؤدب اور گردنیں احترام و عقیدت سے خمیدہ ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ والرضوان جو سید الفقہاء ،سرتاج المحدثین،شریعت،طریقت، معرفت،حقیقت کے امام اور بالاتفاق امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔جنہوں نے چار ہزار محدثین سے حدیث

روایت کی اوران کی شاگردی کی سعادت سے مشرف ہونے کے باوجود حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کیا اور آپ کی شاگردی کی عزت حاصل کیا اور اپنے اس پاکیزہ نسبت تلمذ پر نازاں رہے۔انہوں نے اپنے عظیم استاذ کی باگاہ میں ایک تاریخی قصیدہ عربی زبان میں پیش کی ہے جس کا صرف ایک شعر یہاں نقل کرر ہا ہوں۔البتہ جنہیں پورا قصیدہ ترجمہ کے ساتھ دیکھنا ہووہ میری کتاب ''امام المسلمین'' (صفحہ ۱۳۔۱۴) پر ملاحظہ فرمائیں۔

بِاَنَ النَّاسَ فِیْ فِقْہٍ عَیَالٌ عَلٰی فِقْہِ الْاِمَامِ اَبُوْحَنِیْفَۃ

بے شک تمام لوگ فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کے محتاج ہیں کیوں کہ امام اعظم کی شان میں حضرت امام شافعی کا یہ ایک مشہور قول ہے جس کو حضرت عبد اللہ بن مبارک نے اپنے قصیدے میں شعری لباس پہنایا ہے۔خود حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ حضرت امام اعظم کی شان میں فرماتے ہیں:

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَّنَا اَنَّ ذِکْرَہٗ هُوَالْمِسْکُ مَاکَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّءُ

ہمارے لئے حضرت نعمان بن ثابت کے ذکر کو بار بار دہراؤ کہ ان کا ذکر ایک خوشبو ہے کہ جب دہراؤ گے اس کی خوشبو پھیلے گی۔

اور جب حضرت امام اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو جب تک وہاں رہتے تو خود ایک مستقل صاحب مسلک ہونے کے باوجود وہاں پر اپنا مسلک ترک کر کے امام اعظم کا مسلک اختیار فرماتے۔پوچھے جانے پر کہ حضور آپ تو خود ایک مسلک کے بانی وامام ہیں تو پھر یہاں اپنا مسلک کیوں چھوڑ دیتے ہیں؟ تو فرماتے اس عظیم ہستی کے سامنے اپنا مسلک جاری کرنے میں شرم محسوس کرتا ہوں۔اللہ اکبر بڑوں کی عظمت وجلالت بڑے ہی سمجھتے ہیں۔

آنکھ والے تیری جلوؤں کا تماشا دیکھیں
دیدۂ کورکو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اب ہم وہ نام پیش کررہے ہیں جو اپنے اپنے زمانوں میں اصحاب فضل وکمال اوراہل زمانہ کے امام تھے۔جن کی یکتائی وبے نظیری کا سورج ہمیشہ سوانیزے پر چمکتا رہا۔جنھوں نے اپنی تصنیفات وتالیفات میں امام اعظم ابوحنیفہ کی خداداد عظمتوں کوخراج تحسین وعقیدت پیش کیا ہے۔جن میں ایک بھی فقیہ ومجتہد محدث وامام حنفی نہیں!

(۱) حضرت امام مالک بن انس (بانی مذہب مالکی)

(۲) حضرت امام محمد ادریس شافعی (بانی مذہب شافعی)

(۳) حضرت امام احمد بن حنبل (بانی مذہب حنبلی)

(۴) حافظ مغرب حضرت علامہ ابن البر مالکی قرطبی

(۵) حافظ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی مالکی

(۶) حضرت امام محمد ولی الدین الخطیب التبر یزی شافعی (صاحب مشکوۃ المصابیح)

(۷) حضرت امام جلال الدین سیوطی شافعی

(۸) حضرت امام شمس الدین محمد بن یوسف دمشقی شافعی

(۹) حضرت علامہ حافظ شمس الدین ذہبی شافعی استاذ المحد ثین

(۱۰) حضرت علامہ ابن کثیر دمشقی شافعی

(۱۱) حضرت امام ابن حجر ہتیمی شافعی مکی

(۱۲) حضرت امام ابن حجر عسقلانی شافعی

(۱۳) حضرت علامہ ابوبکر خطیب بغدادی شافعی

(۱۴) حضرت علامہ ابن خلدون اشبیلی مغربی مالکی (مشہور مؤرخ) صاحب تاریخ ابن خلدون

(۱۵) علامہ ابن تیمیہ حرانی (غیر مقلدین کے امام و پیشوا، اوران کے سب کچھ)

(۱۶) علامہ ابن قیم حنبلی

(۱۷) حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی

(۱۸) حضرت علامہ ابن الحماد حنبلی

(۱۹) حضرت علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی

(۲۰) حضرت علامہ یوسف الاتا بکی ظاہری

(۲۱) حضرت علامہ ابن خلقان شافعی

اور ماضی قریب کے مصری محققین حضرت علامہ استاذ ابوزہرہ، استاذ محمد بک خضرمی اور استاذ عبدالحکیم حضرمی کے اسمائے گرامی بہت نمایاں ہیں۔

حضرت زید ابوالحسن فاروقی مجددی نے اپنی گراں مایہ تصنیف ''سوانح بے بہا امام اعظم ابوحنیفہ'' کے صفحہ ۱۹۵ پر حضرت علامہ امام ابوعمر ابن عبدالبر مالکی علیہ الرحمہ کی کتاب ''الانتفاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء'' کے حوالے سے امام اعظم کے ۲۶؍ مورخین اور چالیس اکابرین امت کے نام لکھا ہے جس میں زیادہ تر آپ کے معاصر ہیں۔

چالیس اکابرین امت کی فہرست میں سے صرف چند معاصرین کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت سیدنا امام باقر ابن امام زین العابدین ابن سید الشہداء سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہم

(۲) رئس المحدثین امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام عبداللہ بن مبارک (تلمیذ ارشد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ و حضرت امام بخاری کے شیخ)

(۳) حضرت سیدنا امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت امام مسعر بن کدام

(۵) حضرت امام سفیان عیینہ

(۶) حضرت امام شبرمہ

(۷) حضرت یحییٰ بن سعید قطان (امام بخاری و امام مسلم کے شیخ)

(۸) حضرت امام وکیع (استاذ امام شافعی)

(۹) امام الاولیاء حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ (شیخ حضرات صحاح ستہ)

(۱۰) حضرت سیدنا امام شقیق بلخی

(۱۱) حضرت امام ابوعاصم نبیل (شیخ حضرت امام بخاری)

(۱۲) حضرت ابن یحییٰ بن معین انصاری

(۱۳) حضرت امام اصمعی

(۱۴) حضرت امام عبدالرزاق بن ہمام

(۱۵) حضرت شریک القاضی

(۱۶) حضرت امام یزید بن ہارون

(۱۷) حضرت امام حماد بن زید

(۱۸) حضرت امام ایوب سختیانی

(۱۹) حضرت امام ابن جریج وغیرہ وغیرہ

یہ اسلام کی وہ عظیم الشان ہستیاں اور ملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہیں جو تقویٰ، طہارت، دین و دیانت، علم و فضل، فکر و فن کی آبرو، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد، کلام، تصوف، اذکار، اوفاق، تاریخ، سیر، مناقب، ادب، نحو، صرف، لغت، ، معانی، بیان، شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور زہد و تقویٰ کے امام اور اپنے زمانوں کے آفتاب فضل و کمال ہیں جو امام الائمہ، سراج الامۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ النعمان کے مداحین و ثنا خوان اور اس آئینہ حسن خوباں کے شان میں رطب اللسان اور اس مجموعہ محاسن کے شاہد عدل! گویا:

ع ہمہ عالم گواہ عصمت او

”ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَاءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ“

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

اب ایسے عالم میں چند مٹھی بھر کوتاہ قد اور بالشتے بصیرت و بصارت سے محروم اس آفتاب فضل و کمال کے جلوؤں کی تمازت کی تاب نہ لاکر آنکھیں بند کر کے ان کی تنقید و تنقیص اور ان کی شان عالی میں گستاخی و بے ادبی کے مرتکب ہوں تو وہ قابل رحم ہیں۔ ان کی مثال ان چمگادڑوں کی سی ہے جو سورج کو دیکھنے سے معذور ہیں کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو وہ بے چارے طلوع ہوتے ہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اللہ جل مجدہ حضرت امام اعظم اور ان کے تلامذۂ خاص پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے کہ آپ ہی وہ پہلی عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے فقہ کو باقاعدہ مدوّن کر کے اسے اسلامی قانون کی شکل دی۔ جس میں کتاب اللہ و سنت رسول، آثار صحابہ، اقوال صحابہ وافعال صحابہ کو سامنے رکھا۔ فقہ اسلامی کی تدوین میں آپ نے ستر ہزار سے زائد احادیث اور چالیس ہزار آثار صحابہ سے انتخاب فرمایا۔

تراسی ہزار مسائل بیان کئے جن میں ۳۸ / ہزار کا تعلق عبادات سے ہے اور بقیہ مسائل کا تعلق معاملات سے ہے۔

(الجواہر المضیہ جلد ۲، ص ۴۷۲، بحوالہ ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف بابت اپریل و مئی ۱۹۹۰ء)

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب ''سیرت النعمان'' میں مسائل کی تعداد بارہ لاکھ سے زیادہ لکھا ہے۔آپ نے اپنے تلامذہ کوتدوین فقہ میں اتنی مہارت عطافرمادی کہ یہ سلسلہ آپ کے بعد پوری تندہی سے جاری رہا۔اور آپ کے متبعین فقہائے حنفیہ نے اس سلسلے کو ہرزمانے میں جاری رکھا۔بے شک یہ امام اعظم ابوحنیفہ اوران کے تلامذۂ خاص واحباب اور ہر دور کے متبعین فقہاء حنفیہ کا امت مسلمہ پراحسان عظیم ہے جورہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

حضرت قاضی امام ابو یوسف کی ''کتاب الخراج''حضرت امام محمد حسن شیبانی کی ''کتاب الاصل'' چار ضخیم جلدوں میں،امام محمد ہی کتاب ''کتاب الحج'' چار جلدوں میں،حضرت امام سرخسی کی ''مبسوط'' تیس جلدوں میں،امام کاسانی کی ''البدائع والصنائع'' سات جلدوں میں،حضرت امام ابن ہمام کی ''فتح القدیر'' چھ جلدوں میں،فتاویٰ عالمگیری چھ جلدوں میں،حضرت امام احمد رضا بریلوی کی ''فتاوی رضویہ'' تیس جلدوں میں،انھیں کی ''جدالممتار'' پانچ جلدوں میں،فقیہ اعظم صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی کی ''بہار شریعت'' بیس حصوں پر مشتمل چار جلدوں میں،الفقہ الاکبر،شرح فقہ الاکبر،بحرالرائق،کنزالدقائق،درمختار،ردالمحتار،فتاوی قاضی خان، فتاوی تاتارخانیہ،فتاوی حدیثیہ،ہدایہ،بنایہ،عنایہ،وقایہ،خلاصۃ الفتوی وغیرہ وغیرہ،یہ فقہ حنفی کے ایسے بحرِ بے کراں ہیں جن کی تہ تک پہونچنا اس زمانے میں آسان نہیں۔فقہ حنفی اسلامی قانون کی شکل میں دلوں کے آفاق پر جو چھا گیا اور دنیا کے ۸۰/اسی کروڑ سے زائد مسلمانوں نے اسے اپنایا،اس کی اتباع وپیروی کی اوراس کو اپنے لئے لازم سمجھا۔وہ بلاوجہ نہیں:

ع کیا یوں ہی جگمگاتے ہیں منزل کے راستے
لاکھوں چراغ خون شہیداں سے آئے ہیں

ایسا ہرگز نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ سے پہلے فقیہ ومجتہداورامام ومحدث نہیں تھے اور بے شک تھے اورانھیں اپنے اپنے وقتوں میں مرکزیت اورامامت بھی حاصل تھی۔ان نفوس قدسیہ نے اپنے زمانوں کے تقاضے کے مطابق دین وعلم دین اسلام اورمسلمانوں کی بڑی خدمت کی حضرت امام مالک بن انس،عالم مدینہ منورہ،امام زمانہ حضرت امام شافعی،حضرت امام ہشام بن عروہ بن زبیر،حضرت امام اعمش،حضرت امام ابراہیم نخعی فقہ و حدیث کے مسلم الثبوت امام،اورامام اعظم کے دادا استاذ حضرت حماد بن سلیمان عراق کے سب سے بڑے فقیہ و رئیس اعظم اورامام اعظم کے استاذ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جنھوں نے اپنے اپنے وقتوں میں دین وعلم

دین اسلام اور مسلمانوں کی بڑی زبردست خدمات انجام دیں اور امت مسلمہ کی خیر خواہی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ ''فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْجَزَاءِ''

مگران وقتوں میں قرآن وسنت سے استدلال اور اجتہاد واستنباط کے کوئی مستقل قاعدے وضابطے مقرر تھے اور نہ ہی ایسے اصول وضوابط جن کی روشنی میں نت نئے احکام وضع کئے جاسکتے نیز قاضی (جج) حضرات اپنے فیصلوں میں اس ضابطے کو سامنے رکھتے۔ چنانچہ حضرت امام علامہ شمس الدین محمد بن یوسف صالحی شافعی دمشقی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی کتاب مستطاب ''عقود الجمان'' کے صفحہ ۱۸۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

'' اَنَّهٗ اَبَا حَنِيْفَةَ النُّعْمَانَ اَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ عِلْمَ الْفِقْهِ وَرَتَّبَهٗ اَبْوَاباً ثُمَّ تَابَعَهٗ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فِیْ تَرْتِيْبِ الْمُوَطَّا لَمْ يَسْبَقْ اَبَاحَنِيْفَةَ اَحَدٌ لِاَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِيْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَيَمَا كَانُوْا يَعْتَمِدُوْنَ عَلٰی قُوَّةِ حِفْظِهِمْ فَلَمَّارَاٰی اَبُوْ حَنِيْفَةِ الْعِلْمِ مُنْتَشِراً خَافَ عَلَيْهِ فَجَمَعَهٗ اَبْوَاباً مُبَوَّبَةً وَكِتَاباً رَتَّبَهٗ فَبَدَاَ بِالطَّهَارَةِ ثُمَّ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ بِالصَّوْمِ ثُمَّ بِسَائِرِ الْعِبَادَاتِ ثُمَّ بِالْمُعَامَلَاتِ ثُمَّ خَتَمَ بِالْاَمْوَاتِ لِاَنَّ اٰخِرَالْاَحْوَالِ لِلنَّاسِ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ وَضَعَ كِتَابَ الْفَرَائِضِ وَاَوَّلُ مَنْ وَضَعَ كِتَابَ الشُّرُوْطِ''

'امام اعظم' ابوحنیفہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کی تدوین کی۔ اور اس کو ابواب پر مرتب کیا پھر مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں ابوحنیفہ کا اتباع کیا۔ (اما اعظم) ابوحنیفہ پر کوئی سبقت نہیں کرسکا کیوں کہ حضرات صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا اعتماد اپنی قوت حافظہ پر تھا۔ جب ابوحنیفہ نے دیکھا کہ علم شریعت اطراف و اکناف عالم میں پھیل چکا ہے، آپ کو اس علم کے ضائع ہونے کا خوف ہوا۔ لہٰذا آپ نے اس کو ابواب و کتب میں مرتب اور منضبط کیا۔ ابتدا کتاب الطہارۃ سے کی پھر کتاب الصلوٰۃ وکتاب الصوم پھر کتاب العبادات اور معاملات کا بیان کیا اور کتاب المواریث پر ختم کیا۔ کہ یہی لوگوں کی آخری حالت ہے۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتاب الفرائض وکتاب الشروط تصنیف فرمایا۔

حضرت امام محدث عجلونی اپنے رسالہ عجلونیہ میں فرماتے ہیں: '' اَوَّلَ مَنْ فَتَحَ بَابَ الْاِجْتِهَادِ بِالْاِجْمَاعِ''اس حقیقت صادقہ پر اجماع ہے کہ سب سے پہلے اجتہاد کا دروازہ امام اعظم نے کھولا۔

بے شک یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے تلامذۂ خاص کے اخلاص بے پایاں کی برکتیں ہیں کہ اس قانون

اسلامی یعنی فقہ حنفی کی تقریباً پوری اسلامی دنیا نے پذیرائی کی۔ اندلس کو چھوڑ کر دنیا بھر کی اسلامی حکومتوں نے اسے اپنایا۔ اور اپنی اپنی حکومتوں کا مذہب، مذہب حنفی ہی قرار دیا۔ عوام سے لے کر خواص ہی نہیں بلکہ اخص الخصوصین تک کا وہ طبقہ جو دین کی زینت اور اسلام کی آبرو ہیں (یعنی علماء، فقہاء، محدثین، متکلمین، صوفیا، عرفاء، اغواث واقطاب واوتادابدال واخیار) نے اس مجموعہ قانون اسلامی یعنی فقہ حنفی کو اپنے لئے واجب الاتباع سمجھ کر اپنایا۔

ع میری دنیا جگمگا اٹھی کسی کے نور سے
میرے گردوں پر میرا ماہ تمام آ ہی گیا

اسلامی حکومتوں کی باگ ڈور جن ہاتھو میں ہمیشہ رہی ان کی غالب ترین اکثریت ہر دور میں حنفی تھی اور ان کی حکومتوں کا مذہب بھی مذہب حنفی تھا۔

بے شک فقہ حنفی کوفہ میں پیدا ہوا بغداد میں پروان چڑھا اور جب اس کی اشاعت عام ہوئی تو وہ بغداد سے نکل کر مغرب (یعنی اندلس) موجودہ اسپین کو چھوڑ کر تمام اسلامی مما لک کے شہروں میں پہونچ گیا۔

عراق، مصر، شام، اور تمام شہروں سے ہوتا ہوا ماوراؤالنہر تک وسیع ہوگیا۔ پھر عرب مما لک سے غیر منقسم ہندوستان سے ہوتا ہوا چین تک پہونچ گیا۔ جہاں کوئی مذہب اس کا راستہ نہ روک سکا۔ ان مما لک کے دور دراز علاقوں میں اپنی تمام تر انفرادیت وعظمت کے ساتھ زندہ و پائندہ ہے۔ وہاں کے کروڑ ہا کروڑ مسلمان اپنی عبادات سے لے کر معاملات تک میں فقہ حنفی کے اصولوں پر عمل پیرا ہیں اور پورے اسلامی دنیا کے دوتہائی حصے سے زیادہ پر پورے تب وتاب جاودانہ کے ساتھ مذہب حنفی کا اقتدار وقبضہ ہے۔ اندلس (موجودہ اسپین) کے سوا تقریباً پوری اسلامی دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم وفضل کا فیضان ان کے تلامذہ در تلامذہ کی شکل میں نہ پہونچا ہو۔ اور ان کے وفور علم وفن کا سحاب جھوم جھوم کر نہ برسا ہو اور اس کے زبردست اثرات نہ مرتب ہوئے ہوں۔ مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، بغداد، کوفہ، بصرہ، یمن، یمامہ، بحرین، رملہ، اہواز، کرمانستان، دمشق، اصفہان، نہاوند، نیشاپور، جرجان، طبرستان، سمرقند، بخارا، ترمذ، ہرات، سیستان، آذربائیجان وغیرہ وغیرہ۔

الغرض آپ کے علمی فیضان کی کوئی سرحد ہی نہیں۔ بڑے سے بڑے شہنشاہ اور فاتح عالم کے حدود مملکت سے زیادہ لوگوں کے دلوں میں پورے عزت وقار اور احترام کے ساتھ آپ حکمراں ہیں۔ اور آپ کی بارگاہ میں

دل ونگاہ باوضو!

اور جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، اسلامی حکمراں ہر دور اور ہر زمانے میں ان کی غالب ترین اکثریت حنفی تھی اور ان کی حکومتوں کا مذہب حنفیت !

عباسی خلافت کے عروج وزوال دونوں میں عوام کا مذہب، مذہب حنفی تھا، عباسی خاندان کے زوال کے بعد جن خاندانوں کو عروج نصیب ہوا وہ تقریباً سب کے سب حنفی تھے اور ان کی حکومتوں کا مذہب حنفیت !

سلاطین آل سلجوق، سلاطین آل عثمان، سلاطین آل بویہ، چرا کان مصر، سلطان نورالدین زنگی شہید رحمۃ اللہ علیہ، الملک العادل (سلطان صلاح الدین کا بھتیجہ) سلطان محمود غزنوی، تمام سلاطین ہند خصوصاً آل تیمور ظہیر الدین محمد بابر سے لیکر آخر مغلیہ تاجدار حضرت شاہ ظفر تک سب کے سب حنفی تھے۔ بالخصوص حضرت شہنشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب علیہ الرحمہ تو سنیت وحنفیت کے نشان نصرت تھے۔ فقہ حنفی پر مشتمل چھ جلدوں میں فتاوی عالمگیری نے تو انھیں قیامت تک کے لئے زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

حضرت سلطان محمود غزنوی فاتح ہندوستان، عظمت نشان جو انسانی تاریخ کے ایک باجبروت حکمراں تھے وہ خود صاحب علم وفضل تھے۔ علم حدیث کے شائق اور فقہ حنفی کے ایک زبردست عالم! جن کا دربار علماء فقہا، محدثین ادباء وشعراء ودیگر ارباب فضل وکمال سے بھرا رہتا تھا۔ وہ خود حنفی تھے اور ان کی حکومت کا مذہب بھی مذہب حنفی تھا۔ فقہ حنفی پر مشتمل ایک عظیم وجلیل کتاب ''التفرید'' بھی ان سے منسوب ہے جس میں پچاس ہزار سے زائد مسائل کا ذکر ہے۔

ع کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

اور یہاں برصغیر ہندوپاک، بنگلہ دیش، کشمیر و نیپال وغیرہ کے کم وبیش ۶۰ ساٹھ کروڑ مسلمان حنفی ہیں۔ اور ان کے سیکڑوں دارالافتاء جہاں سے ہزاروں لاکھوں فتاوے نکلے، نکل رہے ہیں اور نکلتے رہیں گے۔ اور ان فتاوی کے جانے کتنے مجلّات جو فقہ حنفی پر مشتمل ہیں: فتاوی رضویہ، فتاوی مصطفویہ، فتاوی بحرالعلوم، فتاوی امجدیہ، فتاوی فیض الرسول، فتاوی بدرالعلماء وغیرہ وغیرہ۔

اور کچھ اسی نوعیت کا ایک مجموعہ ''الفیوض النبویة فی فتاویٰ یار علویه'' مسمیٰ 'فتاوی یار علویہ' ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ جو عزیز گرامی قدر محترم مولانا مفتی منظور احمد یار علوی استاذ ومفتی دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی کے نوک قلم سے نکلے ہوئے ہیں۔

لفظ فقہ کے لغوی معنیٰ جواب دینا جیسا کہ قرآن مجید سورہ یوسف میں یوں فرمایا گیا ''یٰـآ اَیُّھَـا الْـمَلَا اَفْتُـوْنِـیْ فِـیْ رُؤْیَـایَ '' اے درباریو میرے خواب کا جواب دو۔ اور اصطلاح میں کسی شرعی مسئلے کے حکم بیان کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔ حضرت علامہ شامی کے فرمان کے مطابق: ''اَلْاِفْتَاءُ فَاِنَّهٗ اِفَادَۃُ الْحُکْمِ الشَّرْعِیْ'' شرعی فیصلے سے آگاہ کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔ (ردالمحتار جلد۴: ص۳۳۶)

افتاء کی عظمت اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی نسبت اللہ جل مجدہ نے اپنی طرف فرمائی ہے۔ ارشاد باری ہے ''یَسْتَفْتُـوْنَکَ قُلِ اللّٰـهُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ'' (سورہ نساء آخری آیۃ) اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرماؤ اللہ کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

فتویٰ پوچھنے والے کو مستفتی، جواب دینے والے کو مفتی اور نفس جواب کو فتویٰ کہا جاتا ہے۔ اس منصب خاص سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضور سید الانبیاء آقائے کائنات روح کائنات جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا۔ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جو لوگ اس منصب جلیلہ پر فائز ہوئے ان میں سے چند مشہور نام یہ ہیں:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق، حضرت سیدنا عثمان غنی، حضرت سیدنا علی مرتضیٰ مولائے کائنات، حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود، حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری، حضرت سیدنا معاذ بن جبل، حضرت سیدنا اُبیّ بن کعب، حضرت سیدنا زید بن ثابت، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

پھر صحابۂ کرام کے بعد تابعین میں حضرت علقمہ بن قیس نخعی، حضرت سعید بن مسیّب، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت حماد بن مسلم اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ عنہم اجمعین منصب افتاء پر فائز ہوئے۔ لیکن ان نفوس قدسیہ میں تنہا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ہی فن کی صورت میں افتاء کا آغاز فرمایا اور اسے باقاعدہ ایک فن کی شکل دی اور تدوین فقہ کا سہرا آپ ہی کے سر بندھا اور آپ ہی نے افتاء کے قواعد وضوابط مقرر فرمائے۔

اور جب تبع تابعین کا دور آیا تو افتاء کی تمام تر ذمہ داریاں ان کے سر آگئیں جیسے حضرت امام مالک بن انس، حضرت امام قاضی ابو یوسف، حضرت امام محمد بن حسن شیبانی، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم۔

حضرت امام اعظم کے مقرر کردہ اصول وضوابط کے مطابق مسائل واحکام کے استنباط کو آپ کے شاگرد رشید حضرت امام قاضی ابو یوسف ہی نے فروغ دیا اور امام اعظم کے اصول فقہ پر سب سے زیادہ آپ ہی نے کتابیں لکھیں۔ پھر حضرت امام محمد نے اسے تنقیح وتہذیب کے بعد اتنے عروج پر پہونچا دیا کہ پھر اس میں کسی اضافہ کی حاجت نہ رہی۔ (شامی جلد ا ص ۲۷)

حضرات صحابۂ کرام سے تبع تابعین تک جتنے بھی منصب افتاء پر فائز ہوئے وہ سب مجتہد اور مفتی مطلق تھے۔ حضرت امام شافعی رضی المولی تعالیٰ عنہ کے بعد کوئی مفتی مطلق نہیں ہوا۔ سب کے سب مفتی منتسب ہی ہوئے۔ مگر اللہ جل مجدہ نے انھیں بھی درجہ بدرجہ ایک طرح کی اجتہادی قوت سے نوازا۔ اس لئے کہ اس کے بغیر وہ آئے دن پیش آنے والے نت نئے مسائل کو وہ حل ہی نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ''اَلتَّحقِیقُ اَنَّ الْمُفْتِیَ فِی الْوَقَائِعِ لَا بُدَّ لَہٗ مِنْ ضَرْبِ اِجْتِهَادٍ وَمَعْرِفَةٍ بِاَحْوَالِ النَّاسِ'' ۔یعنی نو پید مسائل کو حل کرنے کے لئے مفتی کو ایک طرح کے اجتہاد سے متصف اور لوگوں کے احوال سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ (ردالمحتار جلد ۳، ۳۹۸)

چونکہ دینی کاموں میں سب سے زیادہ مشکل اور دشوار ترین کام افتاء کا کام ہے۔ اس کے لئے علم وفضل، بیدار مغزی، ذہانت، معاملہ فہمی کے ساتھ خود اعتمادی اور قوت اجتہاد بھی ضروری ہے تا کہ عبادات ومعاملات میں نو پید امور میں بڑی خود اعتمادی کے ساتھ کوئی فیصلہ کر سکے۔

اور یہ جو ہمارے سامنے فتاویٰ یار علویہ کی شکل میں مجموعہ فتاویٰ ہے وہ ممبئی کی ایک مشہور دینی درسگاہ دار العلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری کے استاذ ومفتی منظور احمد یار علوی کے نوک قلم سے نکلا ہوا ایک قابل قدر مجموعہ فتاویٰ ہے۔ جو نہ صرف مفتی صاحب کے وسعت مطالعہ، کثرت اطلاع اور فقہ حنفی کے بابت ان کی صلاحیت اور قوت فیصلہ پر شاہد عادل اور ان کی کم عمری کے سبب یہ ان کی کہنہ مشقی ایک خوشگوار حیرت کا سبب ہے۔ **ما شاء المولٰی تعالٰی**

ع اپنے صحرا میں ابھی آہو بہت پوشیدہ ہیں

بے شک دینی کاموں میں فتویٰ نویسی ہی سب سے دشوار کام ہے۔ خاص کر مسئلہ وراثت تو اس دور میں ایک ٹیڑھی کھیر کے مانند! لیکن ہم دیکھ رہے ہیں اس مجموعہ فتاویٰ میں، جس کی ترتیب فقہی ابواب کے مطابق کچھ یوں ہے:

جس کا آغاز انہوں نے فضیلت قرآن سے کیا اور معاً اس کے بعد فضیلت علماء کا باب باندھا ہے۔اس کے بعد کتاب العقائد سے شروع ہو کر کتاب المیر اث تک لائے ہیں اور آخر میں متفرقات کا عنوان دیا۔

درمیان میں کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب العدت، باب الامامت، باب الجمعہ، کتاب المحارم، باب المصاہرت، باب الکفالت وغیرہ وغیرہ کے تحت ضرورت مند مسلمانوں کے سوالات اور ان کے جوابات ہیں۔اور جوابات ماشاء اللہ تعالیٰ بڑے مستحکم دلائل کے ساتھ بڑی خوداعتمادی سے دیئے گئے ہیں۔نہ بڑی تفصیل کے ساتھ نہ بڑا اختصار لئے بلکہ ایک معتدل اور مناسب انداز جسے خوشی خوشی پڑھا جا سکے۔البتہ ایک سوال کے جواب میں وہ کافی پھیلے ہوئے ہیں۔حالات اور اہم دینی ضرورت کے تحت انھیں پھیلنا ہی چاہئے۔اور اس میں ان کے قلم کی جولانی بھی قابل دید ہے۔ سوال ہے وہابیہ غیر مقلدین کے تعلق سے، کیونکہ یہ ظالمین اپنی حدوں سے بہت آگے نکل چکے ہیں اور اب تو یہ فرقہ قرامطہ کی طرح بہت سرکش بھی ہو چکے ہیں۔تمام فرقہ باطلہ میں اس وقت یہی سب سے جارح ہیں اور انتہا پسندی کے تمام ریکارڈ توڑ چکے ہیں۔''قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ''

وہ ایک بڑا اسیدھا سوال ہے:

سوال: غیر مقلدین کے فریب سے امت مسلمہ کو آگاہ کیا جائے؟

اس مختصر سوال کے جواب میں مفتی صاحب نے واقعی دریا بہا دئے ہیں۔ان ظالمین، مانعین، مفسدین اور اعدائے دین اور دشمنان اسلام و مسلمین کے قرار واقعی حیثیت کو آشکارا کرنے کے لئے اس پر گیارہ اہم موضوعات قائم کر کے صحاح ستہ سے چالیس احادیث پیش کر کے اس کا نام ہی ''الاربعین فی رد غیر المقلدین'' رکھا۔اور ان کے چہروں سے اسلامی نقاب کو نوچ کر پھینک دیا۔ ﴿فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

کئی سو صفحات پر مشتمل جب یہ فتاویٰ منظر عام پر آئے گا تو فقہ حنفی پر مشتمل فتاوٰں کی دنیا میں ایک قابل قدر اضافہ ہوگا۔مولیٰ عزوجل اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل جماعت اہل سنت میں ان کے مزید امثال پیدا فرمائے۔آمین

مفتی منظور احمد صاحب شمالی یوپی کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کے قابل ذکر اور نمایاں افاضل میں سے ہیں۔دوسری خوش بختی ان کی یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کے عظیم فیض رساں ہستی جو اپنی عبادت و ریاضت، مجاہدۂ نفس میں طبقۂ مشائخ میں بڑی ممتاز! اور زمرہ پیران طریق میں بڑی منفرد! اور اپنی

بخشش وعطا، بذل وسخا، علماء نوازی اور اپنے بڑوں کے احترام وعقیدت میں مشہور! اور خرد نوازی جس کے عادات کریمہ کا ایک حصہ تھی جو اپنوں غیروں اور سنیوں کے لئے ہمیشہ دست بدعاء رہا۔ جس کا وجود محاسن سے معمور اور جس کا سراپا آئینہ حسن خوباں تھا، جو اک طرف جام شریعت اک طرف سندان عشق کا آئینہ جمال وجلال تھا!

ع بس تجھ کو دیکھوں کہ تجھ سے بات کروں

میری مراد جن سے حضور پیر طریقت، مجاہد دین وسنیت حضرت اقدس بابرکت مولانا صوفی محمد صدیق احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ سابق متولی وسجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کی ذات ہمایوں جس کے یہ ''دست گرفتہ'' ہیں۔

کچھ نقش تیری یادوں کے باقی ہیں ابھی تک
دل بے سرو ساماں سہی ویران نہیں ہے

مفتی منظور احمد صاحب کی یہ بھی خوش بختی ہی تھی کہ یہاں ممبئی میں ایک مایہ ناز علمی ودینی شخصیت حضرت علامہ الحاج مفتی شعبان علی حبابی تلمیذ ارشد سلطان المناظرین حضرت علامہ مفتی عتیق الرحمٰن نعیمی علیہما الرحمہ کی طویل صحبت ورفاقت میسر آئی جس نے ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشی اور افتاء کے باب میں ان کے قلم کی یہ خوش خرامی اسی طویل، پاکیزہ اور منفعت بخش صحبت کا شاخسانہ ہے۔

اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں
فیضان محبت عام سہی عرفان محبت عام نہیں

محمد وارث جمال قادری
صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ممبئی

۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۱ نومبر ۲۰۱۵ء

تاثر گرامی

ازقلم: خلیفۂ حضور فقیہ ملت حضرت علامہ عبدالجبار خان قادری صاحب قبلہ
صدر المدرسین وناظم اعلیٰ دار العلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری، ممبئی

نحمده و نصلی ونسلم علی حبیبه الکریم

امابعد! فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علامہ الحاج مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ ایک باصلاحیت، ذی استعداد مدرس اور عمدہ واعظ وخطیب ہیں۔ ان کی تفہیم بہت عمدہ ہے۔ مشکل مسائل کو سہل انداز میں بیان کرنے کا طریقہ خوب معلوم ہے۔ تحقیقی گفتگو ان کی عادت ہے۔ درس وتدریس کی خدمات کے علاوہ تقریباً ۱۸؍سال سے دار العلوم اہل سنت برکاتیہ کے شعبۂ افتا کی ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اس دوران جو فتاوے موصوف کے رشحات قلم سے صادر ہوئے، انہیں یکجا کر کے کتابی شکل میں مرتب کر دیا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔ اس سے ان شاء اللہ عوام وخواص کو بے پناہ فائدہ حاصل ہوگا۔ اس مجموعۂ فتاوی کا نام ”فتاوی یار علویہ“ ہے۔ جو موصوف کی علمی وادبی خوبیوں کا مظہر ہے۔ اس کی ترتیب میں مفتی صاحب نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس کے صلے میں دارین کی سعادتیں عطا فرمائے۔

مفتی صاحب قبلہ کی یہ اہم قلمی کاوش ہے۔ یہ سب فیضان ہے شمالی ہند کی عظیم دینی وآفاقی شہرت یافتہ درسگاہ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کے بانی صاحب کشف وکرامت ولی کامل حضور شعیب الاولیاء حضرت مولانا شاہ محمد یار علی صاحب علیہ الرحمہ کی نظر کرم اور شہزادہ و جانشین مظہر حضور شعیب الاولیاء حضرت مولانا محمد صدیق صاحب علیہ الرحمہ سابق سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلیٰ دار العلوم فیض الرسول کی سچی ارادت وعقیدت اور اساتذۂ دار العلوم فیض الرسول بالخصوص حضور فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج محمد جلال الدین

احمد امجدی علیہ الرحمہ کی نظر توجہ اور مہاراشٹر کی سرزمین پر مثل آفتاب روشن و درخشاں شخصیت حضرت علامہ الحاج مفتی محمد شعبان علی نعیمی حبابی علیہ الرحمہ کی عین التفات کا کہ ان بزرگان دین اور علمائے کرام نے اپنی اپنی توجہات سے حضرت مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ کو جوہر اور کندن بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور غوث و خواجہ و رضا اور پیران کرام و اساتذہ کرام کے صدقہ و طفیل موصوف کو مزید قلمی خدمات کی توفیق بخشے اور ان کی قلمی کاوش فتاوی یار علویہ کو قبول فرما کر مقبول تام بنا دے اور انھیں اس خدمت دینی کا دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائے۔

فقط والسلام

دعا گو

عبدالجبار خان قادری

خادم دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ جوگیشوری ممبئی۔۱۰۲

تعارف

فتاویٰ وصاحب فتاویٰ

ازقلم:-حضرت علامہ حکیم عبدالقیوم صاحب قبلہ قادری
(استاذ: دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر، جوگیشوری، ممبئی)

’’الفیوض النبویہ فی فتاویٰ یارعلویہ‘‘ اس کے مولف حضرت علامہ الحاج مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ کی پر بہار کاوش پر اظہار خیال سے پہلے فقہ وافتاء کا اجمالی تعارف پیش کر دینا خالی از منفعت نہ ہوگا۔ فقہ وافتاء مفہوم کے اعتبار سے قریب قریب مساوی ہیں۔

افتاء فقہ اسلامی کا ایک شعبہ ہے، افتاء کے معنیٰ لغت میں مطلق جواب دینا یا کسی حکم کا جواب دینا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ افتاء اور استفتاء مختلف معنوں میں وارد ہوئے ہیں مثلاً۔ حکم دینا، تحقیق چاہنا، خواب کی تعبیر بتانا، جواب دینا، مشورہ دینا مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ سے ان معانی کا پتہ چلتا ہے:

آیت۔نمبر ۱ / یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّ (سورۂ نساء) اے محبوب ﷺ لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

آیت۔نمبر ۲ / یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ (سورۂ نساء) اے محبوب ﷺ لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

آیت۔نمبر ۳ / یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ (سورۂ یوسف) اے درباریو میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہے۔

آیت نمبر ٤ / قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ (سورۂ نمل) وہ بولی اے سردارو میرے معاملے میں مجھے رائے دو۔

آیت نمبر ۵ / قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ (سورۂ یوسف) فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس

کا تم سوال کرتے تھے۔

آیت نمبر ۶/ یُوسُفُ اَیُّھَا الصِّدِّیقُ اَفتِنَا (سورۂ یوسف) اے یوسف اے صدیق تعبیر دیجئے (فتاوی بحر العلوم)

اصطلاح شرع میں افتاء کے معنیٰ شرعی حکم اور فیصلہ سنانا ہے۔سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے:

"انما الافتاء ان تعتمد علیٰ شئی و تبین سائلك ان ھذا حکم شرعی"

فتویٰ دینے کے معنیٰ پورے اعتماد کے ساتھ سائل کو اسکے سوال کا حکم شرعی بتانا ہے۔

آیت نمبر ۱/۲/ سے یہ بات ظاہر ہے کہ فتویٰ اور افتاء کو وہ عظیم مقام حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت خود اپنی ذات کریم کی جانب فرمائی ہے۔قارئین کرام !فتوی دینے کے لئے علم فقہ کی دولت سے مالا مال ہونا ضروری ہے اور یہ دولت فقط کسب وکوشش اور جدوجہد سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ عطیہ ربانی ہے۔رب تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اس نعمت کبریٰ سے نوازتا ہے۔جیسا کہ رسول گرامی وقار ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: "مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیراً یُفَقِّھُہُ فِی الدِّیْنِ" اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔یہ سعادت ابدی وسرمدی کا ذریعہ ہے اسی کے ذریعہ انسان کو ان چیزوں کی معرفت حاصل ہوتی ہے جن سے نفع و نقصان وابستہ ہے۔

فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام کے ادلہ تفصیلیہ سے حاصل ہو۔جن احکام کا تعلق عمل سے ہوتا ہے ان کو احکام فرعی کہتے ہیں اور جن کا تعلق اعتقاد سے ہوتا ہے ان کو احکام اصلی کہتے ہیں۔امام اعظم کے بقول: "مَعرِفَۃُ النَّفسِ مَالَھَا وَمَا عَلَیھَا" (توضیح وتلویح) ان چیزں کا علم جو آدمی کیلئے مفید اور مضر ہیں۔اور صوفیائے کرام کے نزدیک علم وعمل کے مجموعے کا نام فقہ ہے۔علم فقہ کو جاننے کے لئے فن اصول فقہ کا جاننا از حد ضروری ہے۔اصول فقہ چار ہیں۔کتاب،سنت،اجماع اور قیاس۔فن اصول فقہ کی معرفت سے پہلے اصول فقہ کی تعریف،غرض وغایت،موضوع،تدوین اصول فقہ،ماتن اور شارح کے حالات زندگی کا جاننا ضروری ہے۔تعریف کا جاننا اس لئے ضروری ہے تاکہ مجہول مطلق کی طلب لازم نہ آئے۔غرض وغایت کا جاننا س لئے ضروری ہے تاکہ عبث اور بیکار چیز کو طلب کرنے کا الزام

وارد نہ ہو۔موضوع کا جاننا اس لئے ضروری ہے تاکہ موضوع کے ذریعے ایک فن کے مسائل کو دوسرے فن کے مسائل سے ممتاز کیا جاسکے۔

تدوین کی معرفت اس لئے ضروری ہے تاکہ مدون کا علم ہو جائے اور اس فن کی تاریخی حیثیت ذہن نشیں ہو جائے۔ اور صاحب کتاب کی معرفت اس لئے ضروری ہے تاکہ مصنف کے مرتبہ سے اس کی تصنیف کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکے کیونکہ متکلم جس درجے کا ہوتا ہے اس کا کلام بھی اسی درجے کا شمار ہوتا ہے۔مشہور مقولہ ہے: " كَلَامُ الْمُلُوْكِ مُلُوْكُ الْكَلَامِ"۔

اصول فقہ ایسے قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعے فقہ تک پہونچنا ممکن ہو۔یعنی جن قواعد کے ذریعہ فقہ کا علم ہوتا ہے ان قواعد کے جاننے کا نام اصول فقہ ہے۔دوسری چیز اصول فقہ کی غرض وغایت ہے، احکام شرعی کو ادلۂ تفصیلیہ سے جاننا اور استنباط مسائل کے قواعد کو معلوم کرنا اصول فقہ کی غرض وغایت ہے۔تیسری چیز فقہ کا موضوع: اصول فقہ کے موضوع میں تین قول ہیں: فقط دلائل، فقط احکام، دلائل اور احکام کا مجموعہ۔تیسرا قول پسندیدہ ہے۔ چوتھی چیز تدوین اصول فقہ: اس تعلق سے محققین نے خوب فرمایا فقہ کی کاشت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمائی، حضرت علقمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کی آبیاری فرمائی، حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کھیتی کو کاٹا، حضرت حماد رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کی بھوسی اتاری، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اسے باریک پیسا، حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالی عنہ نے اسے گوندھا اور حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ عنہ نے اسکی روٹیاں تیار کیں، اب ساری امت ان روٹیوں سے سیراب ہو رہی ہے۔

بہر حال تدوین اصول فقہ کے تعلق سے یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ علم فقہ کے مدوّن اول حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس فن کو ان کے تلامذہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما اور بعد کے فقہاء ومجتہدین نے درجہ کمال تک پہونچا دیا ماہرین فقہ نے حضرات فقہاء کو سات طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

نمبر ۱ :۔مجتہد فی الشرع، مجتہد مطلق مستقل: یہ فقہاء اسلام کا وہ طبقہ ہے جنہیں اصول وقواعد کی تاسیس کتاب وسنت اور اجماع اور قیاس سے فرعی احکام کے استنباط کی ذاتی سطح پر استعداد حاصل ہوا اور وہ اصول وفروع میں کسی کی تقلید کے محتاج نہ ہوں۔جیسے سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(م ۱۵۰ھ) امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۷۹ھ) امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۲۰۴ھ) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۲۴۱ھ) وغیرہ۔

نمبر ۲: ۔مجتہد فی المذہب، مجتہد مطلق غیر مستقل: یہ ایسے فقہاء ہوتے ہیں جن میں مجتہد مطلق کی ساری صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں لیکن وہ خود کو اصول میں کسی مجتہد مطلق کا تابع رکھتے ہیں اور ان کے بتائے ہوئے اصول میں مقلد ہوتے ہیں اور فروع میں مجتہد۔ جیسے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۸ھ)، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۸۹ھ)، امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۸۱ھ) وغیرہ۔

نمبر ۳: ۔مجتہد فی المسائل، مجتہد مقید: ایسے فقہاء اس زمرہ میں آتے ہیں جو اصول وفروع دونوں میں مجتہد مطلق کے تابع ہوں اور ان کے وضع کردہ اصول وفروع کی روشنی میں ایسے مسائل کا استنباط کر سکتے ہوں جن کے بارے میں ائمۂ مذہب سے کوئی روایت نہیں ملتی۔ جیسے امام ابو بکر خصاف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۲۶۱ھ)، امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۳۳۱ھ)، امام ابو الحسن کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۲۶۱ھ)، شمس الدین حلوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۳۵۶ھ)، شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۵۰۰ھ)، امام فخر الاسلام بزدوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۴۸۲ھ)، امام فخر الدین قاضی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۵۹۳ھ)۔

نمبر ٤: ۔اصحاب تخریج: حضرات فقہاء کا یہ طبقہ اجتہاد واستنباط مستقل کی قدرت نہیں رکھتا البتہ مذہب کے وضع کردہ سارے اصول وفروع پر گہری نگاہ ہوتی ہے جس کی روشنی میں یہ مجمل کی تشریح محتمل کی تعیین مثالوں کے حوالہ سے کر سکتے ہیں۔ جیسے امام ابو بکر احمد بن علی رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۳۷۰ھ) اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

نمبر ۵: ۔اصحاب ترجیح: یہ حضرات اصحاب تخریج سے کم تر فقاہت کے حامل ہوتے ہیں اور ائمہ مذہب سے منقول روایات میں سے اصول وفروع کی روشنی میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جیسے امام ابو الحسن قدوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۴۲۸ھ)، صاحب ہدایہ امام ابو الحسن علی بن بکر فرغانی مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ۔ ''ھٰذا اولیٰ، ھٰذا اصح، ھٰذا اوضح، ھٰذا اوفق للقیاس'' جیسے اقوال ان کی پہچان ہوتے ہیں۔

نمبر ۶ :۔اصحاب تمیز: فقہاء کا یہ گروہ مذہب کے قوی اور ضعیف مقبول اور مردود اقوال میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ظاہر الروایہ اور نادر روایات کے درمیان امتیاز کی قدرت ان میں موجود ہوتی ہے۔ جیسے اصحاب متون معتبرہ مثلاً صاحب مختار، صاحب وقایہ، صاحب مجمع وغیرہ رحمھم اللہ تعالیٰ۔

نمبر ۷ : ۔مقلد محض: جن میں مذکورہ بالا کوئی صلاحیت موجود نہ ہو ایسے حضرات کا ذاتی قول قابل عمل نہیں ہوتا۔ بس یہ ائمہ مذہب کے اقوال نقل کر سکتے ہیں جیسے موجودہ دور کے صاحبان فقہ۔

فقہ وافتاء کے اجمالی بیان کے بعد آیئے دیکھتے ہیں کہ منصب افتاء کے تقاضے کیا ہوتے ہیں۔ فقہ اسلامی کا تعلق زندگی کے ہر شعبہ سے ہے۔ سیاست وامارت، قوانین وجرائم، انفرادیت و اجتماعیت، عبادات ومعاملات، مذہب سے لیکر معاشرت تک، رب سے لے کر بندے تک؛ معاملات وحقوق اس کے دائرہ بحث میں شامل ہیں۔ الحاصل دنیا سے لے کر آخرت تک کے مسائل اس فن سے وابستہ ہیں۔ اس لئے فقیہ اور مفتی کا منصب بھی اپنے ساتھ بہت ساری نزاکتیں، ہمہ گیریاں اور اہمیتیں رکھتا ہے، جن کے معیار پر پورا اترنے کیلئے مفتی کے اندر چند ممتاز خصائص کا ہونا ضروری ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ خصائص کیا ہیں۔ ذاتی سطح پر وہ ربط خالق، ربط خلق، ربط نفس تینوں کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو۔ وہ ایک خدا ترس، اطاعت شعار، رسول رحمت کا جانثار، دیانت دار، صداقت شعار، روادار، پیکر اخلاص، دردمند طبیعت رکھنے والا فردامت ہو، حق گو حق پسند ہو، عصبیت سے بالاتر حلیم و بردبار ہو، قول کا دھنی، تصلب سے آراستہ، شرافت وتہذیب کا پیکر اور شائستگی سے بھرپور ایک اچھا انسان ہو۔ علمی سطح پر اس دور میں مقلد مفتی کے اندر درج ذیل خصوصیتیں ہونی چاہئے۔

نمبر ۱ : ۔مفتی کیلئے ضروری ہے کہ وہ شریعت کے بنیادی مصادر سے واقف ہو۔ خصوصاً کتاب وسنت تفسیر وحدیث کے موجودہ ذخیرے پر وسیع نگاہ ہونی چاہئے تاکہ وہ پوری بصیرت کے ساتھ اپنے ائمہ مذہب کے اقوال کی تفہیم اور تلقین کی ذمہ داری ادا کر سکے اور نت نئے مسائل کے جوابات کتاب وسنت کی جاں بخش ضیاؤں میں اصول ائمہ مذہب سے استفادہ کرتے ہوئے مدلّل طریقے سے پیش کر سکے۔

نمبر ۲ : ۔مفتی جس امام کی تقلید کرتا ہے اس مذہب کی کتابوں اور فقہاء کے علمی مراتب اور طبقات سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو تاکہ اس ناقل مفتی کو اقوال ائمہ کی نقل وروایت میں دشواری پیش نہ آئے اور نہ ہی وہ اس میں تسامح کا شکار ہو بلکہ پوری بصیرت کے ساتھ افتاء کی منصبی ذمہ داری پوری کر سکے۔

نمبر۳: ۔مفتی کوراجح اور مرجوح اقوال کا علم ہونا چاہئے تا کہ کہیں بے علمی میں قول مرجوح پر فتوی نہ دے بیٹھے جبکہ مرجوح پر فتوی دینا باطل ہے۔

نمبر٤: ۔مذہب احناف کی کتابوں کی متاخرین نے بالترتیب تین درجہ بندیاں کی ہیں: (۱) متون (۲) شروح (۳) فتاویٰ۔ ہر ایک درجے میں معتمد اور غیر معتمد دونوں طرح کی کتابیں موجود ہیں مفتی کواس کی واقفیت ہونی چاہئے کہ کون سی کتاب کس خانے میں آتی ہے، آیا وہ معتمد ہے بھی یا نہیں۔

نمبر۵: ۔معتمد اور متداول کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ ہونا چاہئے اور ائمہ مذہب کے اختلاف کی صورت میں رسم المفتی اور آداب افتاء کے دفعات کی پابندی کرنی چاہئے۔یعنی روایت، درایت، ترجیح، تصحیح کے اعتبار سے مضبوط پہلو پر عمل ہو۔

نمبر٦: ۔مفتی کے لئے حالات زمانہ سے واقفیت اور حتیّٰ الوسع رعایت ضروری ہے ورنہ زبر دست فساد کا اندیشہ ہے۔ ''مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اَحْوَالَ زَمَانِهٖ فَهُوَ جَاهِلٌ'' (جو حالات زمانہ سے واقف نہیں وہ نادان ہے مشہور فقیہانہ مقولہ ہے)

نمبر۷: ۔فقہی اصطلاحات مستند کتابوں کے انداز بیان اور مصنفین کے ترتیبی مزاج سے واقفیت بھی ضروری ہے تا کہ اقوال اخذ کرنے میں غلطی نہ ہونے پائے بعض ائمہ سب سے پہلے قوی قول بیان کرتے ہیں پھر ضعیف، بعض کا انداز اس سے مختلف ہوتا ہے۔

نمبر۸: ۔حنفی مفتی کو کسی دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔حنفی مطلقاً امام اعظم کے مذہب پر عمل کرے گا اور حنفی مفتی ہمیشہ حضرت امام اعظم کے قول پر فتویٰ دے گا۔اسی مستحکم اتباع کے سبب سے تو اسے حنفی کہتے ہیں۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں طبع سلیم کے لئے قابل قبول انصاف کی بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے مفتی کا کام یہی ہے کہ مشائخ نے جو فتویٰ دیا ہے اسے نقل کردے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول)

فقہ حنفی کی ایجاد کو بارہ سو سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے۔مذہب حنفی کی عنداللہ مقبولیت کے لئے یہ سند کافی ہے کہ امت مسلمہ کی آبادی کا ۸۰ رفیصد حصہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی اسی مذہب حنفی کی رہنمائی میں کررہا ہے۔عنداللہ مقبول اور صحیح ہونے کی یہ شاندار دلیل ہے۔اس طویل عرصے میں لاکھوں

فقہاء اور ارباب فتاویٰ پیدا ہوئے ان کی لسانی اور قلمی یادگاریں تلامذہ اور تصانیف کی صورت میں منظر عام پر آتی رہیں۔ اسلام بحر و بر کی وسعتوں پر محیط ہو چکا ہے۔ کسے یارا ہے کہ ان کے اجمالی حالات بلکہ اسمائے گرامی ہی شمار کرا سکے۔

سرزمین ہند پر فتاوی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی ہندوستانی اسلام۔ جب سلاطین اسلام نے ہندوستان میں اسلامی علم کو لہرایا تو اسلامی احکام کے نفاذ اور دریافت کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ سلاطین اسلام نے فتاوی کے مجموعے مرتب کرائے جیسے فتاوی عالمگیری، فتاویٰ فیروز شاہی، فتاویٰ اکبر شاہی، فتاویٰ عادل شاہی، فتاویٰ تاتار خانیہ وغیرہ۔ کچھ سلاطین اسلام خود فقہی دولت سے مالا مال تھے۔ جیسے سلطان محمود غزنوی، ظہیر الدین بابر، سلطان عالمگیر اورنگ زیب۔ محمود غزنوی نے خود فقہ پر شاندار کتاب تصنیف فرمائی (التفرید فی الفروع)

دیگر سلاطین نے بھی فتاوے کے مجموعے مرتب کروائے مگر ان تمام کتب فتاویٰ میں جو شہرت فتاویٰ عالمگیری کو حاصل ہے وہ عالمگیر ہے۔ اب تک کئی بین الاقوامی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ دستور اسلامی کی بنیاد زبان عربی اور سلاطین ہند کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ اس لئے دیگر فنون کی طرح فتاویٰ کی کتابیں بھی یا تو عربی یا فارسی زبان میں لکھی گئیں۔

بارہویں صدی کے اخیر میں جب اس سرزمین پر اردو زبان نے قدم جمائے تو یہ وہ دور تھا کہ افغانی سلاطین ہند کے قدم اکھڑ رہے تھے انگریزوں کے تسلط کا آغاز ہو رہا تھا۔ اس لئے اب عوام انفرادی سطح پر علمائے امت سے مسائل میں رجوع کرنے لگے اور اردو فتاوے کے قیمتی مجموعے منظر عام پر آنے لگے۔ جیسے فتاویٰ ارشادیہ علامہ ارشاد حسین رامپوری، فتاویٰ محبوبیہ مولانا احمد حسین خان، فتاویٰ نظامیہ مفتی رکن الدین، فتاویٰ واحدی علامہ عبد الواحد سیوستانی، فتاویٰ مسعودیہ علامہ محمد مسعود نقشبندی، فتاویٰ قیام الملۃ والدین مولانا عبد الباری فرنگی محلی، فتویٰ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ چودہویں صدی کے مجدد محقق محدث امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی فقہی بصیرت کی شاہکار فتاویٰ رضویہ نے فقہ حنفی کی فوقیت و عظمت کو آج مخالفین کے دلوں میں بھی جاگزیں کر دیا ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتویٰ نویسی کا ایک جدید اسلوب سکھایا ہے۔ فقہاء احناف جن کو بالعموم فقہائے رائے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فقہ

حنفی قرآن وحدیث سے نہیں بلکہ محض قیاس واجتہاد سے سمجھا اور سمجھایا گیا ہے۔حالانکہ زمانہ قدیم سے علمائے احناف اسکی تردید کرتے آئے ہیں لیکن امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے فتاویٰ میں اسلوب ہی ایسا اختیار فرمایا کہ مخالفین کے دعوے ھباءً منثوراً ہو گئے۔آپ جب فتوی تحریر فرماتے ہیں تو اولاً آیات قرآنیہ واحادیث کریمہ سے استدلال فرما کر اصول وضوابط کی روشنی میں تصریحات فقہائے احناف پیش کرتے ہوئے دقیق مسائل اور لاینحل امور کی گتھیاں نہایت آسانی سے سلجھا دیتے ہیں۔اس طرح کے ہزار ہا مسائل آپکے فتاویٰ کی زینت ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے جس اسلوب کی بنیاد رکھی آپ کے خلفاء آپ کی بارگاہ کے فیض یافتہ علمائے کرام ومفتیان عظام نے اس اسلوب کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا اور پیش آمدہ مسائل میں اسی کو نمونہ بنا کر فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی اور دے رہے ہیں۔فتاویٰ امجدیہ،فتاویٰ مصطفویہ،فتاویٰ نوریہ،فتاویٰ فیض الرسول،فتاویٰ نعیمیہ،فتاویٰ بحرالعلوم،فتاویٰ ملک العلماء وغیرہ اس نمونہ کی واضح مثالیں ہیں۔

الفیوض النبویہ فی فتاویٰ یارعلویہ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوبصورت کڑی ہے۔جس میں صدہا مسائلِ فقہ حنفی قرآن وحدیث کی روشنی میں شرح وبسط اور تحقیق انیق کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں جو حضرت علامہ مفتی منظور احمد صاحب قبلہ یارعلوی کی ۱۸؍سالہ خدمت افتاء کا قیمتی خزانہ اور خوبصورت شاہکار ہے۔مجھ جیسے کم علم کو فتاویٰ پر کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ راقم الحروف کی نظر سے فتاویٰ یارعلویہ کے کچھ خوبصورت فتاوے ایسے گزرے جنہیں پڑھنے کے بعد طبیعت لالہ زار ہوگئی۔

۳۰؍سے زائد موضوعات پر حضرت مفتی منظور احمد صاحب قبلہ یارعلوی کے نوک قلم سے صادر ہونے والے فتاوے اپنی جامعیت ومعنویت کے اعتبار سے خوب سے خوب تر ہیں۔اس بوستان فقہ میں خَیْرُ الْکَلَامِ مَاقَلَّ وَمَادَلَّ کے گلہائے رنگارنگ بھی ہیں اور قرآن وحدیث وفقہ حنفی کے بحر ذخار کی تلاطم خیز لہریں بھی جو ساحل پر کھڑے تشنہ لبوں کی سیرابی،غبار آلود چہروں کی صفائی کرتی ہوئی سخت ناہموار بنجر زمینوں کو ہموار کرتی ہوئی باغ وبہار کا نظارہ پیش کرتی ہیں۔حضرت علامہ مفتی منظور احمد صاحب قبلہ یارعلوی ابن حبیب اللہ مقام سیکھوئیا،پوسٹ مڑلا نانکار،ضلع سدھارتھ نگر،یوپی (م ۲۹؍شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۱؍اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز دوشنبہ مبارکہ) کی ذات شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے اس مشہور زمانہ شعر

کی مصداق ہے۔

خدارا برآں بندہ بخشائش است
کہ خلق از وجودش درآسائش است

خدا کی بخشش اس بندے پر ہوتی ہے جس سے خلق خدا کو آرام ملتا ہے۔ حضرت علامہ مفتی منظور احمد صاحب قبلہ یار علوی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کی فصل نو بہار ہیں۔ آج جو کچھ بھی ان کے دامن میں ہے اور جو کچھ وہ ہیں وہ انکے والدین کریمین کی آہ سحرگاہی و اساتذۂ کرام کی نظر عنایت، فیض الرسول کا فیض، مظہر شعیب الاولیاء حضور خلیفہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دامن کرم سے وابستگی کا نتیجہ ہے۔ حضور خلیفہ صاحب قبلہ کی شرافت و کرامت وولایت کسی سند کی محتاج نہیں کہ میں ان کا تعارف کراؤں۔ خانقاہ یار علویہ کا شمار ملک کی عظیم خانقاہوں میں سے ہے۔ اس کے فیض کا دریا آج ملک کی سرحدوں کو توڑ کر بہ رہا ہے۔ اسکے زیر سایہ چلنے والا دارالعلوم فیض الرسول آج ملک کی عظیم دانشگاہوں میں ایک عظیم ترین دانشگاہ ہے۔ جہاں ابتداء سے ہی ملک کی نابغۂ روزگار ہستیاں مسند تدریس کی زینت بن کر نونہالان اسلام کو اسلامی رنگ وروغن سے مزین کر کے اسلامی دولہا بناتی رہی ہیں۔ تاہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے خدا کرے یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے۔

مولانا مفتی منظور احمد صاحب قبلہ یار علوی نے دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف سے فراغت حاصل کرنے کے معاً بعد دارالعلوم محمدیہ ممبئی میں داخلہ لیا یہ انکی فیروز بختی ہے کہ اسی بہانے سے انہیں حضور اشرف العلماء علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ حضور اشرف العلماء کی ہشت پہلو شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کے علم وفضل، حسب ونسب، شرافت وکرامت کو دیکھتے ہوئے آپ کے استاذ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان فرمایا کرتے تھے کہ حامد میاں اللہ کے ولی ہیں۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس تعارف کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ اب قیامت تک کسی دوسرے تعارف کی ضرورت نہیں۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے یہ جملے کہ حامد میاں اللہ کے ولی ہیں کافی ہیں۔ بعد فراغت مولانا موصوف ملک کے مختلف مقامات پر کم وبیش تین سالوں تک درس وتدریس، امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ تا آنکہ ۱۹۹۴ء میں اپنے رفیق درس حضرت مولانا شہادت حسین صاحب قبلہ کی تحریک پر دوبارہ ممبئی میں بغرض خدمت دین واشاعت سنیت وارد

ہوئے۔مولانا شہادت حسین صاحب قبلہ مولانا مفتی منظور احمد یار علوی کیلئے خضر راہ ثابت ہوئے اور جامع مسجد سانتا کروز حسن آباد میں حضرت علامہ مفتی شعبان علی حبابی علیہ الرحمۃ والرضوان کی صحبت پاکیزہ میں نیابت کی ذمہ داری مرحمت فرمائی۔حضرت مولانا مفتی منظور احمد یار علوی حضرت علامہ مفتی شعبان علی حبابی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہشت پہلو شخصیت سے خوب خوب فیضیاب ہوئے اور انکی معیت نے مولانا کو غیر معمولی تجربات ومشاہدات سے ہمکنار کیا۔جس کا ذکر وہ بار بار اپنی مجلسی گفتگو میں کرتے رہتے ہیں۔ سرزمین ممبئ میں حضرت علامہ مفتی شعبان علی حبابی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ممبئ میں اگر خدمت دین کے حوالے سے علماء اہلسنت کے اسماء گرامی کی فہرست رقم کی جائے اور اگر اس فہرست میں علامہ حبابی علیہ الرحمہ کا نام درج نہ کیا جائے تو وہ فہرست نامکمل ہوگی۔یوں تو ہمیشہ علامہ حبابی علیہ الرحمہ حضرت مولانا مفتی منظور احمد یار علوی پر ساون کی طرح فیض نعیمی کی پھوار برساتے رہے مگر اپنے زندگی کے آخری دور میں اپنے کاشانے پر ایک مجلس میں بھادوں کی طرح ٹوٹ کر برسے۔ایسا برسے کہ اپنی اجازت وخلافت سے شرابور کرتے ہوئے اجازت درس حدیث وقراءت سے بھی نوازا۔

خوش قسمتی سے جس وقت وہ فیض نعیمی کی گھٹا بن کر برس رہے تھے اس نورانی برسات میں مولانا اکیلے نہیں تھے فقیر راقم الحروف بھی تھا۔خلیفۂ حضور فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی محمد رئیس القادری برکاتی استاذ دارالعلوم اہلسنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئ محسن العلماء خلیفۂ حضور فقیہ ملت حضرت علامہ عبدالجبار خان قادری ناظم اعلیٰ دارالعلوم اہلسنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئ،حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب قبلہ،حضرت مولانا غلام معین الدین صاحب قبلہ چشتی،حضرت مولانا محمد عثمان ہاشمی صاحب قبلہ بھی تھے۔اس وقت مثل سورج جو امیر کے محل کو روشن کرتا ہے اور غریب کے جھوپڑے کو بھی بلا تفریق منور کرتا ہے،روشنی بانٹنے میں کوئی بھید بھاؤ نہیں کرتا،حضرت نے ہم سبھی حضرات کو بھی اپنے کرم سے شرابور کرتے ہوئے اجازت وخلافت واجازت درس حدیث وقراءت سے نوازا۔بڑی نورانی مجلس تھی،زندگی کی یادگار مجلس۔اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مفتی شعبان علی حبابی علیہ الرحمہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور انکی قبر کو منور فرمائے۔آمین۔

سانتا کروز کی ملازمت کے دوران مولانا کے بخت بیدار نے ایک نئی کروٹ لی جوان کی زندگی کے لئے سنگ میل ثابت ہوئی۔ماسٹر غلام عبدالقادر نظامی بانی دارالعلوم اہل سنت فیضان برکاتیہ کاندیولی

کی رہنمائی اور مرحوم حاجی محمد انور صاحب ناگوری صدر دار العلوم اہلسنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی کی تائید اور محسن العلماء خلیفۂ حضور فقیہ ملت حضرت علامہ عبد الجبار خان قادری ناظم اعلیٰ دار العلوم اہلسنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی کی منشاء ومرضی سے دار العلوم اہلسنت برکاتیہ کے شعبۂ نظامیہ میں بحیثیت مدرس تقرری ہوئی۔ یہیں سے مولانا مفتی منظور احمد یار علوی کا ارتقائی سفر تیز گام ہوا۔ اپنے علم وعمل اور حسن آداب واخلاق وعادات وخدمات کی وجہ سے عند العلماء وطلبہ ومحسن العلماء وارا کین ادارہ کی نظر عنایات کا مرکز بن گئے۔ چند سالوں میں ہی ان کا شمار ادارے میں صف اول کے مدرسین میں ہونے لگا محسن العلماء کی خوبصورت جوہر شناس نگاہوں نے مفتی منظور احمد یار علوی کے اندر چھپی ہوئی فقہی بصیرت کو پہچان لیا اور ایک دن ارا کین ادارہ سے گفت وشنید کے بعد اساتذۂ کرام کے درمیان دار الافتاء کی ذمہ داری کو ان کے سپرد کرتے ہوئے ادارے کا مفتی بنا کر معراج زندگی عطا کر دی۔ محسن العلماء کی جانب سے عطا وبخشش کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا رہا یہاں تک کہ مفتی صاحب کے بخت بیدار کا وہ لمحہ بھی آ گیا جس میں سلسلہ برکاتیہ کے فیضان سے فیضیاب ہونا لکھا تھا۔ محسن العلماء نے اپنی اجازت وخلافت سے نواز کر مفتی صاحب کی باوقار شخصیت پر اپنے بھر پور اعتماد کی مہر ثبت کر دی خوش قسمتی سے راقم الحروف بھی اس ساعت سعید میں مفتی صاحب کے ساتھ تھا۔ محسن العلماء نے مجھے بھی اپنے جود کی دریا سے سیراب کرتے ہوئے اجازت وخلافت سے نواز کر فیض برکاتی سے فیضیاب کر دیا۔

۲۳/ جولائی ۲۰۰۰ء کو مفتی صاحب نے ایک انقلابی فیصلہ لیتے ہوئے جامع مسجد سانتا کروز سے کمیٹی کے بے جا ومن مانی حرکتوں سے بیزار ہو کر استعفاء دیدیا۔ اس دوران شہنشاہ ورسوا سید شکر اللہ شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ مبارکہ کی مسجد میں امامت وخطابت کی جگہ خالی ہوئی۔ محسن العلماء اور حضرت مولانا توقیر صاحب قبلہ مصباحی کی رہنمائی اور حضرت مولانا نظام الدین صاحب قبلہ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ خطیب وامام جامع مسجد ورسوا کی مکمل تائید وحمایت کے زیر سایہ منصب امامت وخطابت پر فائز ہوئے۔ تادم تحریر فائز ہیں۔ خدا کرے تادیر فائز رہیں۔ سیدی شکر اللہ شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کا بافیض آستانہ مرجع خلائق ہے۔ اس آستانہ کی بابرکت نسبت نے مفتی صاحب کو آج علاقائی سطح پر اہل سنن کا مرجع بنا دیا ہے۔

مفتی صاحب کی یہ فیروز بختی ہے کہ انہیں ایسی بابرکت جگہ پر امامت وخطابت کے ذریعہ خدمت دین کا موقع ملا اور دار العلوم اہل سنت برکاتیہ جیسے باوقار ادارے میں منصب افتاء۔

دارالعلوم اہلسنت برکاتیہ عروس البلاد ممبئی کا ایک ایسا عظیم دینی ادارہ ہے جس نے دو دہائیوں میں اپنی بیش بہا خدمات سے عوام وخواص کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔آج صوبائی سطح پر اس ادارہ کا شمار چیدہ اداروں میں ہوتا ہے ملک کے کونے کونے سے تشنگان علوم نبویہ جوق در جوق حاضر ہورہے ہیں ماہرین علم وفن کی ایک فعال ٹیم حضور محسن العلماء کی سرکردگی میں نونہالان اسلام کو زیور علم وفن سے آراستہ و پیراستہ کرنے میں شب وروز ایک کئے ہوئے ہے۔آج فارغین برکاتیہ ابر باراں کی طرح ملک کے مختلف علاقوں میں اپنی اپنی جگہوں پر امت کے راستے سے جہالت کی کیچڑ کو برکاتی برکھا سے دھل رہے ہیں۔امت فیضیاب ہورہی ہے۔برکاتیہ پروان چڑھ رہا ہے۔یہ سب کچھ فضل خدا، رحمت رسول، کرم بزرگان دین ہے۔بہی خواہوں کی تعداد میں اللہ روز بروز اضافہ فرمارہا ہے۔ کچھ حاسدین بھی ہیں جو اپنی لگائی آگ میں خود جل رہے ہیں اوران شاء اللہ جل کر خاک ہو جائیں گے۔یہ سب عوام اہلسنت اور اساتذۂ برکاتیہ واراکین برکاتیہ کی مشترکہ مساعی جمیلہ ہے۔اس خوبصورت اشتراک کا نقطۂ پرکار محسن العلماء خلیفۂ حضور فقیہ ملت حضرت علامہ عبدالجبار خان قادری صاحب کی ذات بابرکت ہے۔اٹھارہ سالوں میں دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ کے دارالافتاء میں آنے والے سائلوں کے سوالوں کے جوابوں کا ایک حسین گلدستہ بنام ''الفیوض النبویہ فی فتاویٰ یارعلویہ'' حضرت علامہ مفتی منظور احمد یارعلوی نے سجا کر قوم کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خوبصورت کوشش کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرما کر ان کے اور انکے والدین واساتذہ کے لئے توشۂ آخرت بنادے اور عوام وخواص میں قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مفتی صاحب کے علم وعمر میں برکتیں عطا فرمائے اور ان سے مزید خدمت دین لیتا رہے۔(آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم)

محتاج دعا

عبدالقیوم قادری

9220669670

فضیلت قرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں؟

زید جوایک مسجد کا امام ہے اس نے بوسیدہ قرآن عظیم کوایک کنواں میں ڈلوایا جس میں مختلف قسم کی غلاظتیں ڈالی جاتی تھیں اوراس کنویں کے حالات کے علم ہونے پراس نے یہ بھی کہا کہ تو کیا ہوا جو ڈلوادیا؟ گذارش یہ ہے کہ ایسے امام کی امامت درست ہے یانہیں اوراس کی اقتداء میں پڑھی گئیں نمازیں درست ہیں یانہیں؟ احکام شرع سے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی (مولانا) کلیم اللہ صاحب قادری خطیب وامام محمدیہ مسجد، قدم نگر جوگیشوری ممبئ

الجواب ھو الموفق للحق و الصواب-----------

قرآن مجید اگر بوسیدہ ہوگیا اوراس قابل نہ رہا کہ اس سے تلاوت کی جاسکے اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اوراق منتشر ہوکر ضائع ہوں گے توکسی پاک کپڑے میں لپیٹ کراحتیاط کی جگہ دفن کردیا جائے اور دفن میں اس کے لئے لحد بنائی جائے تاکہ اس کے اوپر مٹی وغیرہ نہ پڑے یااس پر تختہ لگا کرچھت بنائیں اور اس پر مٹی ڈالیں۔مصحف شریف بوسیدہ ہوجائے تواسے جلایا نہ جائے۔

(بہارشریعت حصہ شانزدہم ص/۱۱۸)

قرآن عظیم میں پروردگارعالم ارشادفرماتا ہے: "لَایَمسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ" (پارہ ۲۷/سورۂ واقعہ) نہ چھوئیں قرآن کومگر باوضولوگ۔تو جب اسے بے وضوچھونا ناجائزوحرام ٹھہرا تواسے غلاظت اور نجس جگہ ڈلوانا بدرجۂ اولیٰ ناجائزوحرام ہوگا۔

اورمعاذاللہ! اگربقصد توہین اسے زید نے اس کنوئیں میں ڈلوایا جس میں مختلف قسم کی غلاظتیں ڈالی جاتی تھیں تو یہ صراحتاً کفر ہے۔جیسا کہ (بہارشریعت حصہ شانزدہم ص/۱۱۸) پرتحریر ہے کہ قرآن مجید پراگرکسی نے بقصد توہین پاؤں رکھا تو کافر ہوجائے گا۔جب پاؤں رکھنے سے کافر ہوجائیگا تو اسے غلاظت والے کنوئیں میں بقصد توہین ڈلوانے سے یقیناً کافر ہوجائے گا۔قرآن عظیم صفات باری تعالیٰ ہے۔جس طرح اس کی ذات کی تعظیم وتوقیر لازم وواجب ہے اسی طرح اس کی صفات کی بھی تعظیم لازم و

واجب ہے اور ذات خدا وصفات خدا کی توہین یقیناً کفر ہے۔

لہٰذا صورت مذکورہ میں زید کیلئے تجدید ایمان وتجدید بیعت اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح ضروری ہے اور اس کی اقتداء میں اس عمل کے بعد پڑھی گئیں نمازیں سب واجب الاعادہ ہیں۔ اور اگر بقصد توہین نہ ڈلوایا ہو تب بھی توبہ واستغفار لازم! کہ اس کی ذات سے قرآن عظیم کی بے حرمتی ہوئی۔ زید اگر ایسا نہ کرے تو اسے منصب امامت سے برخواست کردیں اور سب مسلمان مل کر اس کا بائیکاٹ کریں۔ مزید برآں یہ کہ جب امام کو مقام مغلظ کی خبر دی گئی تو امام کا یہ کہنا: ''تو کیا ہوا جو ڈلوادیا'' یہ توہین بالقصد کے مترادف ہے۔ لہٰذا امام کو بہرحال توبہ وتجدید ایمان ضروری ہے۔ **هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ**

کتبہ: منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی
خادم الافتاء دار العلوم اہل سنت برکاتیہ جوگیشوری ممبئی
الجواب صحیح: شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

فضیلت علماء کرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ: چند حضرات یہ کہتے ہیں کہ عالم مسجد کے امپلائز (نوکر) ہیں اور اگر ہم لوگ شریعت کے خلاف کام کرتے ہیں تو عالموں کو کیا حق پہونچتا ہے ہمیں کچھ کہنے کا؟ یہ لوگ تو ہماری قبر میں نہیں آنے والے۔کیا ہم ان لوگوں کو کھانا، کپڑا اور چندہ اسی لئے دیتے ہیں کہ یہ لوگ ہماری پول پٹی کھولیں؟ ان کو کوئی بھی حق نہیں پہونچتا ہمیں کچھ کہنے کا۔ہم چاہے شریعت کے خلاف جائیں یا کچھ بھی کریں۔ان کے تو خود کے اعمال ایسے ہیں کہ اللہ اگر ان کو بخش دیگا تو ضرور اسے شرابی کو بھی بخشنا پڑے گا۔

چند حضرات اس بات کو ہمیشہ دہراتے رہتے ہیں کہ عالموں کو اگر تنخواہ نہ دیں تو یہ لوگ نماز بھی نہیں پڑھائیں گے۔حضرت ہم اس مسئلہ میں آپ سے فتوٰی طلب کرتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں جو ایسے الفاظ سے علماء کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے اسلامی شریعت میں کیا سزا ہے؟

المستفتی: شیخ جعفر

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

”عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیْ قَالَ ذُکِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَجُلَانِ اَحَدُھُمَا عَابِدٌ وَالْاٰخِرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ وَاَھْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَۃِ فِیْ جُحْرِھَا وَحَتَّی الْحُوْتِ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ“ (ترمذی ومشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک ان میں سے عابد تھا دوسرا عالم تو سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو بھلائی سکھانے والے پر خدائے تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نیز زمین

وآسمان کے رہنے والے یہانتک کہ چونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں۔

صورت مسئولہ میں عالم کونوکر کہنا اوراس کی توہین کرنا اگراس نیت سے ہے کہ وہ عالم ہے تو یہ صراحتاً کفر ہے۔جیسا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔اوراگرایسا نہیں ہے تب بھی شخص مذکور فی السوال گمراہ، انتہائی بے باک وجری ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

”عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مَنْ رَأَی مِنکُمْ مُنکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ وَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ وَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَان (مشکوٰۃ ص/٤٣٦)

تم میں اگر کوئی شخص کسی کو خلاف شرع کام کرتا دیکھے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر روک دے اگر طاقت نہ ہوتو زبان سے ورنہ دل میں برا جانے۔ یہ اختیار تو نبی کریم ﷺ نے عام مسلمانوں کو دیا ہے۔ جبکہ عام مسلمانوں سے عالم کا مرتبہ کہیں زیادہ ہے۔تو یقیناً اسے برائیوں پر گرفت کا حق حاصل ہوگا۔اور عالم کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوتا بلکہ وہ حاکم ہوتا ہے۔اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو اس گستاخ کو شرعی سزادی جاتی۔ بہرحال ایسا شخص انتہائی کمینہ اور جری علی الکبائر ہے۔مسلمانوں کو اس بدبخت سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔اوراس کا کھل کر بائیکاٹ کرنا چاہئے۔

”انکے خود کے اعمال تو ایسے ہیں کہ اللہ اگر ان کو بخش دے گا تو ضرور اسے شرابی کو بھی بخشنا پڑے گا“ مذکورہ عبارت کفریہ ہے وہ اس طرح کہ بخشنا پڑے گا اللہ تبارک وتعالیٰ کو وہ پابند کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ کسی کا پابند نہیں وہ جیسا چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسا چاہے کرے۔کسی کا اس پر زور نہیں۔شخص مذکور پر توبہ واستغفار کے ساتھ ساتھ تجدید ایمان اوراگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح لازم وضروری ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ: منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

خادم الافتاء دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ جوگیشوری ممبئی

الجواب صحیح والمجیب فصیح: شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحاح ستہ سے گیارہ اہم موضوعات پر اہل حدیث کا تردیدی
(عظیم الشان ذخیرہ)

۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء

الاربعین فی ردغیرالمقلدین

جمعھن
الشیخ العالم الفاضل الشاہ الحاج المفتی
منظور احمد یار علوی
الاستاذلدراسة النظامیه بدارالعلوم اہل سنت برکاتیه غلشن نغر
جوغیشوری(مغرب)ممبائی. ۴۰۰۱۰۲
خطیب وامام
درگاه مسجد سید شکر اللّٰہ شاه بابا ورسوا اندهیری (مغرب)مبائی ۴۰۰۰۶۱

میں اپنی اس کاوش (الاربعین فی رد غیر مقلدین) جو کتاب العقائد کے پہلے سوال کا جواب ہے۔ اسے حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی بارگاہ کرم میں اس امید کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہاہوں کہ چہل حدیث کی محافظت پر جو بشارت عظمیٰ نبی کریم ﷺ نے امت کو عطا فرمائی ہے اس سے اس فقیر کے والدین کریمین مشفقین یعنی عازم حرمین طیبین

مرحوم ومغفور حبیب اللہ ابن الٰہی بخش

(م ٦ر ربیع الاول ١٤٣٢ھ مطابق ٢٢ر فروری ٢٠١٠ء بروز اتوار)

ومرحومہ ومغفورہ حجیانی بشیرہ خاتون

(م ٢٣ر رجب المرجب ١٤٢٣ھ مطابق ١٤ر جون ٢٠١٢ء بروز جمعرات)

(غفر اللہ لھما ونوّر مرقدھما)

کو بھی حصہ مل جائے جنھوں نے اس فقیر کو عالم دین مصطفیٰ ﷺ بنانے کے لئے مشفق اساتذہ کرام کی مقدس بارگاہوں میں ہر تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے پیش کیا، طرح طرح کی دشواریاں اٹھائیں اور صبح ومساء دعائیں دیکر مجھے اس لائق کیا۔ مولیٰ تعالیٰ انکی مغفرت فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور شفاعت رسول اکرم ﷺ سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

ابر رحمت انکی مرقد پر گہر باری کرے ☆ حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فقط والسلام

ابوالاختر منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

دار العلوم اہلسنت برکاتیہ جوگیشوری ممبئی

کتاب العقائد

حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: غیر مقلدین (اہلحدیث) کے فریب سے امت مسلمہ کو آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد نسیم یار علوی سونی برگدوا، کپل وستو، نیپال

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

مذہب حقہ کے خلاف نت نئے فتنوں میں سے ایک خطرناک فتنہ غیر مقلدیت کا ہے۔جس نے اپنے خودساختہ ومزعومہ خیالات کو دین کا نام دے رکھا ہے۔غیر مقلدوں کا اصلی نام وہابی ہے، لقب نجدی۔کیوں کہ ان کا مورث اعلیٰ محمد ابن عبدالوہاب ہے جو خود نجد کا رہنے والا تھا۔اگر انہیں مورث اعلیٰ کے طرف منسوب کیا جائے تو وہابی کہا جاتا ہے۔اور اگر جائے پیدائش کی طرف نسبت کی جائے تو نجدی جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو کاروں کو مرزائی کہتے ہیں اور قادیانی بھی پہلی نسبت مورث کی طرف ہے دوسری نسبت جائے پیدائش کی طرف۔تمام فرقوں میں سب سے زیادہ خطرناک وہابی فرقہ ہے جس کی پیشین گوئی خود حضور ﷺ نے کی تھی کہ نجد کے متعلق ارشاد فرمایا:

"هُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَيَخْرُجُ مِنهَا قَرْنُ الشَّيْطَانِ"

غرضیکہ اس فرقہ کا جننے والا محمد ابن عبدالوہاب نجدی ہے اور اس کا ہندوستان میں پرورش کرنے والا اسماعیل دہلوی ہے۔یہ فرقہ عام مسلمانوں کو مشرک اور صرف اپنی جماعت کو موحد کہتا ہے۔مقلدین کا جانی دشمن اور ائمۂ اربعہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان اقدس میں ایسے تبرّے کرتے ہیں جیسے شیعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں۔

مگر اپنا عیب چھپانے کیلئے اپنے آپ کو اہل حدیث یا عامل بالحدیث کہتے ہیں۔یہ لوگ پہلے تو اپنے آپ کو فخریہ طور پر وہابی کہتے تھے۔چنانچہ ان کی کتاب کا نام تک تحفہ وہابیہ وغیرہ ہے۔مگر اب وہابی کے نام سے چڑھتے ہیں۔اِن کے عقائد واعمال نہایت ہی گندے، اسلام ومسلمانوں کے دامن پر بدنما داغ ہیں۔ہم یہاں اہل حدیث نام پر مختصر سا تبصرہ کرتے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان کا نام بھی جھوٹا ہے۔

اہل اسلام سے امید انصاف ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور اسکے محبوب ﷺ سے امید قبول ہے۔

خیال رہے کہ دنیا میں کوئی اہل حدیث یا عامل بالحدیث ہو ہی نہیں سکتا۔کسی کا اہل حدیث یا عامل بالحدیث ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ نقیضین یا ضدین کا جمع ہونا غیر ممکن۔کیوں کہ حدیث کے لغوی معنیٰ ہیں بات، گفتگو، کلام جیسا کہ رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) ’’فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ‘‘

ترجمہ۔قرآن کے بعد کون سی بات پر ایمان لاؤ گے۔

(۲) ’’اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثَ‘‘ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے اچھا کلام نازل فرمایا۔

(۳) ’’وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ‘‘

ترجمہ۔بعض لوگ وہ ہیں جو کھیل کی باتیں ناول وقصے خریدتے ہیں تا کہ اللہ کے راہ سے بہکائیں۔

اس تیسری آیت میں ناول قصے کہانیوں کو حدیث فرمایا گیا ہے۔اصطلاح شریعت میں حدیث اس کلام وعبارت کا نام ہے جس میں حضور ﷺ کے اقوال یا اعمال اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال واعمال بیان کئے جائیں۔اس عامل بالحدیث فرقہ سے سوال ہے کہ تم کون سی حدیث پر عامل ہو؟ لغوی یا اصطلاحی؟ اگر لغوی حدیث پر عامل ہو تو چاہئے کہ ہر ناول گو، قصہ خواں، اہل حدیث ہو کہ وہ حدیث یعنی باتیں کرتا ہے۔ ہر سچی جھوٹی بات پر عمل کرتا ہے۔اور اگر اصطلاحی حدیث پر عامل ہو تو پھر سوال ہوگا کہ ہر حدیث پر عامل ہو یا بعض پر؟ دوسرا باطل ہے۔کیوں کہ حضور ﷺ کے کسی نہ کسی فرمان پر ہر شخص ہی عامل ہے۔حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔ ہر مشرک وکافر اس کا قائل ہے۔ وہ سب ہی اہلحدیث ہو گئے۔تم حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مسلمانوں کو اہلحدیث کیوں نہیں مانتے یہ تو ہزار ہا حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔

اور اگر اہل حدیث کا معنیٰ ہے: ’’حضور ﷺ کی ساری حدیثوں پر عمل کرنے والے‘‘ تو یہ ناممکن ہے۔کیوں کہ حضور ﷺ کی بعض حدیثیں منسوخ ہیں، بعض ناسخ ہیں، بعض حدیثوں میں حضور ﷺ کے وہ خصوصی اعمال شریف بیان ہوئے ہیں جو حضور ﷺ کیلئے مباح یا فرض تھے اور ہمارے لئے حرام ہیں۔جیسے کہ منبر پر نماز پڑھنا، اونٹ پر طواف فرمانا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے سجدہ دراز

فرمانا، حضرت امامہ بنت ابی العاص کو کندھے پر لیکر نماز پڑھنا، نو بیویاں نکاح میں رکھنا، بغیر مہر نکاح ہونا، ازواج میں عدل واجب نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

بلکہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کلمہ یوں پڑھتے تھے ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ غیر مقلد اسی حدیث پر عمل کر کے اسی طرح کلمہ کا ورد کریں اگر مرزا قادیانی کی طرح تمام دنیا ان کی تواضع لعنت سے نہ کرے تو کہنا!

غرضیکہ حدیث میں حضور ﷺ کے ایسے اقوال و اعمال بھی مذکور ہیں جو حضور ﷺ کے لئے مجد و کمال ہیں اور ہمارے لئے کفر و وبال۔ عامل بالحدیث صاحبان کو چاہئے کہ ان پر بھی عمل کیا کریں تا کہ ہر حدیث پر عمل ہو جائے۔ بہر حال کوئی بھی شخص امت کا ہر حدیث پر عمل کر ہی نہیں سکتا جو اس معنیٰ سے اپنے آپ کو اہلحدیث کہے وہ جھوٹا ہے۔ جب نام میں ہی جھوٹ ہے تو ظاہر ہے کہ کام بھی سارے کھوٹے ہی ہوں گے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ'' لازم پکڑو میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو۔ یہ نہ فرمایا کہ میری حدیث لازم پکڑو۔ کیوں کہ ہر حدیث لائق عمل نہیں، ہر سنت لائق عمل ضرور ہے۔ حضور ﷺ کے وہ اعمال طیبہ جو منسوخ نہ ہوئے ہوں اور حضور سے خاص بھی نہ ہوں بلکہ امت کیلئے لائق عمل ہوں انہیں سنت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ہمارا نام اہل سنت بالکل حق و درست ہے۔ ہم بفضلہٖ تعالیٰ حضور کی ہر سنت پر عامل ہیں اور اس پر عمل ممکن ہے۔ مگر وہابیوں کا نام اہل حدیث بالکل غلط ہے اس لئے کہ ہر حدیث پر عمل ناممکن ہے۔

سادہ ذہن سنی عوام کو صحیح حدیث کا دھونس دے کر اغوا کرنا ان کا شیوہ ہے۔ حالانکہ ان بے چاروں، عقل کے ماروں کو خود ہی صحیح و غلط کی تمیز آج تک نہ ہوسکی۔ جن کے مَبْلَغِ علم کا یہ حال ہے کہ حدیث صحیح کو غلط کے مقابل گردانتے ہیں۔ حالانکہ حدیث صحیح اقسام حدیث کی ایک قسم ہے۔ یعنی حدیث اپنی روایت و درایت کے لحاظ سے صحیح کے مقام پر ہے۔

حدیث صحیح کی تعریف ملاحظہ ہو:

''هُوَ مَا اتَّصَلَ اِسْنَادُهٗ بِنَقْلِ الْعَدْلِ الضَّابِطِ ضَبْطًا تَامًّا عَنْ مِثْلِهٖ اِلٰى مُنْتَهَى السَّنَدِ مِنْ غَيْرِ شُذُوْذٍ وَّلَا عِلَّةٍ قَادِحَةٍ''

یعنی جس حدیث کے راوی متصل السند، عادل، تام الضبط ہوں اور وہ حدیث غیر شاذ و غیر معلل ہو۔

ان پانچ شرطوں پر جو حدیث پوری اترے اسے حدیث صحیح کہتے ہیں اور اگر یہ شرطیں یا ان میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو یہی حدیث یا تو صحیح لغیرہٖ ہوگی یا حسن لذاتہٖ ہوگی یا حسن لغیرہٖ ہوگی وغیرہ وغیرہ نہ کہ یہ مطلب ہے کہ یہ حدیث ان کے معیار پر نہ اترے تو وہ غلط ہے جیسا کہ ان عقل کے ماروں نے سمجھا ہے کہ اسے سرے سے غلط ہی کہہ دیا۔ اس نئے گروہ نے اہل سنت کے خلاف فتنہ انگیزی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ چنانچہ اہل حق کے ان متفقہ مسائل سے بھی اختلاف کیا ہے جو سلف وخلف سے بالتواتر ثابت ہیں۔ مثلاً اختیار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ختم نبوت، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اہل بیت وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، فضائل اولیاء کرام، وقوع طلاق ثلٰثہ ایک ہی مجلس میں، ایصال ثواب وغیرہ کا انکار کر کے امت مسلمہ کو فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا ان سارے موضوعات پر صحاح ستہ سے چالیس حدیثوں کا مجموعہ بنام **الاربعین فی رد غیر المقلدین** پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

اختیارات مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سَعِیْدٍعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِاِنَاءٍ وَهُوَبِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ یَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَنْبَعُ مِن بَیْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّأَالْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثُ مِائَةٍ اَوْ زُهَاءَ ثَلٰثِ مِائَةٍ (بخاری ج،۱،ص۵۰۴)

ترجمہ: حدیث دیا ہم کو محمد بن بشار نے حدیث دیا ہم کو ابن ابو عدی نے روایت کرتے ہوے سعید سے وہ روایت کرتے ہیں قتادہ سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کا ایک برتن پیش کیا گیا اور وہ 'زورا' کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے برتن کے اندر اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے دریافت کیا کہ آپ لوگ کتنے تھے جواب دیا تین سو یا تین سو کے لگ بھگ۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدِ الزُّبَیْرِیّ حَدَّثَنَا اِسْرَأِیْلُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ کُنَّا نَعُدُّ الْاٰیٰتِ بَرْکَةً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِیْفًا کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فُضْلَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَاءُوْا بِاِنَاءٍ فِیْهِ مَاءٌ قَلِیْلٌ فَاَدْخَلَ یَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الطُّهُوْرِ الْمُبَارَکِ وَالْبَرْکَةِ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَأَیْتُ الْمَاءَ یَنْبَعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَقَدْ کُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ یُؤْکَلُ (بخاری ج۱،ص ۵۰۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ ہم معجزات کو باعث برکت سمجھتے تھے اورتم ان کو تخویف کا باعث سمجھتے ہو۔ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے پانی کم ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تھوڑا سا بچا ہوا پانی تلاش کرلاؤ تو لوگ ایک برتن لاے جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا۔ حضور ﷺ نے اپنا مقدس ہاتھ برتن میں ڈال دیا اوراس کے بعد فرمایا برکت والے پانی کے پاس آؤ اور برکت خدا کی طرف سے ہے۔ پس میں نے قطعی طور پر دیکھا کہ حضور ﷺ کی مقدس انگلیوں کی گھائیوں سے پانی ابل رہا تھا اور ہم سنتے تھے کھانے کی تسبیح کو اور کھایا جا رہا تھا۔

(۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اِنَّ اَهْلَ مَکَّةَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ یُرِیَهُمْ آیَةً فَارَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَیْنِ حَتّٰی رَأَوْا حِرَآءَ بَیْنَهُمَا (بخاری ا،ص ۵۴۶)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مکہ والوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا آپ کوئی معجزہ دکھائیں تو سرکار اقدس ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے فرما کر انہیں دکھا دیا یہاں تک مکہ والوں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ احادیث مذکورہ بالا اختیارات نبی ﷺ کی روشن دلیل ہیں۔

علم غیب مصطفیٰ ﷺ

(۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَيَانَ الْتَيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ ذُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ الْنَّبِيُّ ﷺ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَاالْاِيْمَانُ قَالَ الْاِيْمَانُ اَنْ تُوْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَبِرُسُلِهٖ وَتُوْمِنَ بِالْبَعْثِ قَالَ مَاالْاِسْلَامُ قَالَ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ وَتُقِيْمَ الْصَلٰوةَ وَتُوَدِّيَ الْزَكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ مَاالْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يُرَاكَ قَالَ مَتٰى الْسَّاعَةُ قَالَ مَاالْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ الْسَائِلِ وَسَاُخْبِرُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا اِذَاوَلَدَتِ الْاَمَةُ رَبَّهَا وَاِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهُمِ فِي الْبُنْيَانِ فِيْ خَمْسٍ لَايَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ تَلَا الْنَّبِيُّ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْسَّاعَةِ الْاٰيَةَ. ثُمَّ اَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوْهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ يُعَلِّمُ الْنَّاسَ دِيْنَهُمْ (بخاری شریف ج ا ص ۱۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ باہر لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اسی درمیان آپ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور ایمان لائے بعث بعد الموت پر (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر) اس نے عرض کیا اسلام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اس نے عرض کیا احسان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت اس انداز سے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہو تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے عرض کیا قیامت کب آئے گی؟ ارشاد فرمایا مسئول عنھا وقوع راز قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ لیکن میں تمہیں اس کی کچھ نشانیوں سے آگاہ کر دیتا ہوں: جب باندی اپنے آقا کو جنم دے گی اور جب اونٹوں، جانوروں کے چرواہے محلوں میں فخر کریں گے۔ پانچ باتیں ہیں جنہیں بالذات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کو قیامت کا علم ہے الخ۔ پھر وہ آنیوالا چلا گیا تو ارشاد فرمایا اسے واپس بلاؤ تو لوگ کچھ

آثار نہیں پائے تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔

(۵) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِی مَالِکٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِی هٰهُنَا وَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ وَاِنِّی لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ. (بخاری ج۱،ص۱۰۲)

ترجمہ: حدیث دیا ہم کو اسماعیل نے انہوں نے کہا حدیث دیا ہم کو مالک نے روایت کرتے ہوے ابوزناد سے وہ روایت کرتے ہیں اعرج سے وہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ یہی ہے۔ بخدا مجھ پر نہ تمھارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ رکوع۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

(۶) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوبَ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَعٰی زَیْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّاتِیَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِیْبَ وَعَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَةَ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ. (بخاری ج۲، ص۶۱۱)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکار اقدس ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان لوگوں کے شہید ہوجانے کی اطلاع دیتے ہوے فرمایا کہ زید نے جھنڈا لیا اور شہید کر دیئے گئے اور پھر جھنڈے کو حضرت جعفر نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوئے پھر عبداللہ ابن رواحہ نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید کئے گئے۔ آپ یہ واقعہ بیان فرمارہے تھے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد جھنڈے کو اس شخص نے لیا جو خدائے تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے (یعنی حضرت خالد بن ولید) نے جھنڈا لیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

(۷) دَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیٰ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَهِیْدَانِ. (بخاری ج۱،ص۵۱۹)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر حضرت عمراور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کوہ احد (اُحُد پہاڑ) پر تشریف فرما ہوئے تو وہ ہلنے لگا تو حضور ﷺ نے ٹھوکر مار کر فرمایا: اُحُد ٹھہر جا۔ اس لئے کہ تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(۸) رَوَیٰ عِیسٰی عَنْ رَقَبَۃَ عَنْ قَیْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شَہَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ یَقُوْلُ قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ ﷺ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَہْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَہُمْ وَاَہْلُ النَّارِ مَنَازِلَہُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ (بخاری ج ۱ ص ۴۵۳)

ترجمہ: حضرت طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان ایک بار کھڑے ہوئے تو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے اپنی جگہوں میں اور دوزخیوں کے اپنی جگہوں میں داخل ہونے تک کی ہمیں خبر دیدی۔ اسے جس نے یاد رکھا یاد رکھا اور جو بھول گیا بھول گیا۔

(۹) حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِ بْنِ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا غُنْدُرٌ اَخبرنا شُعْبَۃُ عَنْ عَدِیّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّہٗ قَالَ اَخْبَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَۃُ فَمَا مِنْہُ شَیْءٌ اِلَّا قَدْ سَاَلْتُہٗ اِلَّا اِنِّیْ لَمْ اَسْاَلْہُ مَا یُخْرِجُ اَہْلَ الْمَدِیْنَۃِ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے قیامت تک رونما ہونے والی ہر ایک بات بتا دی اور کوئی ایسی بات نہ رہی جسے میں نے آپ ﷺ سے پوچھا نہ ہو۔ البتہ میں نے یہ نہ پوچھا کہ اہل مدینہ کو کون سی چیز مدینہ سے نکالے گی۔ احادیث مذکورہ بالا سے علم غیب مصطفیٰ ﷺ مثل آفتاب ظاہر و باہر ہے۔

ختم النبوت

(۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سُلَیْمُ بْنُ حَیَّانَ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا فَاَکْمَلَہَا وَاَحْسَنَہَا اِلَّا مَوْضَعَ لِبْنَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَدْخُلُوْنَہَا وَیَتَعَجَّبُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضَعُ لِبْنَۃٍ. (بخاری ج

۱،ص۵۰۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال اس شخص کے مثل ہے جس نے گھر بنایا اسے مکمل کیا اور بہت اچھا بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس گھر میں جاتے ہیں اور تعجب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ایک اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی۔

(۱۱) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ جَعْفَرَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتاً فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضَعَ لِبْنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللِّبْنَةُ قَالَ فَاَنَا اللِّبْنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّنَ. (بخاری ج ۱،ص۵۰۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کے مثل ہے جس نے ایک گھر بنایا اسے بہت حسین اور خوبصورت بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس مکان کے اردگرد گھومتے ہیں اور اس پر تعجب کرتے ہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ فرمایا: میں وہی اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

(۱۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو النَّاقِدُ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بُنْیَانًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ فَجَعَلَ النَّاسُ یُطِیْفُوْنَ بِهٖ یَقُوْلُوْنَ مَارَاَیْنَا بُنْیَانًا اَحْسَنَ مِنْ هٰذَا اِلَّا هٰذِهِ اللِّبْنَةُ فَکُنْتُ اَنَا تِلْکَ اللِّبْنَةَ. (مسلم ج ۲،ص ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری مثال اور انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک بہت اچھا اور خوبصورت مکان بنایا لوگ اس مکان کے گرد گھوم کر کہنے لگے ہم نے اس مکان سے اچھا کوئی مکان نہیں دیکھا مگر اس میں ایک اینٹ نہیں ہے سو میں وہی اینٹ ہوں۔

احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ ہمارے آقا ﷺ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔

محبت رسول ﷺ

(۱۳) حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اَیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یُوْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. (بخاری ج۱،ص۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک میں زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس کے نزدیک اس کے باپ اوراس کی اولاد اور تمام لوگوں سے۔

(۱۴) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنَ جَعْفَرَ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَتٰی قِیَامُ السَّاعَةِ فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَی الصَّلٰوةِ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوةً قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ عَنْ قِیَامِ السَّاعَةِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا اَعَدَدْتَ لَهَا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا اَعَدَدْتُ لَهَا کَبِیْرَ صَلٰوةٍ وَلَا صَوْمٍ اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ فَمَا رَاَیْتُ فَرِحَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرْحَهُمْ بِهَا. (ترمذی ج۲،ص۶۴)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ایک آدمی اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سوال کیا قیامت کے بارے میں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے نماز کے لئے۔ نماز پوری کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: سائل کہاں گیا؟ اس نے عرض کیا، میں حاضر ہوں یارسول اللہ ﷺ۔ تو آپ نے فرمایا: کیا تیاری کی ہے اس کے لئے؟ اس نے عرض کیا: نہ تو میرے پاس نمازوں کی کثرت ہے اور نہ ہی روزوں کی۔ البتہ میں اللہ و رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔

راوی کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا میں نے کہ مسلمان خوش ہوئے ہوں اسلام کے بعد اس سے زیادہ کسی اور بات سے۔

(۱۵) حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ اَخْبَرَنَاسُلَیْمَانُ عَنْ حُمَیْدِبْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِیْ ذَرٍ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلرَّجُلُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّعْمَلَ كَعَمَلِهِمْ قَالَ اَنْتَ یَااَبَاذَرٍّ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ فَاِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ فَاِنَّكَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ فَاَعَادَهَا اَبُوْ ذَرٍّ فَاَعَادَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (ابوداؤد ج۲،ص۶۹۸)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ ایک آدمی جو کسی قوم سے محبت کرے مگر اس کے جیسا عمل کی طاقت نہ پائے؟ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے: اے ابوذر! تم انہیں کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اللہ ورسول سے محبت کرتا ہوں۔ تو سرکار ﷺ نے فرمایا: تم انہیں کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ پھر اس بات کا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اعادہ کیا۔ تو سرکار ﷺ نے بھی اعادہ فرمایا۔

(۱۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ مُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیْ قَالَ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ اَبِیْ قَلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِیْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اَنْ یَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَاوَاَنْ یُحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ یُكْرِهَ اَنْ یَعُوْدَ فِی الْكُفْرِ كَمَا یُكْرِهُ اَنْ یَقْذِفَ فِی النَّارِ. (بخاری ج۱،ص۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین باتیں جس شخص میں جمع ہوجائیں وہ ایمان کی مٹھاس پا گیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ ورسول ﷺ اس کے نزدیک محبوب تر ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آدمی کسی کو پسند کرے تو اللہ ہی کے لئے پسند کرے اور تیسری بات یہ ہے کہ وہ ناپسند کرے کفر کی طرف پلٹنے کو جیسا کہ وہ ناپسند کرتا ہے آگ میں ڈالے جانے کو۔

احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ ورسول ﷺ کی محبت کا نام ایمان ہے۔

حب اہل بیت وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(۱۷) حَدَّثَنَانَصْرُبْنُ عَبْدِ الرَّحْمَانِ الْكُوْفِیْ اَخْبَرَنَا زَیْدُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍعَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حَجَّتِهٖ یَوْمَ عَرَفَةَ

وَهُوَعَلٰی نَاقَتِهِ الْقَصْوٰی یَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ یَااَیُّهَا النَّاسُ اِنِّی تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ۔ (ترمذی ج۲،ص۲۱۹)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی 'قصویٰ' پر سوار خطبہ فرماتے دیکھا۔تو میں نے سنا کہ حضور ﷺ فرمارہے تھے: اے لوگو! میں تمھارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑے جارہاہوں کہ اگر انھیں پکڑے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ان میں سے ایک 'اللہ کی کتاب' اور دوسرے 'میرے گھر والے' ہیں۔

(۱۸) حَدَّثَنَاآدَمُ بْنُ اَبِیْ اَیَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الاَ عْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ ذَکْوَانَ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِالْخُدْرِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَسُبُّوْااَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًامَابَلَغَ مُدَّاَحَدِهِمْ وَلَانَصِیْفَهٗ. (بخاری ج ا ص ۵۱۸)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو گالی مت دو اگر تم میں سے کوئی مثل احد (پہاڑ) سونا خرچ کرے تو نہ اس کا نصف ہوسکتا ہے اور نہ ہی ایک مد کے برابر۔(یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک یا آدھے مُدّ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا)

(۱۹) حَدَّثَنَامُحَمَّدُبْنُ یَحْییٰ اَخْبَرَنَا یَعْقُوبُ بْنُ اِبْرٰهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ اَخْبَرَنَا عُبَیْدَةُبْنُ رَائِطَةَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ ذِیَادٍعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرْضاً بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰ ذَ ی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ. (ترمذی جلد۲ص، ۲۲۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں نہ رکھوان سے تنگ دلی میرے بعد۔تو جس نے ان سے محبت کیا تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کیا اور جس نے ان سے دشمنی کیا تو میری دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی کیا اور جس نے ان کو تکلیف دیا اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف پہونچائی اور جس نے اللہ کو تکلیف پہونچائی عنقریب اللہ تعالیٰ اسے پکڑے گا۔

(۲۰) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْبَغْدَادِیْ اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ قَادِمٍ اَخْبَرَنَا عَنْ زَیْدِ بْنِ

اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعَلِیٍ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ (ترمذی ج۲،ص۲۲۶)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا تم جس سے لڑو گے میں اس سے حالت جنگ میں ہوں اور جس سے تم صلح کرنے والے ہو میں بھی اسی سے صلح کرنے والا ہوں۔

(۲۱) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا اِبْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَمْرِوبْنِ دِیْنَارٍعَنْ اَبِیْ مَلِیْکَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرِمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّی فَمَنْ اَغْضَبَهَافَقَدْاَغْضَبَنِیْ. (بخاری ج۱،ص۵۳۲)

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے تو جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

(۲۲) حَدَّثَنَااَبُوْ بَكْرِ بِنِ نَافِعِ الْنَضرِ بْنِ حَمَّادٍ اَخْبَرَنَا سَیْفُ بْنُ عُمَرَعَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَعَنْ نَافِعِ عَنِ بْنِ عُمَرَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا رَاَئیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی شَرِّكُمْ. (ترمذی ج۲،ص۲۲۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی کو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہوئے دیکھو تو کہو اللہ کی لعنت ہو تمھارے شر پر۔

احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ اہلبیت نبی اور آپکے صحابہ سے محبت اللہ ورسول سے محبت کرنا ہے۔

فضائل اولیاء کرام

(۲۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدّثَنَا مُخَلَّدٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِی مُوْسٰی بْنُ عَقَبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِذَااَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰی جِبْرِیْلَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَیُحِبُّهٗ جِبْرِیْلُ فَیُنَادِیْ جِبْرِیْلُ فِیْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَیُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ. (بخاری ج۱،ص۴۵۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو ندا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے۔ لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آسمانی مخلوق میں ندا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے۔ لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین والوں کے دلوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَاخَالِدُبْنُ مُخَلَّدٍقَال حَدَّ ثَنَاسُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ قَالَ حَدَّ ثَنِىْ شَرِيْکُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ نَمِرٍعَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَ ةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادَ لِىْ وَلِيًّا فَقَدْاٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَاتَقَرَّبَ اِلَىَّ عَبْدِىْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَىَّ مِمَّاافْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَازَالَ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا وَاِنْ سَأَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنْ اِسْتَعَاذَنِىْ لَاُعِيْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِىْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَااَكْرَهُ مَسَائَتَهٗ. (بخاری شریف جلد۲، ص۹۶۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعہ میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو۔ اور میرا بندہ برابر نفلی عبادات کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں اور مجھے جو کام کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی اس طرح متردد نہیں ہوتا جیسا بندۂ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہوں۔ اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند نہیں۔

(۲۵) حَدَّثَنَاقُتَيْبَةُ اَخْبَرَنَا بْنُ لَهِيَةَعَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِىْ الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىْ اِنَّ

رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سُئِلَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ الذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْراً قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَمِنَ الْغَازِیّ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِہٖ الْکُفَّارَ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَماً لَکَانَ الذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا اَفْضَلُ مِنْہُ دَرَجَۃً. (ترمذی ج ۲، ص ۱۷۵)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا گیا کہ بندوں میں قیامت کے دن کون صاحب درجہ ہوگا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے بندے۔انہوں نے کہا کہ پھر میں نے کہا اور غازی؟ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اگر غازی اپنی تلوار سے کفار ومشرکین کو قتل کردے یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور لہولہان ہوجائے تب بھی اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے ان سے افضل ہونگے۔

احادیث مذکورہ بالا سے محبوبان خدا کی فضیلت ظاہر وباہر ہے۔

طلاق ثلاثہ ایک ہی مجلس میں

(۲۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَجُلاً طَلَّقَ اِمْرَأَتَہُ ثَلٰثاً فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ فَسُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ اَتَحِلُّ لِلْاَوَّلِ قَالَ لَاحَتّٰی یَذُوْقَ عُسَیْلَتَھَا کَمَا ذَاقَ الْاَوَّلُ. (بخاری شرف جلد۲، ص۷۹۱)

ترجمہ: حدیث دیا ہم کو محمد بن بشار نے انہوں نے کہا حدیث دیا ہم کو یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے عبید اللہ سے انہوں نے کہا حدیث دیا ہم کو قاسم بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی پھر اس عورت نے دوسرے سے شادی کی، دوسرے نے پھر اسے طلاق دے دیا تو پوچھا گیا نبی کریم ﷺ سے کیا وہ پہلے والے کیلئے حلال ہوگئی تو سرکار ﷺ نے فرمایا نہیں یہاں تک کہ چکھے وہ اس کا شہد جیسا کہ پہلے والے نے چکھا (یعنی وطی کرے)۔

(۲۷) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا رُوْحُ بْنُ عُبَادَۃَ قَالَ اَخْبَرَنَا بْنُ جُرَیْجٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا اِبْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَہٗ اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا اِبْنُ جُرَیْج قَالَ اَخْبَرَنِیْ اِبْنُ

طَاؤسٍ عَنْ اَبِیْهٖ اَنَّ اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَتَعْلَمُ اِنَّمَا کَانَتِ الثَّلَاثُ تجْعَلُ وَاحِدَةً عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ وَ اَبِیْ بَکْرٍ وَثَلَاثًامِنْ اِمَارَةِعُمَرَ فَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ (مسلم ج۱، ص۴۷۸)

ترجمہ: حدیث دیا ہم کو اسحٰق بن ابراہیم نے انہوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو روح بن عبادہ نے انہوں نے کہا خبر دی ہم کو ابن جریج نے انہوں نے کہا کہ حدیث دی ہم کو ابن رافع نے اور ان کے الفاظ ہیں: خبر دی ہم کو عبدالرزاق نے انہوں نے کہا خبر دی ہم کو ابن جریج نے انہوں نے کہا خبر دی مجھ کو ابن طاؤس نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے کہ ابوصھباء نے ابن عباس سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ تین طلاقیں سرکار ﷺ کے زمانے میں اور ابوبکر کے زمانے میں ایک ہی ہوتی تھیں اور وہ تین ہوگئیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں؟ تو ابن عباس نے فرمایا ہاں۔

(۲۸) حَدَّ ثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِبْنِ زَیْدٍعَنْ اَیُّوْبَ السَّخْتِیَانِیِّ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مَیْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ اَنَّ اَبَاالصَّهْبَاءِ قَالَ لِا بْنِ عَبَّاسٍ هَاتَ مِنْ هَنَاتِکَ اَلَمْ یَکُنِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍوَا حِدَةً فَقَالَ قَدْکَانَ ذٰلِکَ فَلَمَّا کَانَ فِیْ عَهْدِ عُمَرَتُتَابِعُ النَّاسُ فِیْ الطَّلَاقِ فَاَجَازَهٗ عَلَیْهِمْ.
(مسلم جلد ۱، ص ۴۷۸)

ترجمہ: حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا تین طلاقیں نہیں تھیں سرکار ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مگر ایک ہی؟ فرمایا: ہاں ایک ہی تھیں لیکن جب دور عمر رضی اللہ عنہ میں لوگ (تتابع فی الطلاق) یعنی تین طلاق سے تین ہی کی نیت کرنے لگے تو آپ نے تین طلاقوں کو تین ہی جائز قرار دیں۔

احادیث مذکورہ سے ایک ساتھ تین طلاق کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ چونکہ زمانۂ نبوی میں عام طور پر لوگ تین طلاقوں میں اول طلاق سے طلاق کی نیت کرتے اور پچھلی دو سے تاکید کرتے تھے اس لئے جو کوئی بغیر نیت کے بھی ایک دم تین طلاقیں دیتا تو ایک ہی مانی جاتی تھیں کہ اس وقت غالب یہی تھا۔ مگر زمانۂ فاروقی میں جب لوگ عام طور سے تین طلاقوں سے تین ہی کی نیت کرنے لگے اس لئے تین جاری کر دی گئیں صورت مسئلہ بدلنے سے حکم مسئلہ بدل گیا۔

فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص/۴۲۹ میں ہے کہ ایک جلسہ میں تین طلاق ہو جانے پر جمہور صحابہ وتابعین وائمۂ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔ اورامام اجل ابوزکریا نووی شافعی (شرح مسلم شریف جلد اول ص/۴۷۸) میں تحریرفرماتے ہیں: ''قَالَ الشَّافِعِیُّ وَمَالِکٌ وَاَبُوْحَنِیْفَةَ وَاَحْمَدُ وَجَمَاهِیْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلْفِ وَالْخَلْفِ یَقَعُ الثَّلَاثُ اھ'' یعنی امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور جمہور علماء سلف وخلف کا یہی مذہب ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

اور فتح القدیر جلد ثالث ص/۳۳۰ میں ہے:

'' ذَهَبَ جُمْهُوْرُالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ وَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی اَنَّهٗ یَقَعُ الثَّلَاثُ وَمِنَ الْاَدِلَّةِ فِیْ ذٰلِکَ مَافِیْ مُصَنَّفِ اِبْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ وَالدَّارِقُطْنِیْ فِیْ حَدِیْثِ اِبْنِ عُمَرَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَرَاَیْتَ لَوْطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَالَ اِذَا قَدْ عَصَیْتَ رَبَّکَ وَ بَانَتْ مِنْکَ اِمْرَاَتُکَ (وَفِیْ سُنَنِ اَبِیْ دَاؤدَ) عَنْ مَجَاهِدٍ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اِبْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّهٗ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا قَالَ فَسَکَتُّ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ رَادَّهَااِلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَ یُطَلِّقُ اَحَدُکُمْ فَیَرْکَبُ الْحُمُوْقَةَ ثُمَّ یَقُوْلُ یَااِبْنَ عَبَّاسٍ یَااِبْنَ عَبَّاسٍ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ وَمَنْ یَتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًاعَصَیْتَ رَبَّکَ وَ بَانَتْ مِنْکَ اِمْرَاَتُکَ (وَفِیْ مُوَطَّاءِ مَالِکٍ) بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اِنِّیْ طَلَّقْتُ اِمْرَاَتِیْ مِائَةَ تَطْلِیْقَةٍ فَمَاذَا تَرٰی عَلَیَّ فَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ طَلَّقَتْ مِنْکَ ثَلَاثًا وَسَبْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِتَّخَذْتَ بِهَااٰیَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَفِی الْمُوَطَّاءِ اَیْضاً بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلاً جَاءَ اِلٰی اِبْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اِنِّیْ طَلَّقْتُ اِمْرَاَتِیْ ثَمَانِی تَطْلِیْقَاتٍ فَقَالَ مَا قِیْلَ لِیْ بَانَتْ مِنْکَ قَالَ صَدَقُوْا هُوَ مِثْلُ مَایَقُوْلُوْنَ وَظَاهِرُهٗ اْلاِجْمَاعُ عَلٰی هٰذَاالْجَوَابِ الخ''

خلاصہ یہ کہ جمہور صحابہ کرام وتابعین عظام وائمۂ اسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ مجلس واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

(ہکذا فی فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص/۱۱۱ تا ۱۱۲)

ایصال ثواب

(۲۹) حَدَّثَنِی هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدِالاَیْلِیُ وَاَحْمَدُبْنُ عِیْسٰی قَالَا حَدَّثَنَاابْنُ وَهَبٍ اَخْبَرَنَاعَمْرُوْبُنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَیْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرَبْنِ الزُّبَیْرِعَنْ عُرْوَةَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَیْهِ صِیَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِیُّهٗ۔(مسلم شریف جلد،ص۳۶۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو آدمی فوت ہوجائے اوراس کے ذمہ روزے ہوں تواس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

(۳۰) حَدَّثَنَا یَحیٰ بْنُ اَیُّوْبٍ وَقُتَیْبَةُ یَعْنِی بْنَ سَعِیْدٍ وَابْنَ حُجْرٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ جَعْفَرَ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اَلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَهٗ. (مسلم ج۲،ص۴۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب انسان انتقال کرجاتا ہےتواس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔سوائے تین چیزوں کےان کا اجراسے برابر ملتارہتاہے۔پہلا وہ صدقہ جس کا نفع جاری رہے۔دوسرا وہ علم جس سے نفع اٹھایاجائے۔تیسرا وہ نیک اولاد جواس کے لے دعا کرے۔

(۳۱) حَدَّثَنَاسَعِیْدُبْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ ﷺ اِنَّ اُمِّیْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَاَظُنُّهَالَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌاِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَاقَالَ نَعَمْ. (بخاری ج۱،ص۱۸۶)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اورعرض کیا میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ بوقت نزع گفتگو کرسکتی تو صدقہ کے لئے کہتی۔اگرمیں اس کی طرف سے خیرات کروں تو کیا اسے ثواب پہونچے گا؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایاہاں۔

احادیث مذکورہ سے ایصال ثواب کا ثبوت فراہم ہوتاہے۔

ترک رفع یدین

(۳۲) حَدَّثنا عُثمَانُ بنُ ابِی شَیبَۃَ اَخبَرنَاوَکِیعٌ عَن سُفیَانَ عَن عَاصِمٍ یَعنِی ابنَ کُلَیبٍ عَن عَبدِ الرَّحمَانِ الاَسوَدِ عَن عَلقَمَۃَ قَالَ قَالَ عَبدُ اللّٰہِ بنُ مَسعُودٍ اَلَا اُصَلِّی بِکُم صَلوٰۃَ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فَصَلّٰی فَلَم یَرفَع یَدَیہِ اِلَّا مَرَّۃً. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹)

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اکرم ﷺ کی نماز پڑھاوں؟ راوی کہتے ہیں پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ کے سوا اپنے ہاتھ نہ اٹھائے۔

(۳۳) حَدَّثَنَامُحَمَّدُ بنُ الصَّبَّاحِ البَزَّازاَخبَرنَا شَرِیکٌ عَن یَزِیدِ بنِ اَبِی زِیَادٍ عَن عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ اَبِی لَیلٰی عَنِ البَرَاءِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَاافتَتَحَ الصَّلوٰۃَ رَفَعَ یَدَیہِ اِلٰی قَرِیبٍ مِّنَ اُذُنَیہِ ثُمَّ لَا یَعُودُ. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور پھر ایسا نہ کرتے۔

(۳۴) حَدَّثَنَا حُسَینُ بنُ عَبدِالرَّحمٰنِ اَخبَرنَا وَکِیعٌ عَن اَبِی لَیلٰی عَن اَخِیہِ عِیسٰی عَنِ الحَکَمِ عَن عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ اَبِی لَیلٰی عَنِ البَرَاءِ بنِ عَازِبٍ قَالَ رَأَیتُ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ رَفَعَ یَدَیہِ حِینَ افتَتَحَ الصَّلوٰۃَ ثُمَّ لَم یَرفَعھُمَا حَتّٰی انصَرَفَ. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۰)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو نماز کے شروع میں اٹھائے پھر دوبارہ ہاتھوں کو نہ اٹھائے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔

لہٰذا احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔

آمین بالسّر

(۳۵) اَخْبَرَنَا عَمْرُوبْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا بَقِیَّۃُ عَنِ الزُّبَیْدِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِی الزُّھْرِیُّ عَنْ اَبِیْ سَلْمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اَمَّنَ الْقَارِیُّ فَاَمِّنُوْافَاِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ تُؤَمِّنُ فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِیْنُہٗ تَأْمِیْنَ الْمَلٰئِکَۃِغَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ. (نسائی ج۱ص۱۴۷)

(۳۶) قَالَ سَمِعْتُ عَلْقَمَۃَبْنَ وَائِلٍ یُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ وَقَدْ سَمِعْتُہٗ مِنْ وَائِلٍ اَنَّہٗ صَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَلَمَّا قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّالِّیْنَ فَقَالَ آمین خَفَضَ بِھَا صَوْتَھَا. (ترمذی ج۱ص۵۸)

ترجمہ: حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی جب آپ نے (غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ) پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور اپنی آواز پست رکھا۔

(۳۷) اَخْبَرَنَا قُتَیْبَۃُ عَنْ مَالِکٍ عَنْ سُمَیٍّ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ اَلْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ مَنْ وَافَقَ قَوْلَہٗ قَوْلَ الْمَلٰئِکَۃِ غُفِرَ لَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ. (نسائی ج۱ص۱۴۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام، غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ، کہے تو تم آمین کہو تو جسکی آمین فرشتوں کے آمین کے موافق ہوگی اسکے سابقہ گناہ بخش دیئے جائینگے۔ احادیث مذکورہ بالا میں فرشتوں کی موافقت کلی اسی صورت میں ہے جب آمین آہستہ کہی جائے۔

ترک قرأۃ خلف امام

(۳۸) حَدَّثَنَا یَحْیٰ بْنُ یَحْیٰ وَ یَحْیٰ بْنُ اَیُّوْبٍ وَقُتَیْبَۃُبْنُ سَعِیْدٍ وَاِبْنُ حُجْرٍ قَالَ یَحْیٰ بْنُ یَحْیٰ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخِرُوْنَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ وَھُوَابْنُ جَعْفَرَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ خُصَیْفَۃَ عَنِ ابْنِ قُسَیْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ اَنَّہٗ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَالَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَأۃِمَعَ اَلْاِمَامِ فَقَالَ

لَا قِرَأَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ شَئِیٍ. (مسلم ج۱،ص۲۱۵)

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کے متعلق سوال کیا؟ تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا امام کے ساتھ کسی چیز میں قرأت نہیں۔

(۳۹) اَخْبَرَنَاالْجَارُوْدُ بْنُ مُعَاذِنِ الْتِرْمِذِیّ حَدَّثَنَا اَبُوْخَالِدِنِ الْاَحْمَرِعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَاجُعِلَ اَلْاِمَامُ لِیُوْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْاوَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ. (نسائی ج۱،ص۱۴۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ، سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، کہے تو تم اَللّٰهُم رَبَّنَا لَکَ الْحُمْدُ کہو۔

(۴۰) حَدَّثَنَااِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰی الْاَنْصَارِیَّ اَخْبَرَنَا مَعْنٌ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنْ اَبِیْ نُعَیْمٍ وَهَبِ بْنِ کَیْسَانَ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی رَکعَةًلَمْ یَقْرَأْفِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّااَنْ یَّکُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ. (ترمذی ج۱،ص۷۱)

ترجمہ: حضرت ابو نعیم وھب بن کیسان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کوئی رکعت پڑھا اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھا تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھا سوائے اسکے کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔

قدتم الاربعین بفضل رب العٰلمین وبطفیل سید المرسلین علیه افضل الصلوٰةوالتسلیم.

ارجولی ولوالدی ولاساتذی شفاعة النبی ﷺ فی یوم الدین.

فقط والسلام

ابوالاختر منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

دار العلوم اہلسنت برکاتیہ جوگیشوری ممبئی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

(۱) زید کہتا ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ماں کے نام سے اٹھائے گا لیکن بکر نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ نہیں اللہ تعالیٰ باپ کے نام سے اٹھائے گا۔تو زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا مع حوالہ جواب سے نوازیں؟

(۲) خطبہ کے وقت امام اپنے ہاتھ میں عصا لیکر پڑھتا ہے ایسا کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۳) امام فرض نماز پڑھانے کے بعد مصلیٰ کا کونہ پلٹ دیتا ہے ایسا کرنا درست ہے یا نہیں مع حوالہ جواب سے نوازیں؟

المستفتی : محمد اخلاق صابری

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

(۱) بکر کا قول صحیح ہے۔حدیث پاک میں ہے: ''عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَكُمْ'' (ابوداود ص/۶۷۶) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تم کو تمھارے نام اور تمھارے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا۔لہٰذا اپنے نام اچھے رکھو۔

(۲) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوے الملفوظ ص/۲۴۸ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ترک اولیٰ ہے یعنی نہ لینا بہتر ہے۔

(۳) فقیر راقم الحروف کے نزدیک بعد نماز مصلّیٰ کا الٹنا یا کونہ موڑ دینا کچھ ضروری نہیں اور موڑ دینے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ہاں موڑ دینے میں اگر گرد وغبار سے تحفظ مقصود ہو تو بہتر ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۰/شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۵/دسمبر ۲۰۰۳ء بروز دوشنبہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے تعلق سے؟
مسجد کی تعمیر میں بوری فرقہ کا ایک شخص کچھ رقم دینا چاہتا ہے تو کیا سنی حنفی مسجد کی تعمیر میں ایسے شخص کا پیسہ لگایا جاسکتا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: عبدالرحمٰن منصور نداف، پوئیسر، کاندیولی ایسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للعلامۃ الشرنبلالی قلمی کتاب السیر میں ہے: ''اَلرَّافِضُ اِذَا سَبَّ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَوْ لَعَنَهُمَا یَکُوْنُ کَافِرًا وَاِنْ فَضَّلَ عَلِیًّا لَا یُکْفُرُ وَهُوَ مُبْتَدِع'' (ردالرفضہ ص/۹) یعنی رافضی اگر شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو برا کہے یا ان پر تبرا بکے تو کافر ہو جائے گا۔اور اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان دونوں حضرات سے افضل کہے تو کافر نہیں گمراہ وبد مذہب ہے بشرطیکہ صرف تفضیل ہی کا عقیدہ رکھے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا منکر نہ ہو۔
صراحت مذکورہ کی روشنی میں بوری فرقہ کا وہ فرد اگر تبرائی ہے تو کافر ورنہ گمراہ وبد مذہب۔اور کافر کی رقم مسجد کی تعمیر میں لگانا اس طور پر کہ اس کا کوئی عمل دخل اس مسجد میں نہ ہوگا درست ہے مگر نہ لینا بہتر ہے۔ (ہکذا فی فتاویٰ فیض الرسول ص/۳۶۷)

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ
منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی
۵/صفر المظفر ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۷/مارچ ۲۰۰۴ء بروز سنیچر
الجواب صحیح عبدالجبار قادری

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟
زید منصب امامت پر ہونے کے باوجود بولتا ہے کہ خدا سب سے محبت کرتا ہے چاہے فرعون ہو یا شداد یا قارون ہو یا ابوجہل یا کافر ہو یا وہابی ہو یا کوئی بھی ہو سب سے محبت کرتا ہے۔علی الاعلان بھرے

مجمع میں کہتا ہے اور بار بار یہ جملہ ادا کرتا ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ یہ کہنا درست ہے خدا کے لئے؟ جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: صادق علی رضوی غوثیہ مسجد کامراج نگر

الجواب هو الموفق للحق والصواب۔ ۔ ۔ ۔ ۔

صورت مسئولہ میں زید کا یہ کہنا کہ خدا سب سے محبت کرتا ہے صحیح و درست ہے علی سبیل الاطلاق والاجمال۔ اور سوال میں مذکورہ افراد واشخاص و جماعت کے لئے غیر درست ہے علی سبیل الانفراد۔ لہٰذا فرعون وشداد وقارون وابوجہل کافر و بدعقیدہ ودیگر فرقہ ہائے باطلہ تحت محبت داخل ہوں گے علی سبیل الاطلاق والاجمال۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم کے اندر ارشاد فرماتا ہے: ''وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ'' (پ۲؍رکوع ۹ سورہ بقرہ) ظاہر ہے رافت، محبت ایک ہی چیز ہے۔

اور خارج ہونگے علی سبیل الانفراد جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم کے اندر ارشاد فرماتا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ'' (پ۳؍رکوع ۱۱؍سورہ ال عمران)

ایسے لوگ ضرور اپنے اعتقاد واعمال خبیثہ ورذیلہ کی بنیاد پر معتوب ومردود ونامحبوب ہوں گے۔ زید کو چاہئے کہ اپنے خطاب میں منقولہ عبارت کی مکمل وضاحت کردیا کرے تاکہ عوام میں بے چینی نہ ہو۔ لِاَنَّ الْعَوَامَ كَالْاَنْعَامِ۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۴؍اگست ۲۰۰۷ء

عظیم المرتبت مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ (دارالافتاء دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی) السلام علیکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

زید ایک شرعی مسجد کا متولی ہے، حاجی ہے، مختلف مساجد ومدارس کو چندہ بھی دیتا ہے۔ چند علماء کرام بھی زید سے مالی امداد حاصل کرتے ہیں۔ تاہم دوسری طرف زید مندر بنانے گنپتی بٹھانے نیز پوجا پاٹ کے کاموں میں بھی چندہ دیتا ہے۔ گنپتی کی پوجا کرنے والوں کو (پوسٹر اور ہوڈنگ کے ذریعہ) مبارکباد

پیش کرتا ہے۔ گنپتی کے استقبال کے لئے چراغاں کرتا ہے، اسٹیج سجاتا ہے، گنپتی کو پھولوں کا ہار پہناتا ہے اور بھگوا پگڑی سر پر باندھ کر اپنے ماتھے پر تلک لگاتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے:

(۱) زید، ان حالات میں مسلمان باقی رہا یا کافر ہو گیا؟

(۲) زید کا اپنی بیوی سے نکاح، پیری مریدی کا سلسلہ اور حج سلامت رہا یا فاسد ہو گیا؟

(۳) اس صورت میں زید کا روپیہ مساجد و مدارس یا علماء کے ذاتی مصارف میں لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اطلاع یقینی کے بعد اگر کوئی عالم دین زید سے دینی امور میں معاملہ رکھے یا اس کا روپیہ اپنے مصارف میں لے ایسے عالم دین پر کیا حکم ہے؟ کیا وہ امامت کے لائق ہے؟

برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔؟

آپ کی دعاؤں کا محتاج (حافظ آل حسن) این، سی سی، مالونی، ملاڈ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کفار کے میلوں، تہواروں میں شریک ہو کر ان کے میلے اور جلوس مذہبی کی شان وشوکت بڑھانا کفر ہے جیسے کہ رام لیلا اور جنم اسٹمی اور رام نومی وغیرہ کے میلوں میں شریک ہونا۔ (بہار شریعت حصہ نہم ص۱۷۳)

لہٰذا زید سے متعلق جو باتیں تحریر کی گئی ہیں اگر واقعی یہ ساری باتیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں تو زید کافر ہو گیا۔ اس لئے کہ جب محض شرکت کفر ہے تو اس کی تعظیم وتوقیر کرنا اسے ہار پھول ڈالنا اور اس کے لئے اسٹیج سجانا نیز کفار کے شعار اپنانا یقیناً بدرجۂ اولیٰ کفر ہوگا۔

لہٰذا تاوقتیکہ زید توبہ، تجدید ایمان، اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح نہ کرلے سب مسلمان ملکر اس کا بائیکاٹ کریں اور ہر طرح کا اسلامی تعلق اس سے ختم کریں کسی طرح کا لین دین ہو یا شادی بیاہ۔ عالم ہوں خواہ غیر عالم، حکم سب کے لئے یکساں ہے۔ ''قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ'' (۷/واں پارہ رکوع ۱۴)

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۸/شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۸/اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز اتوار

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں؟

(۱) جو حضرات زیارت حرمین کو جاتے ہیں اور وہاں پر متعین وہابی امام کو مسلمان جانتے اور مانتے ہوئے اس کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔ از روئے شرع ان حضرات کے لئے کیا حکم ہے؟ اور جو مسائل سے عدم جانکاری کی بنیاد پر ان کی اقتداء کرتے ہیں ان پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور عرب ممالک بالخصوص حرمین طیبین میں جو گوشت ملتے ہیں ان کے کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ یہ معلوم ہے کہ وہاں کی حکومت بد مذہب ہے اور حکومت ہی کے نظم میں جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ مزید جو گوشت دوسرے ممالک سے حرمین طیبین پہونچتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

المستفتی: الحاج غلام نبی اندھیری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

آج کل کے وہابی، دیوبندی کہ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر اپنے عقائد کفریہ مندرجہ حفظ الایمان (ص/۹) تحذیر الناس (ص/۳/۱۴/۲۸) اور براہین قاطعہ (ص/۵۱) کی بنا پر مرتد ہیں۔ جیسا کہ مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، پاکستان، ہندوستان، بنگال اور برما وغیرہ کے سینکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام کے فتاوے وہابیوں کے مرتد ہونے کے بارے میں حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں شائع ہو چکے ہیں اور مرتد کے احکام دنیا میں سب کافروں سے بدتر ہیں۔

(ہکذا فی فتاویٰ فیض الرسول جلد ثانی ص/۴۲۷)

(۱) لہٰذا صورت مسئولہ میں جو حضرات انہیں مسلمان جانتے اور مانتے ہوئے ان کی اقتداء کرتے ہیں وہ عندالشرع ''مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ'' کے تحت خود کفر کرتے ہیں۔ اور جو عدم علم کی بنیاد پر اقتداء کرتے ہیں ان کی نمازیں واجب الاعادہ ہیں اور ان پر توبہ واستغفار بھی لازم ہے۔

(۲) رہا ذبیحہ کا مسئلہ تو فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ہدایہ اخریین (ص/۴۳۴) کتاب الذبح میں ہے: ''لَاتُوْکَلُ ذَبِیْحَةُ الْمَجُوْسِیِّ وِالْمُرْتَدِّ لِاَنَّهٗ لَامِلَّةَ لَهٗ فَاِنَّهٗ لَا یُقِرُّ عَلٰی مَاانْتَقَلَ اِلَیْهِ'' اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''لَاتُوْکَلُ اَهْلُ الشِّرْکِ وَالْمُرْتَدِّلِاَنَّهٗ لَا یُقِرُّ عَلٰی الدِّیْنِ الَّذِیْ

اِنۡتَقَلَ اِلَیۡہِ" جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مجوسی، مرتد اور اہل شرک میں سے کسی کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں۔ نیز دوسرے ممالک سے جو گوشت حرمین طیبین میں بھیجے جاتے ہیں اس سے بھی بچنا بہتر واولیٰ ہے۔ اس لئے کہ اختلاط وشبہ کا بہر حال دخل موجود ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیۡ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَعِلۡمُهٗ اَحۡكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۶/ربیع النور شریف ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۹/فروری ۲۰۱۲ء بروز اتوار

مسئلہ: حسام الحرمین میں فتاویٰ حرمین جو فرقہ وہابیہ دیابنہ کے ردوابطال میں ہے کیا اس کی تصدیق وتائید ہر مسلمان کو لازم وضروری ہے؟ عصر حاضر کے علمائے کرام کی کیا رائے ہے؟ عامۃ المسلمین کو واقف کرایا جائے تاکہ سبھی لوگ کفر وارتداد کے فتنوں سے بچ سکیں؟

السائل۔ محمد نصیر احمد قادری رضوی جامع مسجد، باسنی، ناگور شریف، راجستھان

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

جی ہاں اس کی تائید وتصدیق ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔ عصر حاضر کے علمائے اہل سنت کی وہی رائے ہے جو کہ فتاویٰ حسام الحرمین سے ظاہر ہے۔ فتنۂ کفر وارتداد کے سدباب کے لئے واقفیت ضروری ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیۡ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَعِلۡمُهٗ اَحۡكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

یکم صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۵/دسمبر ۲۰۱۲ء بروز سنیچر

کتاب الطہارت

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں یعنی مذی کے تعلق سے؟
بکر کہتا ہے کہ مذی میں وضو نہیں ہے۔اور زید کہتا ہے کہ ودی اور مذی میں وضو ہے اور غسل نہیں ہے۔ دلیل کے ساتھ واضح فرمادیں عین کرم ہوگا۔؟

المستفتی: بانگی مدینہ مسجد پوئیسر

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مستفسرہ میں زید کا قول صحیح ہے۔فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ہدایہ (ص۳۳/) میں ہے:'' وَلَيْسَ فِى الْمَذِىِّ وَالْوَدِىِّ غُسْلٌ وَفِيْهِمَا الْوُضُوءُ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلُّ فَحْلٍ يَمْذِىْ فِيْهِ الْوُضُوءُ''اسی طرح نورالایضاح (ص۳۰/) میں ہے:'' عَشْرَةُ اَشْيَاءَ لَايُغْتَسَلُ مِنْهَا مَذِىٌّ وَوَدِىٌّ اِلٰى آخِرِهٖ'' اور بہار شریعت حصہ دوم (ص۲۱/) میں ودی اور مذی ان دونوں کو نواقض وضو سے شمار کرایا ہے۔بکر جاہل ہے مسائل شرعیہ سے۔اسے چاہئے کہ اپنے خیال سے رجوع کرے اور آئندہ بلاتحقیق مسئلہ نہ بتائے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِىْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۴/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۱/ جون ۲۰۰۷ء بروز دوشنبہ

کتاب الاذان

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

زید نے رمضان شریف کا اعتکاف کیا اور مسجد میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو اذان وامامت کے لائق ہو تو ایسی صورت میں زید اذان وامامت کے فرائض ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں نوازش ہوگی۔

السائل: محمد شمیم اختر نوری متعلم دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں اگر معتکف زید جامع شرائط امامت واذان ہے تو بلا چوں و چرا اذان وامامت کے فرائض ادا کرسکتا ہے۔امامت میں تو کچھ کلام ہی نہیں البتہ اذان کے لئے مئذنہ یا خارج مسجد جانا ہوگا جو ضرورت شرعیہ سے یہاں ہے اور ضرورت شرعیہ کے لئے معتکف کو خارج مسجد جانا جائز ہے۔البتہ خارج مسجد اذان دینے کے بعد فوراً زید حدود مسجد میں آجائے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۷؍جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ مطابق ۷؍اگست ۲۰۱۳ء بروز جمعرات

کتاب الصلوٰۃ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں؟

زید جب نماز پڑھتا ہے یا پڑھاتا ہے تو داہنے پیر کے انگوٹھے کو آگے پیچھے کرتا ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟ یہ عادت ایک مدت سے ہے۔ اور ایسی حالت میں جو نماز پڑھائی گئی تو نمازیوں کی نماز کا کیا ہوگا؟

زید سلام پھیرنے کے بعد ایک عمل کرتا ہے جس سے نمازیوں میں ایک نفرت پیدا ہوگئی ہے۔ وہ عمل یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں کو زمین پر تین بار مارتا ہے۔ دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ اس عمل سے دنیا والوں کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ صدر سکریٹری میرے خلاف منہ نہیں کھولیں گے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو دنیا کی رضا کے لئے ایسا عمل کرے اور انگوٹھا آگے پیچھے کرے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے؟ اگر پڑھی گئی تو دہرانا ضروری ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔؟

المستفتی: حاجی اسحٰق صحبت علی، اے، آئی، کالج پوئی ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ مستفسرہ میں زید اگر انگوٹھے کو بالقصد ایک ہی رکن کے اندر متعدد بار آگے پیچھے کرتا ہے تو یہ فعل کثیر ہے جو مفسد صلوٰۃ ہے اور اگر بالقصد نہیں کرتا ہے بلکہ یوں ہی انگوٹھا آگے پیچھے ہو جاتا ہے تو یہ بھی درست نہیں۔ کیوں کہ یہ لہو ولعب کے مترادف، فعل عبث اور منافی صلوٰۃ ہے۔ البتہ ایک رکن میں یہ عمل متعدد بار نہیں کرتا ہے بلکہ ایک یا دو ہی مرتبہ کرتا ہے تو بلا ضرورت مکروہ ہے۔ بایں صورت نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی۔

ردالمختار (جلد اول ص ۴۲۲) پر ہے: ''مَاافُسَدَ کَثِیْرُہٗ کُرِہَ قَلِیْلُہٗ بِلاَ ضَرُوْرَۃٍ''

ظہر، مغرب وعشاء کی فرض ادا کرنے کے بعد مختصر دعا کر کے سنتوں میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ ہاں

اگر کوئی وظیفہ وعمل کرنا ہے تو سنتوں کی ادائیگی کے بعد کرے۔ رہا فجر وعصر کی فرض ادا کر لینے کے بعد معاً کسی بھی وظیفہ وعمل میں مشغول ہو سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور رہا نفس عمل اگر زید کو عوام وصدر وارا کین نا جائز تکلیف دیتے ہیں اور ایذاء پہونچاتے ہیں تو شر سے بچنے کے لئے یقیناً مذکورہ صراحت کی رعایت سے یہ عمل جائز ودرست ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ زید کے اندر غیر شرعی باتیں پائی جاتی ہیں جس کی بنا پر لوگ اس سے ناراض ہیں اور زید اپنی خرابی دور کرنے کے بجائے محض لوگوں کی زبان بندی کے لئے یہ عمل کرتا ہے کہ لوگ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہم سے راضی رہیں تو اس کا یہ عمل قطعی درست نہیں ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۹ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۴؍ اگست ۲۰۰۷ء بروز منگل

معزز مفتیان کرام وعلماء کرام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: چین کی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

قبلہ مفتی صاحب سلام مسنون

بعد سلام کے عرض ہے کہ بندۂ ناچیز کے سامنے بار بار یہ مسئلہ آتا ہے کہ گھڑی ہاتھ میں پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ چین زینت ہے اور زینت ناجائز ہے شریعت مطہرہ میں۔ مگر مدعی کا دعویٰ ہے کہ چین زینت کے لحاظ سے کہا جائے تو پینٹ اور جنس وغیرہ میں بھی چین ہوتا ہے۔ اور اگر لوہے کا تصور کیا جائے تو بٹن وتعویذات وغیرہ بھی لوہے کا ہوتا ہے۔ مدعیان کا کہنا ہے کہ گھڑی چین کا پہننے میں تین چار سال سے زیادہ چلتی ہے۔ اس کے مقابل پٹے کی گھڑی سال میں چار بار ٹوٹتی ہے جو فضول خرچی ہے۔ چونکہ گھڑی کا پہننا ضروریات سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ چین پہننا ہے۔ اور

اگر بار بار اتارا جائے تو غائب ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے جیسا کہ موذن حضرات بعد نماز اعلان کیا کرتے ہیں۔

فقط والسلام

السائل: محمد نظیر الدین

مدینہ مسجد سائن، اے این، گارمینٹ، ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

شریعت مطہرہ نے مردوں کے لئے علاوہ ایک نگ والی انگوٹھی جو چاندی کی ہو اور ساڑھے چار ماشہ کے قریب ہو کسی بھی دھات کی چیز کے استعمال کو جائز نہیں رکھا ہے۔اس لئے چین والی گھڑی کا استعمال ناجائز ہے۔یادرہے حلت وحرمت میں متبوعات کا اعتبار ہے نہ کی توابع کا۔ پینٹ کی چین، وہ بٹن جو بغیر زنجیر کے ہوں یا تعویذات، یہ سب توابع سے متعلق ہیں،اس لئے جائز ہیں۔اور چین کی گھڑی کہ یہ خود متبوع ہےاس لئے جائز نہیں۔اور رہا بار بار اتارنے سے غائب ہونے کا اندیشہ یہ عذر لنگ ہے جو قطعاً مسموع نہیں۔

شرعی مسائل میں عوام کو علماء کرام کے فرمودات پر عمل پیرا ہونا چاہئے نہ کہ کج بحثی اور قیل وقال سے کام لیں اور نہ ہی اپنی عقل سے رائے زنی کریں جوان کی ہلاکت وگمراہی کا باعث ہو۔(ھکذا فی فتاوی فیض الرسول وکتب الفقھیہ)

ھٰذَا مَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۹؍ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۷؍دسمبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات

استقبال قبلہ

از۔ مدرسہ بزم اعتماد پی، ایچ، تین ڈونگری، گوریگاؤں (ویسٹ) ممبئی

السلام علیکم

مسئلہ :۔ عرض گذارش یہ ہے کہ ہمارے محلّہ میں جو مسجد ہے تقریباً تیس برس سے ہے۔ مگر پہلے قطب نما کے حساب سے قبلہ کی سمت میں دس ڈگری کا فرق تھا۔ مگر فی الحال مسجد کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کی گئی پھر مسئلہ وہیں پر آ گیا۔ کیا ہم اندر کی صف کو (دس ڈگری) ٹیڑھا کر سکتے ہیں یا ویسے پہلے کی طرح چلے گی؟ قرآن و حدیث کی رو سے جواب دیں؟

فقط والسلام

صدر و عوام بزم اعتماد گوریگاؤں

الجواب هو الموفق للحق والصواب . . . . .

نماز کی اہم ترین تیسری شرط استقبال قبلہ ہے۔ استقبال قبلہ عام ہے کہ بعینہٖ کعبہ معظّمہ کی طرف منہ ہو جیسے کہ مکہ والوں کے لئے یا اس کی جہت کو منہ ہو جیسے اوروں کے لئے۔

حضور صدر العلماء مفتی الحاج الشاہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان ’نظام شریعت‘ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جہت کعبہ کو منہ ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ منہ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے مگر منہ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ میں ہے نماز ہو جائے گی۔ اس کی مقدار پینتالیس درجہ رکھی گئی ہے۔ پس اگر پینتالیس درجہ سے زیادہ انحراف ہے، استقبال نہ پایا جائیگا تو نماز نہ ہوگی۔ صورت مسئولہ میں جبکہ صرف دس درجہ انحراف ہے نماز تو بہر حال ہو جائے گی۔

ہاں قبلہ کا درست ہونا یہ مسجد کا حق ہے۔ اس کی رعایت اول تعمیر میں ہونی چاہئے تھی مگر اب جبکہ دوسری تعمیر ہو رہی ہے تو اس کا لحاظ بہر حال ہونا چاہیے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۷؍ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰؍ دسمبر ۲۰۰۴ء بروز دوشنبہ مبارکہ

باب الامامت

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں؟
زید نے عید کی نماز حالت روزہ میں ادا کرائی اور اسی روز الوداعی خطبہ بھی پڑھا۔ جبکہ زید کو شرعی شہادت انجمن اصلاح المسلمین جس کو رویت ہلال کی حیثیت حاصل ہے، جس نے متفرق مقامات سے شرعی شہادت حاصل کرلی۔ بتاریخ ۴ر نومبر ۲۰۰۵ء بروز جمعہ صبح فجر کی نماز کے وقت دی گئی۔ اس کے باوجود دوسرے دن بھی زید نے عید کی نماز ادا کرائی۔ کیا ایسی صورت میں پہلے دن والی عید کی نماز ہوئی یا دوسرے دن والی عید کی نماز ہوئی؟

نیز زید کو اس طرح دو دن ایک ہی مسجد میں نماز عید ادا کرانے سے شہر کے لوگوں میں خطرناک انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ بعض لوگ زید کی حمایت میں جھگڑا کرنے کو آمادہ ہیں۔ جبکہ کثیر تعداد میں زید کو امامت سے ہٹانے پر آمادہ ہیں۔ نہیں ہٹانے پر آپس میں زیادہ انتشار کا خطرہ ہے۔ کیا ایسی صورت میں زید کو امامت کرنے کا حق حاصل ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: حاجی انوار احمد گیاوت مکرانہ

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ مستفسرہ میں ۲۹ر رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ بروز جمعرات رویت ہلال کی شرعی شہادت ملنے کی صورت میں جمعہ یکم رشوال المکرّم کا دن ہوگا جو کہ ایام منہیہ سے ہے۔ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے اور وہی دن عید کا ہے۔ لہٰذا روز اول ہی عید کی نماز درست ہوئی دوسرے دن والی لغو نادرست۔

زید کا بحالت روزہ عید الفطر کی نماز پڑھانے کی تین صورتیں مفہوم ہوتی ہیں۔

(۱) زید نے شہادت شرعی کے باوجود جائز جان کر بحالت روزہ قصداً نماز عید الفطر پڑھائی۔

(۲) یا پھر زید شہادت کے متعلق مشکوک رہا ہو اس بنا پر روزہ رکھا اور نماز عید الفطر بھی پڑھا دی۔

(۳) یا پھر زید انجمن اصلاح المسلمین کے اعلان کو ناکافی جانتے ہوئے اس سے اتفاق نہ کرتا ہو اور وہ انجمن غیر معتبر ہو بایں صورت زید نے روزہ رکھا اور نماز پڑھانے کا ارادہ نہ رکھتا رہا ہو مگر ٹرسٹیان وعوام کے

دباؤمیں آکراس نے نماز پڑھادی ہو۔

نمبر ا رکی صورت میں توبہ وتجدید ایمان سب ضروری ہے۔

نمبر۲ رکی صورت میں صرف توبہ اورآئندہ ایسانہ کرنے کا عزم کرے۔

نمبر۳ رکی صورت میں زیداورٹرسٹیان وعوام سب پرتوبہ واستغفارضروری ہے۔

پس اگرزیدتوبہ کرلے نمبر۳ راور۲ رکی صورت میں اورنمبر ا رکی صورت میں توبہ وتجدیدایمان۔توبلاشبہ اس کی اقتداءمیں نماز درست ہوگی اوروہ امامت کا مستحق ہوگا۔حدیث شریف میں ہے سرکاردوعالم ﷺ نے ارشادفرمایا:''اَلتَائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ''

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ:منظوراحمدیارعلوی غفرلہ القوی

۱۹رشوال المکرّم ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۲رنومبر ۲۰۰۵ء بروزمنگل

بشرف ملاحظہ عظیم المرتبت علامہ مفتی منظوراحمدصاحب یارعلوی مدظلہ العالی

امیدکہ مع الخیرہوں گے۔

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں؟

زیدایک مستندعالم ہے۔ایک شرعی مسجدمیں امامت کے فرائض انجام دے رہاہے۔مسلمان اس کی اقتداء میں نمازاداکرتے ہیں۔لیکن مختلف راستوں پرایک سیاسی پارٹی کے بینروں پرزیدکی تصویرلگی ہوئی ہےاور ایک نام نہادلیڈرکی ولادت (جنم دن) کی مبارکبادد ی گئی ہے۔

دریافت طلب امریہ ہے کہ ایسی صورت میں زیدامامت کرسکتاہے زیدکی اقتداءمیں نمازہوسکتی ہے یانہیں؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟۔عین نوازش ہوگی۔

والسلام مع الاحترام

آپ کی دعاؤں کامحتاج اشفاق احمدپٹھان

الجواب ھو الموفق للحق و الصواب۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تصویر کھینچنا اور کھینچوانا دونوں حرام ہے۔(ردالمحتار جلد اول ص۶۰۸)

صورت مسئولہ میں اگر زید نے قصداً تصویر کھینچوا کر آویزاں کروایا ہے تو وہ مرتکب حرام ہے۔ایسے شخص کی اقتداء میں نماز ہرگز درست نہیں اور نہ ہی وہ لائق امامت ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے۔اور اگر اس کی تصویر بھولے سے لے لی گئی ہو اور اسے آویزاں کر دیا گیا ہو اب بعد علم زید اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہے تو اس سے کچھ مواخذہ نہیں۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیُ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۶/ربیع النور شریف ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۴/مارچ ۲۰۰۹ء بروز سنیچر

حضرت مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین نیچے دئے ہوئے مسئلہ کے متعلق؟

چار حافظ قرآن،ان میں ایک عالم دین ہیں،جن کے اوپر یہ الزام ہے کہ ایک غیر محرم کے ساتھ سنیما دیکھنا اور داڑھی کاٹنے کا عمل ہے اور دوسرے حقہ پارلروں میں حقہ پینے جہاں گانوں کی گونج ہوتی ہے اور لڑکیوں سے غیر شرعی طریقے سے تعلق رکھنے کا عمل ہے۔تیسرے کا میوزک سننے کا اور سنیما دیکھنے کا عمل ہے چوتھے کا داڑھی باریک کرنے اور سنیما دیکھنے کا عمل ہے۔

یہ سب تراویح کی نماز پڑھاتے ہیں۔کیا ان کی امامت اور دیگر مسائل میں قیادت درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ کرم ہوگا۔

المستفتی:عبداللہ شاہ ۱۱۰۔۸۸۰۔موتی لال نگر،گوریگاؤں ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق و الصواب۔ ۔ ۔ ۔ ۔

برصدق مستفتی چاروں کا جرم تقریباً ایک جیسا ہے۔سب کے سب حرام کے مرتکب ہیں اور فاسق معلن ہیں۔سب پر توبہ واجب ہے۔اگر وہ توبہ کرلیں اعلانیہ طور پر تو ٹھیک ہے ورنہ سب مسلمان مل کر

ان کا بائیکاٹ کریں اور کسی طرح بھی انہیں مصلی امامت پر نہ آنے دیں۔اس کے باوجود انہیں مصلیٰ امامت پر لایا گیا اور ان کی اقتداء کی گئی تو لانے والے اور اقتداء کرنے والے سب گنہ گار ہوں گے۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ر ۱۸۷ میں غنیۃ شرح منیہ سے منقول ہے:''لَوْ قَدَّمُوْا فَاسِقاً یاَثِمُوْنَ'' اور تبیین الحقائق میں ہے:''لِاَنَّ فِیْ تَقْدِیْمِهٖ تَعْظِیْمُهٗ وَقَدْ وَجَبَ عَلَیْهِمْ اِهَانَتَهٗ شَرْعًااھ'' لہٰذا تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرلیں ان کی اقتداء میں نہ نماز پنجگانہ صحیح رہی نہ ہی نماز تراویح۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۳ر رجب المرجب ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۶ر جون ۲۰۱۰ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ذیل کے مسئلے میں؟

ہمارے اکونہ میں ایک قاری صاحب ہیں جو اپنی بالغ لڑکیوں کو ایک سرکاری انٹر کالج میں پڑھاتے ہیں۔اس کالج میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔اور پڑھانے والے زیادہ تر اہل ہنود ہیں۔ جبکہ قاری صاحب اکونہ کی جامع مسجد میں امامت کرتے ہیں۔لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ قاری صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔قاری صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا قاری صاحب کی امامت درست ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد عیسیٰ رضوی اپنا بازار، اندھیری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں قاری صاحب کی بالغ بچیاں جو کالج میں پڑھنے جاتی ہیں اگر وہ شرعی پردہ میں جاتی ہیں تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں اور اگر بے پردہ جاتی ہیں اور وہاں لڑکے اور لڑکیوں کا اختلاط ہوتا ہے تو یہ ناجائز وحرام ہے۔اس میں قاری صاحب ہی کی کوئی تخصیص نہیں۔جس بھی مسلمان کی بچی اس طرح بے حجاب جائے گی وہ عنداللہ ماخوذ ہوگا۔وہ بچی بھی گنہگار ہوگی۔

لہٰذا ہر مسلمان کو خاص طور سے اور علمائے اسلام کو اس کا احتیاط کرنا ضروری ہے۔قاری صاحب یا کوئی

بھی مسلمان جو اس طرح کے عمل سے راضی ہو اس پر توبہ و استغفار لازم و ضروری ہو۔
قاری صاحب اگر بے پردہ بچیوں کو بھیجنے پر راضی ہیں تو یقیناً ان کی امامت پر حرف آئے گا۔ انھیں اس عمل سے اپنی بچیوں کو باز رکھنا چاہئے۔ دنیاوی تعلیم اگر ضروری ہے تو اس سے کہیں زیادہ ضروری حکم شرع پر عمل کرنا ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۷؍ ربیع الغوث ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۸؍ جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں؟
کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جس امام نے مسلم ٹرسٹ کو بدل کر عیسائی کے ساتھ ٹرسٹ بنائی ہو اور وہی کرسچن لوگ اس امام کو تنخواہ دے رہے ہوں اور جس امام سے تمام مقتدی ناراض ہوں اور جو مسلم جماعت کی مسجد اور درگاہ کے تمام کاغذات غائب کر کے نقلی کاغذات اور نقلی ٹرسٹ بنوانے میں پوری مدد دی ہو؟
جب مقتدی لوگ کہتے ہیں کہ امام ہٹ جائیں تو کہتے ہیں کہ جس ٹرسٹ نے ہم کو رکھا ہے اگر وہ لوگ کہہ دیں گے تو ہم نکل جائیں گے۔ اور جو مسلم جماعت مسجد اور درگاہ کا روم تھا وہ بھی ہضم کر لیا ہے اور مسجد میں بچوں کی تعلیم ہوتی تھی وہ بھی بند کر دی ہے اور وہ امام غیروں کے یہاں یعنی کرسچن لوگوں کے یہاں جا کر کھاتے پیتے ہیں اور انہیں لوگوں سے دوستی رکھے ہوئے ہیں۔ کرسچن ٹرسٹ مسجد اور درگاہ کی شوٹنگ کراتے ہیں چرس اور بھانگ جیسی حرام چیزیں وہیں کھاتے پیتے ہیں۔ اس پر بھی مولانا کچھ نہیں بولتے اور قرآن بھی صحیح نہیں پڑھ پاتے اور جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے قرآن و حدیث کی روشنی مفصل جواب عنایت فرمائیں؟ عین کرم ہوگا۔
المستفتیان: نیاز احمد، نور محمد، مقبول خان

الجواب ھو الموفق للحق والصواب۔۔۔۔
برصدق مستفتیان ایسے امام کی امامت ناجائز ہے۔ جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ

عنہ فتاویٰ رضویہ (جلد سوم ص/۱۸۱) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس امام سے تمام مقتدی ناراض ہوں ایسے کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اور (ص/۱۷۷) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جماعت مسلمین یا مسجد کی جائداد پر قبضہ کر لینے والا یا غیر کے قبضہ میں دینے والا خائن و فاسق ہے۔ اس کا امام ہونا گناہ ہے۔ اگر امامت کرے تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ اور اسی طرح (ص/۱۴۹) اور (ص/۲۶۹) میں یوں مذکور ہے قرآن صحیح نہ پڑھنے والے کا امام ہونا ناجائز ہے۔ بد مذہبوں (وہابی، رافضی، یہودی، عیسائی وغیرہم) کے یہاں کھانا کھانے والا ان سے دوستی رکھنے والا فاسق معلن ہے، لائق امامت نہیں۔ اور مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''اِنَّ الْکِذْبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلٰی النَّارِ'' جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے۔ اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔ اور فاسق معلن کی امامت درست نہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں ایسے امام کو امامت سے برطرف کر دینا ضروری ہے۔ اگر عوام الناس ایسا نہ کریں گے تو خود گنہگار رہوں گے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

الجواب صحیح شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ذیل کے مسئلہ میں؟

زید ایک قبرستان میں پنج وقتہ نماز کی امامت کرتا ہے اور قبرستان میں تدفین کے لئے میت بھی آتی ہے اور نماز جنازہ بھی لوگ زید ہی سے پڑھواتے ہیں۔ بعد میں لوگ بطور عقیدت امام کو نذرانہ دیتے ہیں۔ جبکہ اس نذرانے میں ان کی نیت پنج وقتہ امام کے تعلق سے ہوتی ہے۔ مگر اس میں زید کے ہی عزیز عمرو اور ہندہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمیں میت کی امامت پر ایسا نذرانہ نہیں چاہئے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ لوگ جو بطور نذرانہ امام کی خدمت کرتے ہیں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کی امامت پر کچھ حرف آئیگا یا نہیں؟

لہٰذااس مسئلہ میں وضاحت کے ساتھ جواب عطافرما کرممنون ومشکورفرمائیں؟

بہت بہت شکریہ فقط والسلام مع الکرام

السائل: بکر

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں زید ہدیۃً آئی ہوئی رقم لے سکتا ہے اوراسے استعمال بھی کرسکتا ہے جس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں اور نہ ہی اس کی امامت پر کچھ حرف آئے گا۔حدیث شریف میں سرکاردوعالم ﷺ نے ارشادفرمایا: ''تَهَادُوْا تَحَابُوْا'' یعنی ہدیہ دیااورلیاکروکیونکہ اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔علاوہ ازیں ''اَلْهَدْيَةُ لَاتُرَادُ'' ہدیہ رد نہیں کیاجاتا۔ہاں زیداگرصلوٰۃ اموات کی امامت پران سے رقم طلب کرتا یانہ ملنے کی صورت میں اظہارخفگی کرتا تو یہ یقیناً درست نہ ہوتا۔عمرو ہندہ کا اعتراض بے معنیٰ ہے۔انہیں چاہئے بے تحقیق ایسی باتیں نہ کیا کریں۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظوراحمد یارعلوی غفرلہ القوی

۱۶رذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۸رنومبر ۲۰۰۷ء بروز بدھ

باب الجمعہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

زید کے گاؤں (دیہات) میں چھوٹی سی مسجد ہے اس میں جمعہ کے دن اہتمام کے ساتھ لوگ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ مگر جو امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں، ان کے جمعہ کا خطبہ دینے اور دو رکعت فرض پڑھانے کے بعد فوراً موذن صاحب اقامت کہتے ہیں اور امام صاحب چار رکعت ظہر کی فرض باجماعت پڑھاتے ہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اگر اس گاؤں میں جمعہ نہیں ہے تو پھر جمعہ کا خطبہ اور دو رکعت فرض کیوں پڑھتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

السائل: شیخ رحمت اللہ

رام واڑی گاندھی نگر، جے، پی روڈ، اندھیری (ویسٹ) ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھنا مذہب حنفی میں جائز نہیں۔ لیکن اگر عوام پڑھتے ہوں تو منع نہ کریں گے کہ شاید اسی طرح اللہ ورسول ﷺ کا نام لے لینا ان کے لئے ذریعہ نجات ہو جائے۔ ہکذا قال الامام احمد رضا البریلوی۔ اور فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے: ''**لَاتَصِحُّ الْجُمُعَةُ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ وَلَا تَجُوْزُ فِی الْقُرٰی لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا جُمُعَةَ وَلَاتَشْرِیْقَ وَلَافِطْرَ وَلَااَضْحٰی اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ**'' دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھ لینے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی۔ لہٰذا دوسرے ایام کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے۔

صورت مسئولہ میں جو امام صاحب کر رہے ہیں وہی ٹھیک ہے۔ عوام الناس ان کی اقتداء وپیروی کریں کہ نماز جمعہ دو رکعت پڑھ لینے کے بعد فوراً اقامت کہی جائے اور دوسرے ایام کی طرح اس روز بھی نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔

(ہکذا فی فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص/۴۰۶)

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۹؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۰؍اگست ۲۰۰۱ء

المجیب مصیب شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں؟

ایک علاقہ کاروباری ہے اور پاس ہی ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ اس جگہ پر پہلے اسکریپ یعنی پرانی چیزوں کا گودام تھا۔ کچھ ترقی ہوئی تو آج سے گیارہ سال پہلے وہاں چار منزلہ عمارت تعمیر ہوئی جس میں صرف کاروباری لوگوں کی آفس اور دوکانیں ہیں رہائشی علاقہ دور ہے۔

اس کاروباری عمارت میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ جس کی وجہ سے گودام والوں نے نماز جیسا فریضہ ادا کرنے کے لئے اپنی ایک آفس جو کہ گراؤنڈ فلور میں ہے نمازیوں کے لئے وقف کر کے مسجد قائم کر دیا تاکہ جتنے لوگ اس بلڈنگ کی آفس اور دوکانوں میں کام کرتے ہیں اور مسافر لوگ جو اسٹیشن اور سڑک سے گزرتے ہیں با آسانی استنجاء ووضو سے پاک صاف ہو کر پنج وقتہ نماز ادا کر سکیں۔ اور رمضان المبارک کے مہینہ میں تراویح وروزہ افطار کر سکیں۔ کیوں کہ یہاں سے بڑی مسجد دور ہے اور وہاں کے ٹرسٹیوں کے قانون کی وجہ سے فرض نماز کے بعد فوراً مسجد مکمل بند کر دی جاتی ہے۔

اس لئے بھی اس مسجد کا قیام عمل میں آیا۔ الحمد للہ اب یہاں اس مسجد میں نمازیوں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے تو گودام والوں نے بلڈر سے اجازت لیکر مسجد کے سامنے باہر والی جگہ جہاں پر ایک پیپل کا پرانا درخت بھی ہے وہاں دو تین غیر مسلم پتھر رکھ کر روز آنہ پوجا پاٹ کرتے تھے اور علاقہ کے کچھ لوفر لوگ چرس وغیرہ کا نشہ کرتے تھے۔ گودام والوں نے اس پتھر اور پوجا کی گھنٹی کو ہٹا کر پاک وصاف کر دی اور سوسائٹی والوں سے اجازت لیکر امام صاحب کا مصلیٰ آفس والی جگہ جہاں مسجد ہے اسے باہر سے بڑھا دیا اور وہاں بورنگ مشین پائپ لائن اور پانی کی ٹنکی وغیرہ کو لیبل کر کے مزید باہر کی جگہ بھی نمازیوں کے لئے بنا لی۔ پانی کا استعمال وضو کے لئے جو ہوتا تھا وہ سوسائٹی کی بلڈنگ سے تھا جس میں غیر مسلم بھی رہتے تھے۔ گودام والوں نے اسے بھی اپنے خرچ سے الگ بنوالیا ہے۔ اور مسجد کا تمام خرچ بھی گودام والوں کے ذمہ

ہے۔اب یہاں جمعہ بھی قائم ہوتا ہے جس میں سینکڑوں لوگ جمع ہوتے ہیں۔

کیا ایسی صورت میں مسجد کے گودام والوں کی جگہ جو وقف ہے اور باہر سوسائٹی والوں کی جگہ پر جب کہ اجازت مل گئی ہے، اب نمازیوں کی تعداد زیادہ ہونے پر اس جگہ پر نماز ادا کرنا باجماعت جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس طرح سے نماز قائم کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کو اعتراض ہے کہ اس طرح نماز پڑھنا ٹھیک نہیں ہے۔اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی عطا فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی۔

فقط: آپ کا خیر خواہ محمد نصیر الدین انصاری جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں ایسی جگہ نماز پنجگانہ کی ادائیگی میں کوئی حرج نہیں ہے۔نماز جمعہ کا قیام بادشاہ اسلام یا اس کا نائب، دور حاضر میں علاقہ کا سب سے بڑا عالم دین جو مرجع عوام وخواص ہو اپنی صواب دید پر کرے۔ ہر کس وناکس کو یہ حق نہیں ہے۔جس کی رعایت قیام جمعہ سے قبل ہونی چاہیے تھی۔مگر چونکہ جمعہ قائم ہو چکا ہے اس لئے اسے برقرار رکھیں۔فی زمانہ جس طرح بھی عوام اللہ ورسول ﷺ کا نام لیں غنیمت ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۰؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ مطابق ۲؍اپریل ۲۰۱۳ء بروز منگل

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں؟

ایک جگہ جس پر رام شیام نامی سنیما تھیئیٹر چلتا تھا۔کچھ عرصہ پہلے وہ سنیما ہال (تھیئیٹر) توڑ دیا گیا اور اب تک وہ جگہ خالی ہے۔جس کی جگہ ہے وہ اس جگہ پر شادی وغیرہ کے لئے ہال قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے افتتاح سے قبل ان کی دلی منشاء ہے کہ وہاں پر عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ لی جائے۔اور امید قوی ہے کہ اس جگہ پر تراویح اور عید الفطر کی نماز بھی ہو۔حاصل طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس جگہ عیدین قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بصورت اثبات اس کو کون کون شخصیتیں فی زمانہ قائم کر سکتی ہیں؟ بینوا توجروا؟

فقط والسلام۔عبد الغنی منڈپ والے

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ اپنی کتاب بہار شریعت حصہ چہارم (ص۸۴) پر ارشاد فرماتے ہیں کہ بلا ضرورت بہت سی جگہ جمعہ نہ قائم کیا جائے کہ جمعہ شعار اسلام سے ہے اور جامع جماعات ہے۔ اور بہت سی مسجدوں میں ہونے سے وہ شوکت اسلامی باقی نہیں رہتی جو اجتماع میں ہوتی ہے۔ نیز دفع حرج کے لئے تعدد جائز رکھا گیا ہے۔ تو خواہ مخواہ جماعت پراگندہ کرنا اور محلّہ محلّہ جمعہ قائم نہ کرنا چاہیئے۔

نیز ایک بہت ضروری امر جس کی طرف عوام کی بالکل توجہ نہیں ہے، یہ ہے کہ جمعہ کو اور نمازوں کی طرح سمجھ رکھا ہے کہ جس نے چاہا نیا جمعہ قائم کرلیا اور جس نے چاہا پڑھا دیا۔ یہ ناجائز ہے۔ اس لئے کہ جمعہ قائم کرنا بادشاہ اسلام یا اس کے نائب کا کام ہے۔

اور جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو تو وہاں جو سب سے بڑا فقیہ (عالم) سنی صحیح العقیدہ جو احکام شرعیہ جاری کرنے میں سلطان اسلام کے قائم مقام ہے۔ لہٰذا وہی جمعہ قائم کرے۔ بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بھی نہ ہو تو عام لوگ جس کو امام بنائیں عالم کے ہوتے ہوئے عوام بطور خود کسی کو امام نہیں بنا سکتی۔ نہ یہ ہوسکتا ہے کہ دو چار لوگ کسی کو امام مقرر کرلیں ایسا جمعہ کہیں سے ثابت نہیں۔

چونکہ عیدین بھی معمولی فرق کے ساتھ شرائط ادا کے لحاظ سے مثل جمعہ ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی مذکورہ احکام کی رعایت ضروری ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۶/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۴/نومبر ۲۰۰۹ء بروز منگل

باب السہو

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید سے نماز میں ترک واجب ہوا جس کے ازالے کے لئے اس نے سجدۂ سہو کیا۔ بعدہٗ تحیات پڑھنے میں غلطی کی یا تین تسبیح کے مقدار خاموش رہا یا تحیات پڑھنا بھول گیا۔صورت مذکورہ میں کیا پھر سے وہ سجدۂ سہو کرے یا ماقبل کا سجدۂ سہو کافی ہوگا؟

مع حوالہ جواب دیکر ممنون فرمائیں؟ نوازش ہوگی۔

محمد عثمان ھاشمی

مدرس دارالعلوم برکاتیہ جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مذکورہ مستفسرہ میں دوبارہ سجدۂ سہو نہیں کیا جائیگا، دلائل ملاحظہ ہوں:

(۱) سجدۂ سہو ان امور سے ہے جس کی تکرار نہیں ہوتی۔اسی لئے سلام تک موخر کیا گیا ہے۔ ''اِنَّ سُجُوْدَ السَّهْوِ مِمَّا لَايُتَكَرَّرُ فَيُوَخَّرُ عَنِ السَّلَامِ'' ھدایہ باب السہو (ص/۱۵۶) تکرار سجدۂ سہو سے بچنے کے لئے اسے موخر کیا گیا ہے۔اگر پھر سجدۂ سہو کا حکم کیا جائے تو تکرار لازم آئے گی۔موخر کیا جانا بے معنیٰ ہوا۔

(۲) ''اِنَّ سَجْدَةَ السَّهْوِ لِتَكْمِيْلِ الصَّلٰوةِ فَاِذَا اَكْمَلَهَا بِسَجْدَةِ السَّهْوِ فَلَاحَاجَةَ اِلٰى سَجْدَةِ السَّهْوِ مَرَّةً اُخْرٰى وَاِلَّا لَزِمَ التَّكْمِيْلُ بَعْدَ التَّكْمِيْلِ فَيُوَدِّى اِلٰى مَالَا يَتَنَاهٰى وَهٰذَا خِلَافُ الْمَعْقُوْلِ وَالْمَفْرُوْض''۔ سجدۂ سہو تکمیل صلوٰۃ کے لئے

ہے۔جب ایک مرتبہ تکمیل کر لی گئی تو پھر تکمیل کی تکمیل نہیں ہوتی جو لا متناہی کو مشیر ہوگا۔

(۳) جماعت کثیرہ جیسے کہ جمعہ وعیدین میں سجدہ سہو کی رخصت دی گئی ہے۔اس لئے کہ حالات امام سے عدم واقفیت کی بنا پر لوگ سلام اول ہی کو آخری سلام سمجھ کر نماز سے الگ ہو جائیں گے۔اسی طرح یہاں بھی بصورت اقتداء لوگ سلام ثانی برائے سہو کو سلام آخر سمجھ کر نماز سے الگ ہو جائیں گے۔یہاں تو یہ اشتباہ جماعت کثیرہ ہو یا نہ ہو بہر صورت ہے۔لہٰذا دوبارہ سجدۂ سہو نہ ہونا چاہئے رہا منفرد اگر چہ اس کے لئے اشتباہ کی جا نہیں مگر تکرار سجدۂ سہو اور تکمیل کے بعد تکمیل ضرور ہے۔

(۴) تکرار سجدۂ سہو کے عدم جواز پر اجماع ہے (ہدایہ باب السہو ص/۱۵٦) کا حاشیہ نمبر۲۳/ ملاحظہ ہو۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفر لہ القوی

۱۰/جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲٦/جون ۲۰۰۷ء بروز منگل

باب صلوٰۃ الجنائز

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟
زید سنی صحیح العقیدہ نے ایک اپنے رشتہ دار (جو سنی صحیح العقیدہ تھی) کی میت میں شریک ہوا لیکن سوئے اتفاق کہ اس مرحومہ کے جنازے کی نماز بدمذہب وبدعقیدہ شخص نے پڑھائی۔
لہٰذا سب سے پہلی بات مرحومہ کے جنازے کی نماز ہوئی یا نہیں اور اگر نہیں ہوئی تو کیا بعد دفن قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟ بصورت اثبات، بعد دفن کتنے دنوں کے اندر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟ دوسرے جن جن لوگوں نے بدمذہب شخص کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھ لیا تھا ان لوگوں کا کیا حکم ہے؟ نیز زید سنی صحیح العقیدہ (جوشادی شدہ ہے) کا کیا حکم ہے؟ بالتفصیل بیان فرمائیں؟

فقط والسلام
المستفتی۔محمد غوث گھاس والا
قاسم چال آر۔ایم، روڈ، جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....
(۱) صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی مرحومہ کی نماز جنازہ نہ ہوئی کیوں کہ بدعقیدہ اپنے عقائد کفریہ کے سبب بحکم شریعت اسلامیہ کافر، مرتد اور بے دین ہیں۔ ملاحظہ ہو: فتاوی حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ۔ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ ہوگی۔امام محقق علی الاطلاق رضی اللہ عنہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم، امام ابویوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہم سے نقل فرماتے ہیں: ''لَاتَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ خَلْفَ اَهْلِ الْهَوَاءِ'' یعنی بے دینوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔اور شیخ الاسلام والمسلمین سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم (ص/۲۳۵) میں فرماتے ہیں: ''دیوبندی عقیدہ رکھنے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے، ہوگی ہی نہیں۔ (ماخوذ از فتاویٰ فیض الرسول ص/۲۸۷ تا ۲۸۸)
لہٰذا جب نماز نہ ہوئی تو مرحومہ بے نماز دفن ہوئیں۔اور اگر بلا نماز دفن کر دیا گیا تو اس کی نماز قبر پر پڑھی جائیگی جب تک تفسخ کا ظن غالب نہ ہو۔

(غنیۃ ص/۵۵۳) میں ہے: "دُفِنَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ صُلِّيَ عَلٰى قَبْرِهٖ مَالَمْ يَغْلِبْ عَلَى الظَّنِّ اَنَّهٗ تَفَسَّخَ كَمَامَرَّ مِنْ صَلَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْقَبْرِ وَلَا يُعْبَرُ التَّقْدِيْرُ بِالْاَيَّامِ فِي التَّفَسُّخِ وَعَدَمِهٖ عَلَى الصَّحِيْحِ بَلِ الْمُعْتَبَرُ غَلَبَةَ الظَّنِّ لِاَنَّ ذٰلِكَ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْحَالِ مِنَ السَّمَنِ وَالْهِزَالِ وَبِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ مِنَ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ وَبِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ مِنْ كَوْنِ الْاَرْضِ سَبْخَةً اَوْ غَيْرِهَا" (فتاویٰ مصطفویہ ص/۲۹۰)

(۲) اگر زید اور دیگر مسلمانوں نے بدعقیدہ کے پیچھے اس کی بدعقیدگی جانتے ہوئے مسلمان اعتقاد رکھ کر نماز جنازہ ادا کی تو کفر ہے۔ توبہ، تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے۔ اور اگر امام کو مرتد وبدمذہب جان کر پڑھی تو فسق ہے۔ علانیہ توبہ لازم ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول ص ۴۴۱)

هٰذَا مَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۷/ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰/ستمبر بروز دوشنبہ

کتاب الصوم

حضور بفیض گنجور مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ..

چند مسائل قلمبند کررہا ہوں جواب سے نوازیں؟ کرم ہوگا۔

(۱) زید کہتا ہے کہ رمضان المبارک میں کول گیٹ کرنا جائز ہے۔اس سے نہ تو روزہ ٹوٹتا ہے نہ مکروہ ہوتا ہے۔

(۲) بکر کا کہنا ہے کہ گل منجن سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا ہے اور نہ مکروہ ہوتا ہے۔خالد کا کہنا ہے کہ جب گل منجن سے نہیں ٹوٹتا ہے تو وہ تمبا کو جس میں چونا ملا کر ہونٹ میں رکھا جاتا ہے اس سے تو بدرجۂ اولیٰ نہیں ٹوٹنا چاہئے۔اس لئے کہ گل منجن پورے دانت میں لگایا جاتا ہے اور سرتی تو ایک جگہ رکھی جاتی ہے۔اس لئے اس سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔

(۳) عمرو کا بینک میں ایک لاکھ سے زائد رقم ہے اور اس پر ابھی سال نہیں گزرا کہ رمضان آ گیا تو عمرو دو تین ماہ بعد آنے والے رمضان میں زکوٰۃ نکالے یا سال گزر جانے پر نکالے۔اور اس رقم پر آئندہ رمضان سے قبل سال پورا ہوگا تو رمضان سے تین ماہ قبل زکوٰۃ نکالے یا رمضان آنے پر؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں؟ غایت لطف وکرم باشد۔

فقط والسلام

خاکپائے علمائے اہل سنت

محمد عبد اللہ برکاتی دار العلوم اہل سنت برکاتیہ

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

(۱)(۲) حالت روزہ میں کسی طرح کا منجن یا کول گیٹ وغیرہ کا استعمال بلاضرورت صحیحہ مکروہ ہے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ منجن حرام وناجائز نہیں جبکہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا۔مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم

ص۶۱۴)

اگراس کا کچھ حصہ حلق میں چلا گیا اوراس کا مزہ محسوس ہوا تو روزہ جاتا رہا۔مگراس صورت میں صرف قضاءواجب ہوگی کفارہ نہیں۔(ردالمختار جلد دوم ص۹۸) میں ہے: ''اَکَلُ مِثْلِ سَمْسَمَةٍ مِنْ خَارِجٍ یَفْطِرُ اِلَا مُضِغَ بِحَیْثُ تَلَاشَتْ فِیْ فَمِہٖ اِلَّا اَنْ یَّجِدَ الطَّعْمَ فِیْ حَلْقِہٖ اھ'' بحوالہ فتاویٰ برکاتیہ (ص۳۱۴)۔

انتباہ۔علمائے کرام کو کافی اطمینان ہو تب بھی منجن نہ استعمال کریں کہ عوام انہیں دیکھ کر استعمال کرنے لگے گی اور روزوں کو برباد کرلیں گی۔اور حالت روزہ میں اگر کسی چیز کا استعمال مکروہ تحریمی ہو تو متعدد بار استعمال کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا،صرف گناہ ہوگا۔جیسے نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا مکروہ تحریمی ہے مگر بار بار ایسا کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

بکر کا مطلق طور پر یہ کہنا کہ منجن کرنے سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے نہ مکروہ ہوتا ہے یہ اس کی جہالت ہے نیز منجن کو سرتی پر قیاس کرنا یہ خالد کی جہالت ہے۔

(۳) ہر مالک نصاب پر اس کے مال میں سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ بعد وجوب جتنی جلدی ممکن ہو، ادا کردے کہ حیات وممات اختیاری نہیں ہیں۔ مال پر حولان حول کے بعد ہی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔لیکن اگر سال پورا ہونے سے قبل بھی حساب کرکے زکوٰۃ نکال دے تو سال پورا ہونے کے بعد زکوٰۃ کی رقم کو زکوٰۃ میں محسوب کرسکتا ہے۔اب دوبارہ زکوٰۃ نکالنے کی ضرورت نہیں۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۰/جمادیٰ الاخریٰ ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰/اگست ۲۰۰۲ء

المجیب مصیب شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

کتاب الحج

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟
حج بدل کیلئے جس شخص کو بھیجا جائے اسکا حاجی ہونا ضروری ہے؟ کیا غیر حاجی حج بدل کیلئے نہیں جا سکتا؟ بینوا توجروا؟

المستفتی :۔ سید قمر الحسن (عرف چنوں میاں)
یاری روڈ ورسوا، اندھیری، ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....
حج بدل کیلئے جسے بھیجا جائے اس کا حاجی ہونا کچھ ضروری نہیں۔ غیر حاجی کو بھی حج بدل کیلئے بھیجنا جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم (ص/۱۰۱) البتہ ایسے شخص کو بھیجا جائے جو حج کے طریقہ اور اس کے افعال سے آگاہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ اپنا حج فرض بھی ادا کر چکا ہو تا کہ ادائیگی حج احسن طریقے پر ہو سکے۔ ہاں وہ شخص جس پر حج فرض ہو اور اس نے ابھی تک اپنا حج ادا نہیں کیا ہے ایسے کو حج بدل کے لئے بھیجنا ضرور مکروہ ہے۔
(بہار شریعت حصہ ششم ص/۱۱۱)

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی
۶/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱/ستمبر ۲۰۱۵ء بروز پیر
الجواب صحیح عبدالجبار خان قادری

کتاب الزکوٰۃ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زکوٰۃ کے اس مسئلہ میں؟

زید کے پاس حاجت اصلیہ کے سوا ایک مکان ہے جو کہ کرایہ پر دے رکھا ہے۔ مکان میں زید نے صرف دس لاکھ روپئے ڈالے ہیں اور بقیہ ۲۰/لاکھ روپئے (سودی قرض) میعادی لیا ہے جو ہر ماہ مع سود اور اصل رقم کے وضع ہو جاتا ہے۔

سوال طلب یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ کس طرح نکالی جائے۔ حالانکہ فی الحال اس مکان کی قیمت ۴۰/ لاکھ روپئے ہے۔ برائے کرم جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں؟

المستفتی: عبدالغنی احمد ممبئ

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

(۱) مال کو وسعت دینے کے لئے یا بہت اچھا مکان کے خاطر لون یعنی سود لینا ناجائز وحرام ہے۔ لینے والا توبہ کرے اور آئندہ اس سے بچنے کا عہد کرے۔

(۲) زید نے اگر وہ مکان رہنے کے لئے خریدا ہے اگرچہ اس میں نہیں رہتا تو اس کی اصل رقم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ حاصل شدہ کرائے میں سے جو تکمیل سال پر بچ رہے زکوٰۃ ہے۔ اور اگر زید نے اس مکان کو اس لئے خریدا ہے کہ اس کی قیمت بڑھے گی تو بیچ دوں گا۔ یہ شکل تجارت کی ہوئی۔ دریں صورت اصل رقم جو مکان خریدنے میں صرف ہوئی ہے اس پر اور حاصل شدہ کرائے پر بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی ۱۹/رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

زید وبکر دونوں بھائی ہیں، دونوں کا مشترک کاروبار ہے۔ بکر یعنی بڑا بھائی دونوں کے حصہ کی زکوٰۃ دیتا ہے کسی دار العلوم اہل سنت میں مگر زید اس زکوٰۃ کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ روپئے تو مندر میں جاتے

ہیں یعنی دارالعلوم اہل سنت کو مندر کہتا ہے۔تو شریعت محمدی ﷺ زید کے بارے میں کیا حکم فرماتی ہے؟
کیا زید کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ یا پھر زید کو از سر نو زکوٰۃ دینی ہوگی۔

المستفتی: ودعا گو۔محمد فاروق رضوی ناگوری

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

(۱) بکر و زید کے مشترکہ کاروبار سے حاصل شدہ رقم اگر دو نصاب کو پہونچتی ہے تو دونوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ادائیگی زکوٰۃ کے لئے تملیک فقیر شرط ہے۔اگر وہ رقم مستحق زکوٰۃ تک پہونچتی ہے خواہ ایک ساتھ ادا کرتے ہوں یا الگ الگ ادا کرتے ہوں، بہرصورت زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جبکہ اسے بنیت زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔تو ادا نہ ہونے کا کیا مفہوم؟ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

(۲) زید جاہل، گستاخ و بے ادب ہے، زید بے قید کا قول بدتر از بول ہے۔مدارس اسلامیہ کو مندر کہنا اس کی سخت توہین کرنا ہے۔زید کو چاہئے کہ وہ توبہ و استغفار کرے نیز مسجد و مدرسہ میں لوٹا چٹائی رکھے، صدقہ و خیرات کرے تاکہ یہ سب افعال حسنہ اس کے توبہ میں معاون ثابت ہوں اور آئندہ اس طرح کے قول سے پرہیز کرے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۵/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق ۶/جنوری ۲۰۰۸ء بروز یکشنبہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید ایک کمرہ خود کے کرایہ پر لے کر پرائیویٹ ٹیوشن کلاسیس چلاتا ہے۔چونکہ صبح ۷/بجے سے لے کر شام ۳/بجے تک یہ کمرہ خالی رہتا ہے۔اس لئے اس کمرہ کا استعمال عالمہ کورس کی تعلیم کیلئے بھی اس وقت تک کیا جاتا ہے جس میں از اعدادیہ تا دورۂ حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔طالبات میں سے اکثر فیس دے کر تعلیم حاصل کرتی ہیں۔بعض نادار طالبات فیس نہیں دیتی ہیں۔فیس کی رقم اساتذہ کی تنخواہ کے لئے ناکافی ہے۔عمارت کا کرایہ کتب کی فراہمی اور دیگر ضروریات تعلیم مزید برآں ہیں۔ایسی صورت میں کیا

زید عالمہ کورس کی تعلیم کے دیگر اخراجات کے لئے زکوٰۃ صدقات اور چرم قربانی کی رقم لے سکتا ہے؟

بینوا توجروا؟

المستفتی: محمد شہنشاہ رضا نوری

آشیانہ بلڈنگ احمد زکریا نگر باندرہ ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب۔۔۔۔۔

معلوم ہونا چاہئے کہ ادائیگی زکوٰۃ کے لئے تملیک فقیر شرط ہے جو مستحق تک پہونچنے ہی کی صورت میں ادا ہوگی اور اس کا استعمال محل میں ہوگا۔ علاوہ ازیں درست نہ ہوگا۔ صورت مسئولہ میں اگر کچھ بچیاں جنہیں نادار لکھا گیا ہے اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہیں تو یقیناً وہ لے سکتی ہیں۔

اور زید رقم زکوٰۃ ان پر بعد تملیک فقیر صرف میں لا سکتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ زید زکوٰۃ کی رقم کو بعد حیلہ شرعی استعمال میں لائے وہ اس طرح کہ رقم زکوٰۃ کو کسی مستحق زکوٰۃ جو مکلّف ہو اسے مالک بنا دے۔ بعدہٗ وہ اسے واپس دے کر استعمال کا حق دیدے۔ (ھٰکذا فی فتاوٰی فیض الرسول وفی کتب الفقھیہ)

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۰/ذو القعدہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۲/نومبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں؟

زکوٰۃ کی رقم کو حیلۂ شرعی کے بعد دار العلوم کے تعمیری کام میں لگا سکتے ہیں کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: حافظ وقاری اعجاز احمد چشتی

استاذ دار العلوم غوثیہ ضیاء القرآن کرلا ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں بعد حیلہ شرعیہ زکوٰۃ کی رقم ہر جائز کام میں لگا سکتے ہیں۔ جس کی آسان صورت یہ ہے کہ کسی مصرف زکوٰۃ کو دیکر مالک کردیں۔ پھر وہ اپنی طرف سے دیدے۔ اس لئے کہ ادائیگی زکوٰۃ کے لئے تملیک فقیر شرط ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رضویہ کے اندر (ص/۴۶۸) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر روپیہ بنیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کردیں پھر وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دیدے تو اس رقم کو جملہ مصارف مدرسہ میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

خادم الافتاء دار العلوم اہل سنت برکاتیہ جوگیشوری ممبئی

کتاب التولیت

آبروئے سنیت حضرت علامہ مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے تعلق سے؟

زید مسجد کا ممبر ہے یا سکریٹری اور اس کا عمل شراب پینا ہے۔لوگوں کے اعتراض پر زید نے چند ذمہ داروں کے سامنے یہ کہا کہ میں باہر شراب پیتا ہوں۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔تو کیا ایسے کو مسجد کا ممبر یا سکریٹری رکھنا درست ہے یا نہیں؟اور جن لوگوں کے سامنے اعتراف کیا ہے ان لوگوں کا زید کو عہدہ پر رکھنا کیسا ہے اور رکھنے والے کیسے ہیں؟ نیز کیا مسجد کا ممبر رہنے کے لئے داڑھی والا اور پنج وقتہ نمازی ہونے کی شرط ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتی: عادل سید ابن عبدالقادر سید

لکشمی نگر نیولنک روڈ گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

شراب کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ‘‘ تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ (دوسرا پارہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۱۹) دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: ’’یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ‘‘ اے ایمان والو شراب اور جوا، بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہو کہ تم فلاح پاؤ۔ (پارہ ۷/ سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۰)

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ’’لَایَشْرَبُ الْخَمَرَ حِیْنَ یَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤمِنٌ‘‘ یعنی شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا۔(رَوَاهُ الشَّیْخَانُ وَغَیْرُهُمَا عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ

اللّٰہُ عَنۡہُ) اوررسول اللہ ﷺ ارشادفرماتے ہیں: ''مَـدَّ مِـنَ الْـخَمَرِ اِنۡ مَاتَ لَقَی اللّٰہَ کَعَبَدِوَثَنٍ'' یعنی شرابی اگر بے توبہ مرے تو اللہ تعالیٰ کے حضوراس طرح حاضر ہوگا جیسے کوئی بت پوجنے والا۔ فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم (ص/۴۸) پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں جس کی روایت احمد نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے کی کہ رسول اللہ ﷺ ارشادفرماتے ہیں: ''میرے رب نے اپنی عزت کی قسم یادفرمائی کہ میرا جو بندہ ایک گھونٹ شراب پیئے گا اس کے بدلے جہنم کا کھولتا پانی پلاؤں گا اگرچہ وہ بخشا ہی گیا ہو۔اور جوکسی چھوٹے بچے کوشراب پلائے گاجب بھی اس کی سزامیں وہ پانی پلاؤں گا اگرچہ وہ مغفور ہی ہو۔ جو بندہ میرے خوف سے شراب چھوڑ دیگامیں اسے اپنے پاک دربار میں بلاؤں گا''۔

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ (بہارشریعت حصہ نہم) تولیت کے بیان میں مسئلہ نمبر/۸تحریرفرماتے ہیں کہ متولی اگرامین نہ ہوخیانت کرتا ہویا کام کرنے سے عاجز ہے یاعلانیہ شراب پیتا، جواکھیلتایا کوئی دوسرا فسق علانیہ کرتا ہوتواس کومعزول کردیناواجب ہے کہ اگرقاضی نے معزول نہ کیا تو قاضی گنہگار رہےاور جس میں یہ صفات پائی جائیں اسے متولی بنانا گناہ ہے۔

قرآن وحدیث وفقہ سے یہ واضح ہوگیا کہ شراب پینا حرام قطعی ہے۔ جوشخص اس کے پینے کا عادی ہو سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب ہےاور فاسق وفاجر، بے باک، مردودوملعون اوردردناک عذاب کا مستحق ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)۔

لہٰذا مسلمانوں خاص کرذمہ دار مسلمانوں پرواجب ہے کہ اس کواس سے دوررہنے پرمجبورکریں اور اس سے بازنہ آئےتواس کا بائیکاٹ کریں اورتولیت سے معزول کردیں۔

جولوگ اس کا بائیکاٹ نہ کریں تو مسلمان ان لوگوں کا بھی بائیکاٹ کریں۔ نیز داڑھی حدشرع (ایک مشت) سے کم رکھنے کا عادی ہونا اورنمازوں کی پابندی نہ کرنا حرام ہے۔ جولوگ اس کے مرتکب ہوں ان کومسجد کاممبرنہ بنائیں اورہوں تو معزول کردیا جائے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیۡ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَعِلۡمُهٗ اَحۡكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظوراحمد یارعلوی غفرلہ القوی

۱۱/ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۷/ستمبر ۲۰۱۳ء بروزمنگل

حضرت علامہ مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے تعلق سے؟

آپ کو معلوم ہو کہ میں جماعت المسلمین کاندیولی پوئیسر مسجد اینڈ قبرستان ٹرسٹ صدر اور سکریٹری آپ سے ایک سوال کا جواب اور دینی مسئلہ حل چاہتے ہیں۔ جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

سوال: دو سال پہلے جماعت ٹرسٹیان کا چناؤ ہوا تھا اس میں ایک ٹرسٹی کو جس کا نام عارف مقصود ہے، اسے خازن کے طور پر گہما گہمی میں چنا گیا، لیکن وہ نوجوان بچوں کو جمع کر کے بے جا ٹرسٹیان پر دباؤ ڈالتا ہے۔ مسجد کی رقم مسجد میں رکھنے کے بجائے اپنے گھر میں رکھتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر رقم نہیں دیتا ہے۔ لہٰذا ذمہ دار ٹرسٹیان اسے ٹرسٹ سے نکال دینا چاہتے ہیں تاکہ بآسانی کام کاج کر سکیں۔

جواب کے منتظر

ٹرسٹیان جماعت المسلمین پوئیسر کاندیولی ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں نوجوان بچوں کو جمع کر کے ٹرسٹیان مسجد پر بے جا دباؤ ڈالنا ایذاء مومن ہے اور کسی مومن کو ایذا پہونچانا ناجائز وحرام ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ'' مسلمان وہ ہے جس کے زبان وہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔

نیز مسجد کی رقم مسجد میں محفوظ جگہ ہونے کے باوجود گھر پر رکھنا اور وقت پر نہ دینا، یہ بھی ناجائز ہے۔ لہٰذا جو شخص ٹرسٹیان مسجد پر بے جا دباؤ ڈالے اور مسجد کی رقم بوقت ضرورت نہ دے جس سے کارِ مسجد میں خلل واقع ہو تو ایسے شخص کو ضرور باضرور معزول و برطرف کر دینا چاہئے۔ تمام عوام ومصلیان کو چاہئے کہ دیگر ذمہ داروں کا ساتھ دیں اور ایسے موذی شخص کو مسجد کی ذمہ داری سے الگ کریں اور کسی معقول آدمی کا انتخاب کرلیں۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۶ / ربیع الاول ۷ ۱۴۳ھ مطابق ۷ / جنوری ۲۰۱۶ء بروز جمعرات

کتاب النکاح

مخدومنا المکرّم مطاعی الکریم حضور مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: بعدہ عرض اینکہ مسئلہ ذیل کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی نیز ائمہ مجتہدین کی معتبر کتابوں سے عنایت فرمائیں کرم ہوگا؟

زید عاقل بالغ سنی صحیح العقیدہ (خود کفیل) کا عقد ہندہ سے جو کہ سنی صحیح العقیدہ عاقلہ بالغہ ہے سنی عالم دین نے کیا۔ لیکن زید کا باپ بکر دیوبندی وہابی ہے اور زید کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ اب اس صورت میں زید کے نکاح میں کسی قسم کا شبہ کرنا کیسا ہے؟ زید کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر نکاح صحیح ودرست ہے تو زید کے نکاح کے بارے میں شبہ کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ جواب بالتفصیل عنایت فرمائیں؟

فقط والسلام

المستفتی۔ حافظ امانت اللہ برکاتی

موضع سوکیا، پوست جانکی نگر، ضلع سرائے وستی، بھنگا، یوپی

الجواب هو الموفق للحق والصواب۔۔۔۔۔

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ صحیح ودرست ہے اسے غیر درست کہنے والے ہی نادرست ہیں اور مسائل شرعیہ سے ناواقف۔ رہا زید کا اپنے باپ کے ساتھ رہنا یہ یقیناً صحیح نہیں ہے اس لئے کہ وہ دیوبندی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔ اور دیوبندیوں، وہابیوں کو عرب وعجم کے سینکڑوں علماء نے کافر کہا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ حسام الحرمین، اور الصوارم الہندیہ (مصنف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ) سے ظاہر وباہر ہے۔

مسلم شریف کی حدیث شریف ہے۔ مدنی تاجدار سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْاهُمْ وَاِنْ مَّاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْاهُمْ وَاِنْ لَقِيْتُمُوْاهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا

مَعَھُمْ"

یعنی بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اگر مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو۔ ان سے ملاقات ہو تو ان سے سلام نہ کرو۔ ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو۔ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو۔ ان کی جنازے کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ مل کر نماز نہ پڑھو۔

اب اگر سنی صحیح العقیدہ بیٹا اپنے دیوبندی باپ کو اپنے پاس رکھتا ہے یا خود اپنے باپ کے پاس رہتا ہے تو اس کو رکھنا یا رہنا قطعی درست نہیں ہے اور حدیث مذکور کے بالکل خلاف ہے۔ زید کو چاہئے کہ وہ اپنے دیوبندی باپ سے بالکل لاتعلق ہو جائے۔

انعقاد نکاح میں قطعاً شبہ کرنا جائز نہیں وہ واقع اور صحیح ہے۔ شبہ کرنے والے غلطی پر ہیں اور مسائل شرعیہ سے ناواقف اور جاہل ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ اپنے خیال فاسد اور بے جا شبہ سے پرہیز کریں اور توبہ بھی کریں۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۴؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۱؍ جولائی ۲۰۰۵ء بروز دوشنبہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل ذیل میں؟

(۱) اگر کوئی امام کسی سنی کی لڑکی اور دیوبندی کے لڑکے کے ساتھ قصداً نکاح پڑھا دے تو شریعت کا ایسے امام پر کیا حکم ہے؟

(۲) اور اگر سہواً پڑھا دے اور ایک ہفتہ کے بعد معلوم پڑا کہ لڑکی دیوبندی ہے تو امام پر کیا حکم ہے؟ کیا وہ عوام کے سامنے توبہ کرے اور یہ اعلان کرے کہ میں نے جو نکاح پڑھایا تھا وہ سرے سے ہوا ہی نہیں ہے؟

(۳) ایسا امام جو امامت کرتا ہے اور سنیوں کی شادی میں شرکت کرتا ہے۔ وہاں شادی میں دیوبندی، وہابی، شیعہ سبھی فرقہ کے لوگ شرکت کرتے ہیں تو امام کو وہاں پر جانا کھانا کھانا کیسا ہے؟ اور اس

کھانے کو کوئی دیو بندی بناتا ہے تو کھانا چاہئے یا نہیں؟

فقط والسلام

المستفتی: الحاج غلام نبی

الجواب هو الموفق للحق و الصواب. . . . .

(۱) بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین دیو بندی عقیدہ رکھنے والے کے ساتھ سنی لڑکی کا عقد ہرگز ہرگز منعقد نہ ہوگا۔ قاضی نے اگر جان بوجھ کر ایسا نکاح پڑھا دیا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں اگر قاضی توبہ وتجدید ایمان کرلے اور جو نکاح اس نے پڑھایا ہے اس کے باطل ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے تو امامت کے دوسرے شرائط پائے جانے کی صورت میں اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص/۳۰۷)

(۲) امام نے اگر واقعی نہ جان کاری میں وہابی کا نکاح پڑھا دیا ہے تو تجدید ایمان وتجدید نکاح کے بغیر اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ لیکن زید آئندہ بلا تحقیق کوئی نکاح نہ پڑھنے کا لوگوں کے سامنے عہد کرے اور نکاحانہ پیسہ واپس کرے اور اپنے اس سہو کا اعلان کر کے توبہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کا بائیکاٹ کریں۔ (فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص/۳۲۵)

(۳) ایسے تقریبات جہاں کہ مختلف عقائد باطلہ کے افراد جمع ہوتے ہوں ان میں ایک سنی عالم کا جانا ٹھیک نہیں ہے پرہیز کرنا چاہئے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۱/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۶/اپریل ۲۰۰۱ء

ہٰذا الجواب صحیح عبد الجبار قادری

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

ہندہ نے غیر شادی شدہ غیر مسلم سے ناجائز تعلق قائم کیا اور اسی غیر مسلم سے ہندہ حاملہ ہوگئی۔ بعدہ ہندہ کا نکاح زید سے ہوا۔ نکاح کے بعد ہندہ نے اقرار جرم کیا کہ یہ حمل اسی غیر مسلم سے ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ کا نکاح ہوا کہ نہیں؟ اطمینان بخش جواب عنایت کریں کرم ہوگا؟

المستفتی: محمد اسلام، بہرام پاڑہ، باندرہ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

ایسی حاملہ عورت کہ جو کسی کے نکاح اور عدت میں نہ ہو اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اگر حمل اسی شخص کا ہے جس سے نکاح ہوا ہے تو وہ اس سے ہم بستری بھی کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ جیسا کہ (فتاویٰ عالم گیری جلد اول مطبوعہ مصری ص/۲۶۲) میں: ہ ''ے فِیْ مَجْمُوْعِ النَّوَازِلِ اِذَا تَزَوَّجَ اِمْرَءَةً قَدْ زَنٰی بِهَا وَظَهَرَ بِهَا حَبْلٌ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ عِنْدَ الْكُلِّ وَلَهٗ اَنْ يَّطَائَهَا عِنْدَ الْكُلِّ كَذَا فِی الذَّخِيْرَةِ'' اور (درمختار مع شامی جلد دوم ص/۲۹۱) ''صَحَّ نِكَاحُ حُبْلٰى مِنْ زِنَا لَامِنْ غَيْرِهٖ وَاِنْ حَرَمَ وَطُوْهَا وَدَوَا عَلَيْهِ حَتّٰى تَضَعَ وَلَوْ نَكَحَ الزَّانِیْ حَلَّ لَهٗ وَطُوئُهَا اِتِّفَاقًا'' اگر اس کا حمل نہیں ہے جس سے نکاح ہوا ہے تو وضع حمل تک بیوی کے قریب جانا یعنی (ہم بستری کرنا) جائز نہیں ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۹/صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں؟

زید سیف کا فرزند ہے۔ زید اسلامی اور معاشرتی طور پر عاقل وبالغ ہے۔ سیف کے اس کے ماموں کے گھر سے تعلقات اچھے نہیں رہے ہیں۔ کھلے طور پر تو نہیں مگر بعض دفع سرد جنگ ہوتی رہتی ہے۔ زید اپنے والد کے ماموں کی پوتی کو پسند کرتا ہے۔ لڑکی بھی عاقلہ وبالغہ ہے اور لڑکی بھی زید کو پسند کرتی ہے۔ زید اور لڑکی الحمد للہ اہل سنت سے تعلق رکھتے ہیں۔ نمازی اور پرہیز گار ہیں۔ زید لڑکی کے اخلاق

وپرہیزگاری سے واقف ہے اور پسند بھی کرتا ہے۔لڑکی کے گھر والوں کے دشمنوں میں سے کچھ نے لڑکی کے بارے میں الٹی، سیدھی باتیں گڑھ رکھی ہیں کہ لڑکی بدچلن ہے اور خراب ہے۔ دوسرے لڑکوں کے ساتھ لڑکی کے تعلقات ہیں۔اورانہیں لوگوں نے زید کے والد سیف کا بھی کان بھر رکھا ہے۔اس بارے میں جبکہ زید کو پتہ ہے کہ لڑکی کالج میں پڑھتی تھی اس وجہ سے اس کے دوستوں میں کچھ لڑکے بھی شامل تھے مگر بات صرف دوستی تک ہے۔اب زید اس لڑکی یعنی سلمہ سے شادی کرنا چاہتا ہے اور لڑکی بھی راضی ہے اس نکاح کے لئے مگر سیف ان باتوں کی وجہ سے لڑکی کے خلاف ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر زید سلمہ سے نکاح کرتا ہے تو کیا اپنے ماں باپ کا نافرمان ہوگا؟ اگر سیف کہتا ہے کہ زید نے سلمہ سے نکاح کیا تو میں اپنے بیٹے زید کو اپنی جائداد سے بے دخل کر دوں گا۔ اسے اپنے جنازے کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گا اور وصیت کر دوں گا کہ زید میری مٹی کو بھی ہاتھ نہ لگائے۔کیا سیف کے یہ سب کہہ دینے سے واقعی اسلامی طریقے سے زید جائداد سے بے دخل ہو جائے گا؟ کیا زید پر واجب ہو جائیگا کہ وہ اپنے باپ کی مٹی اور جنازے کو ہاتھ نہ لگائے؟ کیا یہ نکاح کرنے سے زید پر کوئی گناہ ہوگا؟

حضرت ایک اور سوال کہ کیا اگر زبردستی سیف زید کی شادی کہیں کروا دیتا ہے تو کیا سیف پر اس زبردستی کا کوئی گناہ ہوگا؟

سوال کنندہ: حافظ وسیم خان، گوریگاؤں ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

صورت مسئولہ میں زید کا اپنی مرضی سے سے شادی کر لینا شرعاً جائز و درست ہے اور والد کی مرضی بھی شامل ہو تو یہ بہت بہتر ہے مگر عدم رضا کی صورت میں زید عنداللہ ماخوذ ومعتوب بھی نہ ہوگا۔اس لئے کہ زید عاقل وبالغ ہے اسے اپنے بارے میں فیصلہ کا حق ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:'' فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ الخ'' تو نکاح کرو عورتوں میں سے جو تمہیں بھائے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۳۰ رشوال المکرّم ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۹ رستمبر ۲۰۱۱ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں؟

ایک شخص ایک ہندولڑکی کے ساتھ رہتا ہے اوراس عورت کے دو بچے بھی ہیں۔اور کہتا ہے کہ ہم نے اس کوکلمہ پڑھایا ہے اورنکاح کیا ہے۔لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس نے نکاح نہیں کیا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ جہاں پرتم نے کلمہ ونکاح کیا ہے وہ جگہ اور مولوی صاحب کا نام بتاؤ تو اس پر وہ خاموش ہے۔ٹھیک طرح سے کوئی جواب نہیں دیتا ہے۔اوراس عورت کو وہیں پر رکھا ہے جہاں پراس کے ماں باپ رہتے ہیں اوروہ عورت اپنے ماں باپ سے برابر ملتی ہے۔کیا اسے نکاح پڑھانے والے مولوی کا نام بتانا ضروری ہے؟ کیا ایسے شخص سے میل جول رکھنا چاہئے؟ کیا ایسے شخص کوشادی بیاہ میں بلانا کھلانا پلانا چاہیے؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: رضوان احمد رضوی قادری۔

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . .

نکاح اعلانیہ کرنے کا حکم ہے۔اسی طرح اظہار اسلام بھی ہونا چاہئے۔لہٰذا شخص مذکور کواپنا نکاح اوراپنی اہلیہ کا اسلام بھی ظاہروشائع کرنا چاہیے تھا۔لیکن اگراس نے کسی مصلحت کے پیش نظر ظاہر نہ کیا تھا تواب پوچھنے پر ظاہر کرے۔نکاح پڑھانے والے مولوی کا نام ظاہر کرنا کچھ ضروری نہیں۔نکاح نامہ کا مطالبہ کریں اس سے خود ہی ظاہر ہوجائے گا۔اب رہا کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ اس نے نکاح نہیں کیا ہےتو شخص مذکور کوضرور باضرور ظاہر کردینا چاہیے۔

اب اگر مطالبہ پر بھی وہ ظاہر نہیں کرتا ہےتو اس کا بائیکاٹ کر کے دباؤ ڈالیں تاکہ وہ ظاہر کردینے پر مجبور ہو۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

یکم ربیع الآخر۱۴۳۴ھ مطابق ۱۲رفروری ۲۰۱۳ء بروزمنگل

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں؟

میں شادی شدہ ہوں اورمیرے دو۲رلڑکے بھی ہیں۔میں اپنی بیوی کے سگے چاچا کی نواسی سے شادی کرنے کے لئے سوچا ہوں وہ لڑکی طلاق شدہ ہے،عمر۵۲رسال ہے۔کیا ایسے میں میرا نکاح جائز ہےاور کیا

دونوں ایک ہی وقت میں میری بیوی بن سکتی ہیں؟ مجھے اس کا لکھا ہوا فتویٰ چاہیے؟

الجواب ھو الموفق للحق و الصواب۔۔۔۔

صورت مسئولہ میں آپ دوسری شادی اپنی بیوی کے سگے چچا کی نواسی سے کر سکتے ہیں بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع نکاح نہ ہو جیسے کہ رضاعت وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ''، یعنی حرام عورتوں کا شمار کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ اور حرام عورتوں میں بیوی کے چچا کی نواسی کو شمار نہ فرمایا اور نہ حدیث وفقہ میں کہیں حرمت بیان ہوئی۔ لہٰذا وہ ضرور حلال عورتوں میں سے ہے جس سے آپ نکاح کر سکتے ہیں۔

ھٰذَا مَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۲/ جمادیٰ الاخریٰ ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۴/ اپریل ۲۰۱۳ء بروز بدھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

زید نے ایک عورت سے اس کی ماں، ماموں اور بھائی کی موجودگی میں نکاح کیا مگر زید کے گھر والوں کو بعد میں معلوم ہوا۔ اب پھر اسی عورت سے مجمع عام میں نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا نکاح پر نکاح ہو سکتا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں؟ فقط والسلام

المستفتی: محمد یونس خان دھاگا والا ممبئی سینٹرل ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق و الصواب۔۔۔۔

صورت مسئولہ میں موانع نکاح سے اگر کوئی اور امر مانع نہ تھا تو نکاح منعقد ہو گیا۔ پھر سے نکاح کی ضرورت نہیں۔ ہاں دوبارہ نکاح کرتا ہے تو یہ تجدید نکاح ہے نہ کہ سرے سے نکاح۔

ھٰذَا مَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۲/ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶/ دسمبر ۲۰۱۳ء بروز پیر

کتاب المحارم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں؟

ایک بچی جس کی عمر تین یا چار سال کی ہواور وہ ہمارے لئے غیر محرم ہواور ہماری عمر پچیس سال کی ہے تو ہم اس بچی کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیر سکتے ہیں۔لیکن ہماری عمر اگر پچیس سال کی ہو اور ہمارے دوست کی ماں جس کی عمر اسی سال ہے اور جو ہمارے لئے ماں جیسی ہے لیکن وہ ہمارے لئے غیر محرم ہے۔تو کیا وہ ہمارے اوپر شفقت بھرا ہاتھ پھیر نہیں سکتی؟ کیا ہم اس کے بیٹے جیسے نہیں ہوئے؟ وہ ہمیں اپنا بیٹا سمجھتی ہیں۔تو کیا ہم ان کے ساتھ میں بیٹے کے لحاظ سے سفر نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ہمارے لئے غیر محرم ہے؟ حضرت ہم اس مسئلہ میں آپ سے جواب طلب کرتے ہیں؟

المستفتی:۔شیخ جعفر

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . .

غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔چاہے ماں سمجھ کر کسی کے ساتھ سفر کیا ہو یا کچھ اور۔ اگر وہ غیر محرم ہے تو بہر حال اس کے ساتھ سفر وخلوت ناجائز وحرام۔حتیٰ کہ حج جیسی مہتم بالشان عبادت بھی کرنے سے عورت باز رہے گی جب تک کہ اس کا محرم اس کے ساتھ نہ ہو تو عام سفر کی بات ہی کیا۔

صورت مسئولہ میں غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے والا خاطی وگنہگار ہے۔اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔اور سوال میں جو عمر کی قید لگا کر گفتگو پیش کی گئی ہے وہ بالکل بے معنیٰ ولغو ہے۔شرع کے معاملے میں عقل کو دخل دینا اور مسائل شرعیہ کو عقل کے ترازو پہ تولنا بے سود ہے۔عقل کہتی ہے بھوک لگی ہے کھانا موجود ہے کھالو مگر رمضان میں آیت روزہ کی بنیاد پر نہیں کھا سکتے۔شارع اسلام نے جو قانون ہمارے لئے منتخب فرمایا اس کی اتباع وپیروی اور اس پر عمل لازم وضروری ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۵/ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۹/جون ۲۰۰۱ء

کتاب الجہاز

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید اپنے لڑکے کا رشتہ طے کرنے کی غرض سے بکر کے یہاں گئے اور انہوں نے یہ بات اپنے ساتھیوں اور جو حضرات بکر کے یہاں موجود تھے ان سب کے درمیان رکھی کہ میری ایک شرط ہے کہ میں آپ سے جہیز کے نام سے کوئی چیز نہیں لوں گا چاہے وہ ایک رومال یا پانی کا گلاس ہی کیوں نہ ہو۔ سبھی حضرات نے یہ بات خوش ہو کر منظور کر لیا اور رشتہ طے پایا گیا۔ اور انہوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی میں بھی بہت مختصر سا چاندی کا زیور لاؤں گا لیکن شادی والے روز جب انہوں نے زیور پیش کیا تو لوگوں نے دیکھا کہ یہ تو سونے کا سیٹ لائے ہیں۔ چونکہ حیثیت والے تھے تو لوگوں نے سوچا کہ ان کے لئے کیا بڑی بات ہے! کہا تو چاندی تھا مگر لائے ہیں سونا لوگ خوش ہو گئے۔

لڑکی کے والد نے درخواست کی لڑکے کے والد سے کہ ہماری ایک چھوٹی سی خواہش ہے اسے آپ پوری کریں۔ وہ یہ کہ ہم نے اپنی خوشی سے لڑکے کے لئے ایک جوڑی کپڑا بنوایا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ دولہا اسے پہن لے۔ لیکن لڑکے کے باپ نے انکار کر دیا۔ اور لڑکی کے گھر والوں نے کھانے کا اہتمام کیا تھا لیکن انہوں نے کھانے سے انکار کیا بلکہ جتنے بھی حضرات دولھا کے ساتھ بارات میں آئے تھے کسی نے بھی کھانا نہیں کھایا۔ اور جیسا کہ شادی کے موقع پر یہ دستور ہے کہ لوگ لفافہ کی شکل میں کچھ نذر پیش کرتے ہیں اور اسے لوگ قبول کیا کرتے ہیں۔ لیکن انہوں نے کسی سے بھی لینے سے انکار کر دیا۔ چند حضرات اس طریقہ پر ناراض ہوئے۔

ابھی شادی کو پندرہ روز بھی نہیں گزرے تھے کہ لوگوں میں چہ می گوئی شروع ہو گئی۔ لڑکے کے چچا کو کسی دوست کا فون آتا ہے کہ بھائی آپ لوگوں نے زیور پر پانی چڑھوایا تھا۔ اچانک اس بات کو سن کر غصہ آیا کہ یہ کیا بدتمیزی ہے؟ جواب ملا جا کر تصدیق کر لیجئے۔ لیکن جب تصدیق کی گئی تو حقیقت وہی تھی جو فون پر بتائی گئی تھی۔ لڑکے کے والد سے لڑکے کے چچا نے سوال کیا تھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ جواب ملا کہ میں نے تو پہلے ہی طے کیا تھا میں چاندی کا لاؤں گا۔ اس پر کسی کو کیا اعتراض ہے؟ جو کچھ میں لایا، میرے گھر پر واپس آ گیا۔ کسی کو کیا تکلیف؟ اور اس پر کسی کو بھی کسی قسم کا اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔

(۱) چونکہ جہیز لینے کو وہ حرام جانتے ہیں۔

(۲) اورلڑکی والا اگر شادی کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرے تو اسے بھی حرام جانتے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

المستفتی: شیخ محمد رئیس گوریگاؤں ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب....

صورت مسئولہ مستفسرہ میں برصدق سائل ومستفسر زید کا یہ عمل چاندی کا زیور کہہ کر سونے کا پانی چڑھا ہوا زیور دینا زمرۂ فریب سے ہے جو قطعی جائز نہیں۔ ہاں اگر دیتے وقت یہ وضاحت کر دیتا کہ یہ چاندی ہی کا ہے البتہ اس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے تو یہ صحیح تھا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا اور اس کا یہ عمل مسلمانوں کے فرضی خوشی کا سبب بنا۔

(۱) جہیز کا لینا اور دینا دونوں جائز و درست ہے۔ حضور ﷺ خود ہی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو بطور جہیز کچھ سامان عطا فرمائے اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے اسے قبول کیا۔ البتہ جہیز کے لئے کسی کو مجبور کرنا یہ ضرور غلط اور غیر شرعی کام ہے۔ زید بے قید کا اسے حرام جاننا اور حرام بتانا خود ہی حرام ہے۔

(۲) اور یہی حال کھانے کا بھی ہے۔ کیا وہ اپنے گھر کی شریعت لوگوں میں عام کرنا چاہتا ہے جسے اللہ ورسول جل وتبارک وتعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلال کیا وہ حرام بتا کر اپنی من مانی کرنا چاہتا ہے۔ ایسے شخص پر توبہ واستغفار لازم وضروری ہے۔ اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ سارے مسلمان مل کر اس کا بائیکاٹ کریں۔ (ھٰکذا فی کتب الفقهیہ)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

الجواب صحیح عبدالجبار خان قادری

۲۶/ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۸/جنوری ۲۰۰۵ء

کتاب الطلاق

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے روپیہ مانگا اور بیوی نے نہیں دیا تو زید نے بیوی کو دھمکانے کی نیت سے کہا کہ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ دو طلاق دے دیا ہوں۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے کہا کہ کیا مسئلہ ہے؟ تو زید نے کہا کہ اگر بیوی کو آزاد ہونے کا ہے تو تیسری بھی دے دونگا۔

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ کو طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اور اگر واقع ہوئی تو کون سی؟ مدلل جواب سے آگاہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالرزاق ابراہیم

میمن کالونی بلڈنگ نمبر ا/روم نمبر ا/ایس وی روڈ، جوگیشوری، ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی لوگوں کے پوچھنے پر زید کا یہ کہنا کہ (اگر بیوی کو آزاد ہونے کا ہے تو تیسری بھی دے دونگا) اس سے قبل دو طلاق کے اقرار کو دال ہے۔ لہٰذا زید کی بیوی پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ ''لِاَنَّ اِقْرَارَ الطَّلَاقِ طَلَاقٌ'' بایں صورت زید کو چاہئے کہ اگر عورت عدت کے اندر ہے تو رجعت کرلے جس کا طریقہ یہ ہے کہ دو عادل گواہوں کی موجودگی میں یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی فلاں بیوی سے رجعت کیا۔ اور اگر عدت پوری ہوگئی ہے یعنی عورت کو یہ جملہ ادا کرنے کے بعد تین حیض آچکے ہیں اور زید نے بیوی سے اس درمیان ہم بستری وغیرہ نہیں کیا ہے یا کسی طرح رجعت ثابت نہیں ہے تو اب سرے سے عورت کی مرضی سے نکاح کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ اب یہ رجعی بائن ہوجائے گی جس میں عورت کی مرضی سے نکاح کرنا ہوگا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۵/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۵/جنوری ۲۰۰۵ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں؟

مجھ سے نشے کی حالت میں غلطی ہوگئی۔ مجھے اس بات کا خلاصہ چاہئے کہ کل میں نے نشہ کی حالت میں غصے میں آکر اپنی بیوی سے تکرار کی اور تو تو میں میں ہوگئی۔ اس حالت میں، میں نے اپنی بیوی کو طلاق طلاق اور طلاق ایسا تین بار کہہ کر اس کو طلاق دیا۔ ایسا کہہ دیا ہوں اور اس وقت گھر میں کوئی نہیں تھا صرف ہم دونوں ہی تھے۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی۔ میں نے دل سے نیت کر کے یا کسی گواہ کے سامنے ایسا نہیں کیا۔ اس بات پر مجھے بہت افسوس ہے۔ میں اپنے بیوی بال بچوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ تو برائے کرم مہربانی کر کے مجھے اس بات میں شریعت کے مطابق راستہ دکھا کر فتویٰ دیں اور جلدی سے مجھے راستہ دکھائیں؟ میں اپنی اس بات پر بہت شرمندہ ہوں میں اپنی اسی بیوی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ اس پر علماء اہلسنت کیا فرماتے ہیں؟

المستفتی: نظیر شیخ

روم نمبر ۳ ربی، ایکس، بھگت سنگھ نگر نمبر ۱ رقریب مسجد لنک روڈ، گوریگاؤں (ویسٹ) ممبئ۔

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں اگر عورت مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ نمبر ۳۳۱) میں ہے: ’’طَلَاقُ السُّکْرَانِ وَاقِعٌ اِذَا سَکَرَ مِنَ الْخَمرِ اَوِ النَّبِیْذِ هُوَمَذْهَب اَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کَذَافِی الْمُحِیْطِ‘‘ یعنی اگر کسی شخص نے شراب یا نبیذ کے نشہ میں طلاق دی تو ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک طلاق پڑ جائے گی۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔ اور مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق پڑنے کے لئے نیت کی ضرورت نہیں۔ ’’لِاَنَّهٗ صَرِیْحٌ وَالصَّرِیْحُ مُسْتَغْنٍ عَنِ النِّیَّةِ‘‘ بایں صورت عورت اب اپنے اس شوہر کے لئے بغیر حلالہ درست نہیں۔ ’’قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ‘‘ (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳)

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت حاملہ ہے تو بعد وضع حمل ورنہ تین حیض آنے کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر اس سے ہم بستری بھی کرے۔ بعدہٗ طلاق دے۔ پھر یہ عورت عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۷؍ جمادی الاخری ۱۴۲۴ھ مطابق ۷؍ اگست ۲۰۰۳ء بروز جمعرات

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید نے بکر سے کہا کہ طلاق نامہ لکھ دیں، بکر نے انکار کیا۔ ڈیڑھ ماہ بعد زید نے پھر بکر سے کہا کہ طلاق نامہ لکھ دیں بکر کے انکار کرنے پر خالد نے یہ تحریر لکھی اور زید نے اس تحریر پر دستخط کر دیا میں نبی احمد اپنے ہوش وحواس میں چار آدمی کے سامنے اپنی بیوی ثمینہ بانو کو طلاق دے رہا ہوں۔ ہمارا اس کا اب کوئی رشتہ نہیں ہے۔ کیونکہ جب سے شادی ہوئی ہے میری اور اس کی بنتی نہیں ہے اور میرے تینوں بچے میرے پاس رہیں گے۔ میں نے اپنی بیوی کا مہر اور سامان واپس کر دیا اور عدت کی کل رقم آٹھ ۸۰۰۰؍ ہزار دیا۔

المستفتی: نبی احمد عبدالرشید

رام کرن چال، بہرام باغ، جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں زید یعنی نبی احمد کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ وہ اس طرح کہ جس وقت نبی احمد نے بکر سے یہ کہا کہ طلاق نامہ لکھ دیں اسی وقت ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگرچہ بکر نے طلاق نامہ نہیں لکھا۔ (بہار شریعت حصہ ہشتم ص؍۹) میں ہے: "لکھنے والے سے کہا میری بیوی کو طلاق لکھ دے یہ اقرار طلاق ہے۔ یعنی طلاق ہو جائیگی اگرچہ وہ نہ لکھے۔ اور (ردالمختار جلد ثانی ؍۴۲۹) میں ہے کہ "لَوْقَالَ لِلْكَاتِبَ اُكْتُبْ طَلَاقَ اِمْرَاءَتِیْ كَانَ اِقْرَارًابِالطَّلَاقِ وَاِنْ لَمْ يَكْتُبْ اھ"۔ (فتاویٰ فیض الرسول جلد ثانی ص ۱۴۰)

اور پھر زید یعنی بنی احمد کا طلاق نامہ پر دستخط کرنا کہ "میں اپنی بیوی ثمینہ بانو کو طلاق دے رہا ہوں" طلاق صریح رجعی ہے۔ اور معاً یہ کہنا کہ "ہمارا اور اس کا اب کوئی رشتہ نہیں ہے" کنایات طلاق سے ہے۔ اور بوجہ تقدم طلاق صریح محتاج تنقیح نیت نہیں۔ تو اس نے اس رجعی سے مل کر اسے بھی بائن کر دیا۔ تو یہ دو

طلاق بائن ہوئیں اور ایک پہلے واقع ہو چکی ہے۔ اس ترتیب سے بنی احمد کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ اب نبی احمد کی بیوی اس پر بغیر حلالہ درست نہیں۔ (فتاویٰ مصطفویہ ص ۳۴۳)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۵؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۳؍ستمبر ۲۰۰۳ء

ہذا الجواب صحیح عبدالجبار خان قادری

غلام معین الدین چشتی، محمد کلیم اللہ قادری، العبد ماشاء اللہ نظامی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

زید اور زید کی بیوی میں کچھ تکرار ہوئی۔ زید کی بیوی نے غصہ میں کہا کہ کیا کرو گے زیادہ سے زیادہ چھوڑ دو گے تو زید نے بھی غصہ میں کہا کہ چھوڑ دیتا ہوں جاؤ طلاق طلاق۔ زید کو یاد نہیں کہ کتنی بار اس نے طلاق لفظ کہا۔ بیوی کا قول ہے کہ زید نے دو بار طلاق لفظ کہا۔ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ کتنی طلاق واقع ہوئی؟ اور اب ساتھ میں رہنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ دونوں اس بات پر شرمندہ ہیں اور ان کا اس بات سے طلاق مطلب نہیں تھا اور دونوں اب بھی ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ بعد تفتیش شوہر اس بات کا اقرار کر رہا ہے بذریعہ فون کہ میں نے تین بار طلاق کا لفظ کہا تھا۔

فقط والسلام

عبدالواحد خان بہرام نگر باندرہ (ایسٹ) ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اب بغیر حلالہ زید کی بیوی اس کے لئے حلال نہیں۔ "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ" (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳) اب اگر زید اپنی بیوی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے تو حلالہ کرنا پڑے گا۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت حاملہ ہے تو بعد وضع حمل ورنہ تین حیض آنے کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ

مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے۔ پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے پھر دوبارہ عدت گزارنے کے بعد زید اس سے نکاح کرسکتا ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

الجوب صحیح شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

حضرت علامہ مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

زید اور ہندہ میاں بیوی ہیں۔ ان دونوں میں والدہ کی خدمت کرنے نہ کرنے پر بحث ہونے لگی اور تکرار بڑھ گئی۔ اس پر زید کو غصہ آیا زید نے ہندہ سے کہا نکل جا میرے گھر سے۔ اور پھر ہاتھ اٹھانے جیسی نوبت آ گئی۔ ہندہ نے بھی زید کو دھکا دے دیا۔ زید آپے سے باہر ہو گیا اور ہندہ کے والد کو فون کر کے کہنے لگا کہ میں نے تمہاری بیٹی کو طلاق دیدیا۔ اسی وقت زید کو فون پر روکتے ہوئے ہندہ کے والد نے کہا: ابے زیادہ فالتو بات مت کر۔ میرے کو سب معلوم ہے تم لوگوں کے روز کے جھگڑے۔ پہلے یہ بتا کہ تیرے ماں کی طبیعت کیسی ہے۔

لیکن زید نے پھر سے کہنا شروع کیا تمہاری بیٹی کا منہ بہت چلتا ہے۔ ’طلاق دیدوں گا، طلاق دیدوں گا، طلاق دیدوں گا‘۔ تین بار ایسا ہی کہا۔ کیا ایسی صورت میں تین طلاقیں ہوئیں یا دو طلاقیں یا ایک ہوئی؟ اور کیا ازدواجی تعلقات قائم رکھنے کے لئے تجدید نکاح ضروری ہے؟ اس کا صحیح جواب عنایت فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: خالد صدیقی

عبدالستار چال، آئی بلاک، پریم نگر، جوگیشوری (ایسٹ)

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ مستفسرہ میں برصدق مستفتی زید کا اپنے خسر سے بذریعہ فون یہ کہنا کہ میں نے تمہاری بیٹی کو طلاق دیدیا اس سے ہندہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ زید عدت کے اندر اپنی بیوی ہندہ سے رجعت کرسکتا ہے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۹/رجب المرجب ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۲/جون ۲۰۱۱ء بروز بدھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

سید سراج الدین نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں۔ پھر پندرہ منٹ کے بعد سراج الدین اپنی والدہ کی موجودگی میں تین طلاقیں دیں۔ غصہ میں طلاق دی گئی ہے۔ اس کے بعد سراج الدین کو اس بات پر افسوس بھی ہے۔ صورت مسئولہ میں سراج الدین کی بیوی پر کون سی طلاق واقع ہوئی؟ اور اگر سراج الدین اپنی بیوی کو واپس لینا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟ بینوا وتوجروا؟

المستفتی: سراج الدین

نور اسٹور مکہ مسجد گل بٹ ہل روڈ اندھیری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں سید سراج الدین کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بلکہ اکثر غصہ ہی میں طلاق دی جاتی ہے۔ سید سراج الدین کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ اب بغیر حلالہ سراج الدین کی بیوی ان کے لئے حلال نہیں۔ "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳ آیت نمبر ۲۲۹)۔

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت حاملہ ہے تو بعد وضع حمل ورنہ تین حیض آنے کے بعد سراج الدین کی بیوی کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے

پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزر جانے کے بعد سراج الدین اس سے نکاح کر سکتے ہیں۔

اور اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری کئے اسے طلاق دیدی اس صورت میں شوہر اول یعنی سراج الدین اس سے نکاح نہیں کر سکتے۔ یعنی حلالہ صحیح ہونے کے لئے دوسرے شوہر کا ہمبستری کرنا ضروری ہے۔(كَمَا فِیْ حَدِیْثِ الْعُسَیْلَةِ)

رہا ایک مجلس میں تین طلاق کا وقوع تو (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص٤٢٩) میں ہے کہ ایک جلسہ میں تین طلاق ہو جانے پر جمہور صحابہ وتابعین وائمۂ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔ اور امام اجل ابوزکریا نووی شافعی (شرح مسلم شریف جلد اول ص٤٧٨) میں تحریر فرماتے ہیں: ''قَالَ الشَّافِعِیُّ وَمَالِكٌ وَاَبُوْحَنِیْفَةَ وَاَحْمَدُ وَجَمَاهِیْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلْفِ وَالْخَلْفِ یَقَعُ الثَّلَاثُ اھ'' یعنی امام شافعی، امام ملک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور جمہور علماء سلف وخلف کا یہی مذہب ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

اور (فتح القدیر جلد ثالث ص٣٣٠) میں ہے: ''ذَهَبَ جُمْهُوْرُالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ وَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی اَنَّهٗ یَقَعُ الثَّلَاثُ وَمِنَ الْاَدِلَّةِ فِیْ ذٰلِكَ مَافِیْ مُصَنَّفِ ابْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ وَالدَّارِقُطْنِیْ فِیْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَرَئَیْتَ لَوْطَلَّقْهَا ثَلَاثًا قَالَ اِذًا قَدْ عَصَیْتَ رَبَّكَ وَ بَانَتْ مِنْكَ اِمْرَائَتُكَ (وَفِیْ سُنَنِ اَبِیْ دَاؤدَ) عَنْ مَجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّهٗ طَلَّقَ اِمْرَائَتَهٗ ثَلَاثًا قَالَ فَسَكَتُّ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ رَادَّهَااِلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَ یُطَلِّقُ اَحَدُكُمْ فَیَرْكَبُ الْحُمُوْقَةَ ثُمَّ یَقُوْلُ یَاابْنَ عَبَّاسٍ یَاابْنَ عَبَّاسٍ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ وَمَنْ یَتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًاعَصَیْتَ رَبَّكَ وَ بَانَتْ مِنْكَ اِمْرَائَتُكَ (وَفِیْ مُوَطَّاءِ مَالِكٍ) بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اِنِّیْ طَلَّقْتُ اِمْرَائَتِیْ مِائَةَ تَطْلِیْقَةٍ فَمَاذَا تَرٰی عَلَیَّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلَّقْتَ مِنْكَ ثَلَاثًا وَسَبْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِتَّخَذْتَ بِهَااٰیَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَفِی الْمُوَطَّاءِ اَیْضاً بَلَغَهٗ اَنّ رَجُلاً جَاءَ اِلٰی ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اِنِّیْ طَلَّقْتُ اِمْرَائَتِیْ ثَمَانِی تَطْلِیْقَاتٍ فَقَالَ مَا قِیْلَ لِیْ بَانَتْ مِنْكَ قَالَ صَدَقُوْا هُوَ مِثْلُ مَایَقُوْلُوْنَ وَظَاهِرُهٗ الْاِجْمَاعُ عَلٰی هٰذَا لْجَوَابِ اھ''

خلاصہ یہ کہ جمہور صحابہ کرام وتابعین عظام وائمۂ اسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ مجلس واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

(ہکذا فی فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص ر۱۱۱ رتا ۱۱۲)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۰ رشوال المکرّم ۱۴۲۴ھ مطابق ۵ ردسمبر ۲۰۰۳ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق؟

زید اپنی بیوی ہندہ کو حالت حمل میں تین طلاق دیا ہے۔اس کے بعد ہندہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔وہاں اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔جب لڑکے کی پیدائش کے چالیس دن ہو گئے تو زید ہندہ کے والدین کے گھر پہونچ کر ہندہ کو اپنے گھر لانے کی ضد کیا۔تو ہندہ نے کہا کہ طلاق دینے کے بعد آپ کے ساتھ رہنا حرام ہے۔اور یہ مجھ سے ممکن نہیں۔اس کے بعد زید نے کہا کہ میں طلاق ایک ہی دیا ہوں۔پھر ہندہ نے کہا تین طلاق دیئے ہو۔اب زید ہندہ کو لانے کے لئے بضد ہے اور ہندہ اس کے ساتھ جانے کو تیار نہیں۔

خیال رہے کہ طلاق دینے کے وقت زید اور ہندہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کا کوئی حل نکالیں؟

فقط والسلام

المستفتی: امتیاز احمد قریشی

بھگت سنگھ نگر نمبر ۲ ر گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی ہندہ پر دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہوگئی۔اس لئے کہ اس کی عدت جو وضع حمل تھی پوری ہوگئی۔اب رہا ہندہ کا شوہر کے پاس واپس جانا ایک طلاق کی صورت میں نئے

سرے سے نکاح کے بعد درست ہوگا۔

اور طلاق مغلظہ کی صورت میں بعد حلالہ درست ہوگا۔ "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" (پارہ دوم: سورہ بقرہ رکوع ۱۳)

انتباہ: مسئلہ مذکورہ میں طلاق مغلظہ کے ثبوت کے لئے حجت شرعیہ درکار ہے جس کی صورت یہ ہے کہ ہندہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل، ثقہ گواہ پیش کرے۔ گواہ نہ ہونے کی صورت میں شوہر سے حلف لیا جائے گا۔ بعد حلف اس کی بات مان لی جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے: "اَلْبَيِّنَةُ عَلٰی الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰی مَنْ اَنْكَرَ"

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهُ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۰ ر شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۲ ر اگست ۲۰۰۹ء بروز بدھ

الجواب صحیح عبد الجبار خان قادری

حضرت علامہ مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

خالد نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک ہفتہ پہلے شراب کے نشہ کی حالت میں غصہ سے کہا کہ میں نے تجھے ایک طلاق دیدی۔ اگر زیادہ غصہ دلایا تو دوسری دونوں بھی دیدوں گا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب اس بیوی کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ نیز رجعت کی کیا صورت ہوگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں؟

المستفتی: شمشاد احمد انصاری

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی خالد کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ خالد اگر رجعت کرنا چاہتا ہے تو عدت کے اندر یعنی تین حیض سے پہلے عورت کی مرضی کے بغیر رجعت کرسکتا ہے۔ رجعت کا

طریقہ یہ ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں وہ اپنی بیوی سے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کیا یا اسے واپس لیا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۲ رصفر المظفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۷ رفروری ۲۰۱۰ء بروز اتوار

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

میں ایک روز گھر میں تھی اور میرے شوہر نشہ میں آئے، مجھے گالی دی پھر اسکے بعد مجھے ایک طلاق دی۔ پھر دوسرے دن بھی وہی صورت پیش آئی۔ واضح کر دوں کہ طلاق کے بعد میاں بیوی کی طرح ہم دونوں ساتھ میں رہتے تھے۔ پھر پہلے طلاق کے ڈھائی تین مہینہ کے بعد انہوں نے پھر ایک طلاق دیدی جس کا کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ آخری طلاق کے بعد ہم دونوں میاں بیوی کی طرح ایک یا ڈیڑھ سال رہے۔ پھر آپس میں کوئی بات لے کر تکرار ہوئی۔ پھر میں ایک امام صاحب سے پوچھی امام صاحب نے کہا کہ اب تم اپنے شوہر سے الگ ہو جاؤ۔ تو میں تقریباً دس سال سے الگ ہوں۔ اب میں اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ اس لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا حل فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی؟

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتیہ طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ "لِاَنَّ الطَّلَاقَ بَلَغَ اِلَى النِّهَايَةِ"۔ فتاوی عالم گیری جلد اول ص ر۳۳۱ میں ہے: "طَلَاقُ السُّكْرَانِ وَاقِعٌ اِذَا سَكِرَ مِنَ الْخَمْرِ اَوِ النَّبِيْذِ هُوَمَذْهَبُ اَصْحَابِنَارَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى كَذَافِى الْمُحِيْطِ" یعنی اگر کسی شخص نے شراب یا نبیذ کے نشہ میں طلاق دی تو ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک طلاق پڑ جائے گی۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔

لہٰذا اب عورت بغیر حلالہ کے کسی طرح شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی۔ "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَاِنْ

طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳)۔

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت حاملہ ہے تو بعد وضع حمل ورنہ تین حیض آنے کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے (كَمَا فِيْ حَدِيْثِ الْعُسَيْلَةِ)

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۳۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۷ رجنوری ۲۰۱۰ء بروز اتوار

محترم مفتی صاحب السلام علیکم

مسئلہ: میں کچھ مسئلوں کا حل چاہتی ہوں برائے مہربانی میری مدد کیجئے؟

مسئلے کچھ اس طرح ہیں:

(۱) کچھ وقت پہلے کی بات ہے میرے اور میرے شوہر کے درمیان کچھ نااتفاقی کی وجہ سے میں اپنے میکے میں رہ رہی تھی۔ اس دوران میرے شوہر نے مجھے میسیج کیا تھا میسیج کچھ اسطرح تھا:

Read it carefully, I am going to be worth after 24 hours if you are not reach up my house within 24 hours and the final words will be talaq talaq talaq.

مفتی صاحب! اب مجھے یاد بھی نہیں ہے کہ میں نے وہ میسیج پڑھا تھا یا نہیں پڑھا تھا۔ جب کوئی میسیج آتا تو میرے والد صاحب پڑھا کرتے تھے زور سے ہی پڑھتے تھے۔ لیکن بہت دماغ پر زور دینے کے باوجود بھی یہ یاد نہیں آتا کہ میں نے یہ میسیج سنا تھا یا نہیں۔ اب میرے شوہر کے مجھے بتانے پر کہ اسطرح کچھ وقت پہلے میں نے تمہیں اسطرح کا میسیج کیا تھا تب میں نے وہ میسیج کو دیکھا جو کہ والد صاحب نے ایک پیپر پر لکھ کر رکھا ہوا ہے۔ میں نے ابھی جب اپنے والد صاحب سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ مجھے یاد نہیں ہے۔ پھر کچھ دیر سے کہا کہ اس طرح کا کچھ میسیج آیا تھا کہ اگر فلاں وقت تم اس کے گھر یعنی شوہر کے گھر نہیں پہونچی تو بات ختم طلاق دے دوں گا۔ اور میرے والد صاحب کو بھی ٹھیک سے یاد نہیں ہے۔ انہوں نے

مجھ سے کہا کہ میں نے میسیج کو لکھ کر رکھا ہے۔تم کو بعد میں تلاش کر بتاوں گا۔ برائے کرم مجھے اس مسئلہ کا حل بتائیے؟ بڑی مہربانی ہوگی۔ میں بہت زیادہ پریشان ہوں،کبھی دل کہتا ہے پڑھی تو نہیں تھی۔

(۲) اگرشوہر اپنی بیوی کو دو طلاق دے اور یوں کہے کہ طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اور فوراً معافی مانگ کر ساتھ رہنے لگے تو کیا دو طلاق ہو جائے گی؟ اور شوہر ایک ہی طلاق کا مالک ہوگا؟ یا اگر حیض آنے سے پہلے ہی دونوں ساتھ رہنے لگیں تو طلاق نہ ہوگی اور شوہر تین طلاق کا مالک ہوگا؟

(۳) اگرشوہر اپنی بیوی سے یوں کہے کہ مجھ سے رشتہ بنانے کی کوشش نہ کرنا میں تمھارے ساتھ کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتا۔ میں فری ہوگیا۔تو کیا اس سے بھی طلاق ہو جاتی ہے؟

(۴) اگر فون پر شوہر نے یوں کہا کہ میں نے تمہیں طلاق دی۔لیکن ابھی بیوی نے ٹھیک سے سنا نہیں اور شوہر سے پوچھنے پر کہا کہ کیا تم نے طلاق دی تو شوہر نے کہا نہیں میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔اب کچھ دنوں بعد بیوی کے پوچھنے پر کہ کیا تم نے فون پر کچھ غلط الفاظ استعمال کئے تھے تو شوہر نے کہا ہاں کئے تھے۔تو کیا اس طرح سے طلاق ہوگی یا نہیں ہوگی؟

(۵) اگرشوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میرے گھر سے نکل جاؤ۔تو کیا اس طرح سے بھی طلاق ہو جاتی ہے؟

مہربانی کر کے ان مسئلوں کا حل جلد از جلد بتائیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں خیر و برکت عطا فرمائے(آمین)

المستفتیہ: عائشہ محمد آصف

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

(۱) صورت مسئولہ میں برصدق مستفتیہ اگر آئے ہوئے میسیج کا وہی معنیٰ ہے جو کہ سوال میں مذکور ہے تو طلاق نہ ہوگی اس لئے کہ وہ وعدۂ طلاق ہے اور ظاہر ہے کہ وعدۂ طلاق سے ثبوت طلاق ہرگز نہیں ہوتا۔

(۲) طلاق بہرصورت واقع ہو جائے گی۔البتہ انقضاء عدت سے قبل ساتھ رہنے کی وجہ سے رجعت ہوگئی۔اگر ایک طلاق دی ہے تو دو کا مالک رہ گیا اور اگر دو دی ہے تو ایک کا مالک رہ گیا۔

(۳) طلاق واقع ہوجائے گی۔
(۴) طلاق واقع ہوجائے گی۔
(۵) اگر طلاق کی نیت سے کہے گا تو طلاق واقع ہوجائے گی ورنہ نہیں۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۶/ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۴/مارچ ۲۰۰۹ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں؟
وقت، مغرب کا تھا۔ گھر میں موجود صرف میں اور میری بیوی کے علاوہ دو لوگ تھے۔ اس میں میری ماں اور میری بھابھی تھیں۔ اور میں نے تین باران لفظوں کو اس طرح کہا تھا قرآن پر ہاتھ رکھ کر نہیں صرف قرآن کی طرف اشارہ کر کے تین بار اسطرح کہا تھا میں طلاق دیتا ہوں۔

المستفتی: محمد آصف انصاری

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....
صورت مسئولہ میں آپ کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ ''لِاَنَّ الطَّلَاقَ بَلَغَ اِلَی النِّهَایَةِ'' لہٰذا اب وہ بغیر حلالہ کے کسی طرح آپ کے لئے حلال نہ ہوگی۔ ''قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ''. (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳)۔
حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت حاملہ ہے تو بعد وضع حمل ورنہ تین حیض آنے کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے (كَمَا فِیْ حَدِیْثِ الْعُسَیْلَةِ)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۵/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق جنوری ۲۰۰۷ء

حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: آپ کی بارگاہ میں استفتاء حاضر ہے، جواب عنایت فرمائیں؟

میں محمد ایوب میرا اور میری بیوی کا رات میں جھگڑا ہوا۔ میری بیوی نے کہا کہ تو مجھے طلاق دیدے۔ تو میں نے غصے میں کہا اگر تجھے طلاق چاہیئے تو طلاق لے لے اور تو میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور میں تجھے پسند نہیں ہوں تو تجھے اختیار ہے طلاق لے لینے کا۔ اور میں دو تین لوگوں کو کھڑا کروں گا اور ان کے سامنے طلاق دیدوں گا۔ حضرت مذکورہ عبارت سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ایوب مکرانی پاڑہ جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

صورت مسئولہ میں دو صورتیں مفہوم ہوتی ہیں (۱) تفویض طلاق۔ یعنی شوہر نے بیوی کو اختیار دیا کہ وہ طلاق واقع کر لے (۲) وعدۂ طلاق۔ یعنی شوہر نے طلاق دینے کا وعدہ کیا ہے۔ دونوں کے درمیان تناقض ومنافات ہے۔ لہٰذا طلاق واقع نہ ہوئی اس لئے کہ بعد تفویض طلاق وعدۂ طلاق بے معنیٰ اور ایسے ہی وعدۂ طلاق کی موجودگی میں تفویض بے معنیٰ۔ ہاں عورت نے یہ کہا ہوتا کہ میں نے طلاق لے لیا یا لیا۔ تو ضرور طلاق واقع ہو جاتی۔

وعدۂ طلاق کے ساتھ تفویض طلاق شرعاً انشاء طلاق نہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ''اِمْـرَاءَةٌ قَـالَـتْ لِزَوْجِهَا، 'مراطلاق دہ' فَـقَالَ الزَّوْجُ: 'دادہ انگار' اَوْ قَالَ: ' کردہ انگار' لَا يَـقَعُ الطَّلَاقُ وَاِنْ نَوىٰ كَاَنَّهٗ قَالَ بِالْعَرَبِيَّةِ اِحْسِبِىْ اَنَّكِ طَالِقٌ وَاِنْ قَالَ ذٰلِكَ لَايَقَعُ الطَّلَاقُ وَاِنْ نَوىٰ اھ هٰكَذَا فِى الْفَتَاوىٰ الرَّضْوِيَّةِ وَالْهِنْدِيَّةِ'۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِىْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۵/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۴/ دسمبر ۲۰۰۸ء بروز اتوار

الجواب صحیح عبد الجبار خان قادری

حضرت مفتی صاحب السلام علیکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں؟

ایک لڑکی کا تین طلاق ہو گیا تو مفتی صاحب سے فتویٰ لیا گیا اس میں عبارت تھی کہ طلاق ہو گیا۔ میاں بیوی کو ایک دوسرے سے الگ ہو جانا چاہئے اور اگر ایسا نہیں کرتے تو برادری کو چاہئے کہ ان دونوں سے سلام کلام بند کردیں۔ تو ہوا یہ تھا کہ میاں بیوی الگ نہیں ہوئے تھے مگر اس کی وجہ دو ہو سکتی ہے یا تو لڑکی اپنے بچوں کی محبت میں الگ نہ ہو سکی یا تو اپنے شوہر کے دہشت کی وجہ سے۔ مگر یہ واقعہ تقریباً ۴/۵/ سال پہلے کا ہے۔ مگر اب وہ لڑکی اپنے شوہر سے الگ ہو گئی ہے۔ تو اب لڑکی کے گھر والوں کو لڑکی کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟ اس کو اپنانا چاہئے یا کیا کرنا چاہئے؟ ہمیں حکم شریعت سے نوزا جائے؟ عین نوازش ہوگی۔

از طرف: آفتاب احمد

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں بغیر حلالہ کسی طرح وہ اپنے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی۔ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ“ سورہ بقرہ: آیت نمبر ۲۲۹)

بعد طلاق جتنا عرصہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ گزاری ہے شرعاً حرام کاری ہوتی رہی ہے۔ عورت پر لازم ہے وہ توبہ واستغفار کرے۔ نیز قبولیت توبہ کے لئے صدقہ وخیرات مثلاً مسجد میں لوٹا چٹائی پنکھا بتی مدرسوں میں دینی کتب کے علاوہ میلاد شریف قرآن خوانی وغیرہ کرے۔

عورت کے میکے والوں کا بعد توبہ اسے رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ کسی مناسب رشتہ کو دیکھ کر اس کی دوبارہ شادی کردیں یا وہ اپنے شوہر کے طرف پلٹنا چاہے تو بعد حلالہ اسی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ شادی کردیں۔

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت حاملہ ہے تو بعد وضع حمل ورنہ تین حیض آنے کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے پھر وہ انتقال کر جائے یا

طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے۔ (كَمَا فِيْ حَدِيْثِ الْعُسَيْلَةِ)

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

١٩/رجب المرجب ١٤٢٩ھ مطابق ٢٣/جولائی ٢٠٠٨ء بروز بدھ

لائق صد احترام حضرت مفتی صاحب قبلہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام مسنون

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

شوہر اور بیوی میں جھگڑے ہو رہے تھے تو شوہر نے دو مرتبہ طلاق طلاق کہا جو بیوی اور ان کی بھابھی نے بھی سنا۔ بیوی سات مہینہ سے حاملہ ہے اور شوہر نے ایسا کہا کہ مجھے طلاق کے بارے میں کچھ یاد نہیں۔صورت مسئولہ میں شوہر اور بیوی کے متعلق وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

صورت مسئولہ میں اگر واقعی شوہر نے دو ہی طلاق دی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو اس کی بیوی پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ پس اگر شوہر رجعت کرنا چاہے تو وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونے سے قبل رجعت کرسکتا ہے۔ وقوع طلاق کے لئے طلاق دے دینے کے بعد یاد رہنا ضروری نہیں اور حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

٨/جمادیٰ الاولیٰ ١٤٢٩ھ مطابق ١٤/مئی ٢٠٠٨ء بروز بدھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

وقت،عشاء کا تھا۔ گھر میں موجود دو لوگ میری ماں اور میری بھابھی میں نے قرآن شریف کے طرف اشارہ کر کے ان الفاظ کو اس طرح کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں۔ اور طلاق دینے کے بعد ہم دونوں پہلے کی طرح میاں بیوی کی حیثیت سے رہے اور ہم اپنی بیوی سے ہم بستر بھی ہوئے۔

صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور اگر واقع ہوئی تو کون سی۔
کیا ہم دونوں کا اس طرح رہنا درست ہے یا نہیں یا پھر سے نکاح کرنا ہوگا جیسا کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟ آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں؟

عرض گزار

آصف حسین انصاری، شبانہ آصف انصاری،

شمشاد انصاری، رابعہ بانو انصاری

قدم چال، گلشن نگر، آرم ایم، روڈ، جوگیشوری ممبئ

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ مستفسرہ میں آصف حسین کی بیوی پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی تھی۔لیکن دونوں کا میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا اور ہم بستر ہونا یہ رجعت بالفعل پر دال ومشیر ہے۔لہٰذا اگر بعد طلاق تین کامل حیض آنے سے پہلے پہلے یا عورت حاملہ تھی تو وضع حمل سے پہلے اس نے اپنی بیوی سے وطی کرلیا اور دونوں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے تو رجعت بھی ثابت ہوگئی۔اس لئے شبانہ بدستور آصف حسین کی بیوی ہے اور ان کا باہم میاں بیوی کی طرح رہنا صحیح ودرست ہے۔نکاح کی ضرورت نہیں۔البتہ وہ رجعت بالقول بھی کرلے اور اس پر دو عادل لوگوں کو گواہ بھی کرلے۔

رجعت بالقول کا طریقہ یہ ہے کہ دو عادل آدمیوں کے سامنے یوں کہے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کی یہی مسنون طریقہ ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۷رصفر المظفر ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۶رفروری ۲۰۰۷ء بروز دوشنبہ

مسئلہ: یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ استعمال کیے، ''طلاق، طلاق، طلاق''۔جس وقت انہوں نے یہ الفاظ استعمال کیے وہ اس حد تک غصہ میں تھے کہ وہ اپنا ہوش

وحواس کھو بیٹھے تھے۔انہیں اس بات کا دماغی طور پر قطعی علم نہیں تھا۔اس کا خلاصہ قرآن وحدیث کی روشنی میں طلب کرتا ہوں جواب سے نوازیں؟

دستخط: عبداللہ

پتہ ۳۲، منشاد بلڈنگ لوکھنڈ والا اندھیری ویسٹ ممبئی ۴۰۰۰۵۸

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں اگر آپ کے بھائی کے لئے یہ متحقق اور ثابت ہو کہ غصہ انھیں مجنون بنائے ہوئے تھا، جوش غضب اس درجہ تھا جس سے ان کی عقل میں خلل ہو گیا تھا، شدت غیظ اور جوش غضب اس حد کو پہونچ گیا کہ ان کی عقل زائل ہو گئی، خبر ہی نہ رہی کہ کیا کہتا ہے اور کیا بکتا ہے تو ضرور یہ صورت مانع طلاق ہے۔مگر اس طرح کا غصہ بہت نادر ہے۔ (ہکذا فی فتاویٰ مصطفویہ ص/۳۴۹) و(فتاویٰ فیض الرسول ص/۱۳۵)

بصورت دیگر، شخص مذکور کی طرف سے اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ کا وقوع ثابت ہو گا۔اب بے حلالہ اس کی بیوی اس کے لئے حلال نہ ہو گی۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۶/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۱،۱۳ اگست ۲۰۰۹ء بروز پیر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

عابدہ کا نکاح ہو،ا ایک بچہ بھی ہوا۔لیکن عابدہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تھی۔کورٹ سے طلاق کی نوٹس بھیجی۔شوہر نے نوٹس رکھ لی طلاق نہیں دیا۔کچھ عرصہ بعد عابدہ کے والدین نے دوسری لڑکی کا طلاق نامہ دکھا کر اسی نام سے نکاح دوسرے آدمی سے کرا دیا جس کو کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔تقریباً تین سال گزر گئے عابدہ سے ایک لڑکا بھی ہو چکا ہے۔اب پوری حقیقت معلوم ہوئی تو ایسی صورت میں دوسرے شوہر سے عابدہ کا نکاح ہوا یا نہیں؟

نیز شوہر ثانی کے ساتھ رہنے کی کوئی صورت ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

المستفتی :محمد خالد موزے والا

بھگت سنگھ نگرنمبر۲ ؍لنک روڈ گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی جبکہ شوہر نے طلاق نہیں دیا ہے تو عابدہ کا جو نکاح ثانی دوسری لڑکی کا طلاق نامہ دکھا کر کیا گیا ہے وہ غیر منعقد ،لغو بے معنیٰ ہے۔عابدہ بدستور شوہر اول کی بیوی ہے۔اور نکاح ثانی کے ذریعہ جو دوسرے آدمی سے اولاد پیدا ہوئی وہ ولد الزنا ہے۔عابدہ کو چاہئے کہ وہ فوراً اس دوسرے آدمی سے الگ ہو جائے۔نہ خود اس کے قریب جائے اور نہ ہی اسے قریب آنے دے۔ہر طرح سے قطع تعلق کرلے۔جن لوگوں نے یہ اقدام کیا ہے،سخت گنہگار،سیہ کار مستحق عذاب نار ہیں۔ان سب پر توبہ واستغفار لازم ہے۔عابدہ کا دوسرے آدمی کے ساتھ رہنے کی صورت یہ ہے کہ شوہر اول عابدہ کو طلاق دیدے یا وہ مرجائے۔اب عابدہ بعد عدت دوسرا نکاح صحیح کر کے اس دوسرے آدمی کے ساتھ رہ سکتی ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۷ ؍صفر المظفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۸ ؍مارچ ۲۰۰۶ء بروز شنبہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

زید کا اپنی بیوی ہندہ سے کافی عرصہ سے آپسی رنجش چل رہی تھی۔دونوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے طرفین کے ذمہ دار حضرات ایک جگہ بیٹھ کر گفت وشنید کررہے تھے کہ اسی درمیاں زید غصہ میں آکر کہا کہ میں طلاق دے رہا ہوں ایک بار نہیں بلکہ چار بار دے رہا ہوں۔یہ لفظ اس نے یہ سوچ کر کہہ دیا کہ

بیوی یہاں موجود نہیں ہے اور طلاق نہیں پڑے گی اور جب وہ سنے گی تو ڈرے گی پھر دوبارہ جھگڑا لڑائی نہیں کرے گی، صحیح طریقہ سے رہے گی۔ صرف اسے ڈرانے کی نیت سے یہ لفظ کہے۔ نیت طلاق دینا نہیں تھی بلکہ اسے سدھارنا تھا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا؟

نوٹ: اس مجلس میں بیٹھے ہوئے دو حضرات کا کہنا ہے کہ زید نے یہ کہا کہ میں طلاق دے دوں گا یہ ہم نے سنا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ زید نے یہی کہا ہے جو ہم نے سنا ہے۔ اور ان دونوں حضرات کا یہ بھی کہنا ہے زید نے یہ بھی کہا کہ اگر عورت ہوتی تو میں ابھی طلاق دے دیتا۔ گواہوں کے نام ۱؎ محمد اقبال بن یوسف ۲؎ رحمت اللہ اسماعیل

فقط والسلام

المستفتی: محمد فاروق

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں زید کا اپنی بیوی کے بارے میں یہ کہنا کہ میں طلاق دے رہا ہوں ایک بار نہیں چار بار، اسکی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اگر چہ زید نے طلاق کی نیت سے نہ کہا ہو۔ اس لئے کہ صریح میں نیت کی ضرورت نہیں۔ ''اَلصَّرِیْحُ مُسْتَغْنٍ عَنِ النِّیَّةِ'' اور زید بیک وقت تین طلاق دینے کے سبب گنہگار رہا تو بہ کرے۔ اور اب بغیر حلالہ عورت مذکورہ شوہر کے لئے حلال نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ''قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ'' (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳)

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت حاملہ ہے تو بعد وضع حمل ورنہ تین حیض آنے کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے۔ پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے (كَمَا فِیْ حَدِیْثِ الْعُسَیْلَةِ)

عورت اگر حاملہ، نابالغہ یا پچپن سالہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ یہ حیض ۳/ ماہ میں آئے یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئے۔ عوام میں جو مطلقہ کی عدت ۳/ ماہ تیرہ دن مشہور ہے وہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید پارہ ۲/ رکوع ۱۳/ کے اندر ارشاد فرماتا ہے: ''وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ'' اور اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ پارہ ۲۸/ سورہ طلاق کے اندر

ہے: ’’ وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجلَهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ‘‘

نوٹ: شوہر کے اقرار کی صورت میں شاہدین کی شہادت جانب مخالف میں لغو بے معنیٰ و غیر مسموع ہے۔ زید اقرار طلاق فقیر راقم الحروف کے سامنے کر چکا ہے۔ نیز سوال سے بھی مفہوم ہوتا ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۰؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۹؍فروری ۲۰۰۶ء بروز یکشنبہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید بیزار ہو کر غصہ کی حالت میں اپنی بیوی (خالدہ) کو تین طلاق ایک ہی وقت میں دیدیا جبکہ وہ غیر حاملہ اور پاک تھی۔ دو بچوں کی ماں خالدہ کو طلاق دئے ہوئے ڈیڑھ سال ہو گئے۔ اب زید کی خواہش ہے کہ خالدہ اس کی بیوی بن کر اس کے ساتھ رہے۔ زید کے خالدہ کو اپنے ساتھ رکھنے کی کیا صورت ہو گی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

المستفتی: ادریس محمد الہاس نگر

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی خالدہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ ’’لِاَنَّ الطَّلَاقَ بَلَغَ اِلَی النِّهَایَةِ‘‘. لہٰذا اب اگر خالدہ زید کی طرف پلٹنا چاہتی ہے تو اس کی صورت حلالہ ہے۔ ’’قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ‘‘ (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳)۔

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر خالدہ حاملہ ہے تو بعد وضع حمل ورنہ تین حیض آنے کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے۔ پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر خالدہ شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔ (کَمَا فِیْ حَدِیْثِ الْعُسَیْلَةِ)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی....۱۴؍دسمبر ۲۰۰۵ء

محترم جناب عالم دین صاحب السلام علیکم

مسئلہ: میں حسین احمد جس کی شادی کو دس سال کا عرصہ گزر گیا۔شادی کے بعد میرے دولڑکے ہیں، ایک ۹/سال کا اورایک ۸/سال کا۔کسی مسئلہ کو لے کر میں نے ۲۱/اگست کی رات ڈیڑھ بجے اپنی بیوی کو غصے میں دو بار طلاق دیا اور ایک بار ڈھائی سال پہلے ایک طلاق دیا تھا۔بیوی کا کہنا ہے کہ میں نے صرف ابھی دو بار والی ہی طلاق سنا ہے۔آپ نے پہلے کبھی نہیں کہا ہے۔اور میرا کہنا ہے کہ میں ایک بار پہلے بھی کہا تھا۔اس بات کا کوئی گواہ نہیں ہے۔بچوں کی خاطر اگر کوئی رجوع کا راستہ نکلتا ہے تو آپ میری رہنمائی فرمائیں،طلاق ہوئی یا نہیں؟ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں میری رہنمائی فرمائیں؟

آپ کا شکر گزار حسین احمد نبی احمد انصاری

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں حسین احمد کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔"لِاَنَّ الطَّلَاقَ بَلَغَ اِلَی النِّهَایَة" وقوع طلاق کیلئے عورت کا سننا ضروری نہیں شوہر کا اقرار کافی ہے۔بایں صورت حسین احمد کی بیوی اب بغیر حلالہ حسین احمد کیلئے درست نہیں۔"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ" (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳)۔

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت حاملہ ہے تو بعد وضع حمل ورنہ تین حیض آنے کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے۔(كَمَا فِیْ حَدِیْثِ الْعُسَیْلَةِ)

نوٹ: طلاق اکثر وبیشتر غصہ ہی میں دی جاتی ہے کوئی اپنی بیوی سے خوش ہوکر طلاق نہیں دیتا۔

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۹/شوال المکرّم ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۲/نومبر ۲۰۰۵ء بروز شنبہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے طلاق دے دوں گا۔جب وہ لڑکی گھر سے چلی گئی تو اس

نے کہا میں تجھے لکھ کر طلاق بھیج دوں گا۔ اور اس وقت تین گواہ بھی موجود تھے۔ اور وہ دوبارہ پھر اپنی بیوی کو گھر میں رکھنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: فضل حسین

میگنم اپارٹمنٹ، باندیولی، ہل روڈ، جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی عورت مذکورہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ عورت بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے۔ ''میں تجھے طلاق دے دوں گا'' وعدۂ طلاق ہے نہ کہ خود طلاق۔ وعدۂ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص/۳۸۴) مطبوعہ بیروت میں ہے: ''سُئِلَ نَجْمُ الدِّیْنِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ لِاِمْرَائَتِهٖ اِذْهَبِیْ اِلٰی بَیْتِ اُمِّکِ فِقَالَتْ طلاق دہ تا بروم فَقَالَ تو بروم من طلاق دادہ فرستم قَالَ لَا تُطَلَّقُ لِاَنَّهٗ وَعْدٌ'' (فتاویٰ مصطفویہ ص/۳۶۵)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۵/ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۶/ مئی ۲۰۰۴ء بروز جمعرات

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

محمد عارف ابن محمد سلیم نے اپنی بیوی شبینہ کو غصہ میں یوں کہا کہ اگر تم کو طلاق لینا ہے تو لے لو جاؤ، دو بار کہا اور اس نے دو سال قبل ایک بار بولے تھے کہ جا میں نے تجھے طلاق دیا۔ یہ تمامی الفاظ مذکورہ محمد عارف ابن محمد سلیم کے ہیں جو انہوں نے اقرار کیا ہے خانۂ خدا میں۔ مذکورہ صورتوں میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کون سی؟ بینوا بالتفصیل وتوجروا بالجلیل۔

نوٹ: جس وقت میرے شوہر نے یہ لفظ کہا اس وقت میری مرضی نہیں تھی۔

محمد عارف جوگیشوری ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی محمد عارف ابن محمد سلیم کی بیوی شبینہ پر طلاق واقع نہ ہوئی اس لئے کہ یہ تفویض طلاق ہے جو عورت کی رضا پر منحصر ہے۔ اور نوٹ کی تحریر سے عدم رضائے طلاق ظاہر و باہر ہے۔

البتہ اس وقت جبکہ شوہر نے یہ کہا تھا کہ اگر تم کو طلاق لینا ہے اس پر عورت نے یہ کہا ہوتا کہ ہاں لینا ہے پھر شوہر بولا ہوتا کہ لے لو جاؤ تو ضرور طلاق واقع ہو جاتی۔

رہا دوسال قبل طلاق کا معاملہ تو وہ ایک طلاق رجعی کا وقوع متحقق اور مسلم ہے۔ اگر اس وقت شوہر نے رجعت کر لیا تھا تو شبینہ بدستور محمد عارف کی بیوی ہے۔ اب محمد عارف صرف دو طلاق کے مالک ہیں۔ جب کبھی وہ دو طلاق دیں گے ان کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۰/ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ مطابق ۹/جون ۲۰۰۴ء بروز بدھ

الجواب صحیح العبد ماشاءاللہ نظامی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

زید نے اپنی بیوی سکینہ کو کسی وجہ سے دو مرتبہ کہا کہ میں نے طلاق دیا، ایک مرتبہ کہا کہ جا میں تجھ کو چھوڑ رہا ہوں۔ جبکہ سکینہ کو ۵/ماہ کا حمل ہے۔ اب سکینہ کا طلاق ہوا کہ نہیں؟ اور بچے کی پیدائش کا خرچہ کس کے ذمہ ہے اور پرورش کون کرے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد سلیم

گھاس کمپاونڈ قاسم سیٹھ چال جوگیشوری ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی سکینہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ اب اگر زید اسے پھر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ بعد وضع حمل سکینہ کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے

اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے۔ پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر زید سے نکاح کرسکتی ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه'' (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ١٣)(وكَمَا فِیْ حَدِیْثِ الْعُسَيْلَةِ).

واضح ہو کہ طلاق والی عورت اگر نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر حاملہ ہو تو اسکی عدت وضع حمل ہے۔(سورہ طلاق)اور اگر نابالغہ آئسہ اور حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔خواہ یہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔

قرآن مجید پارہ دوم میں ہے:''وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ'' وضع حمل تک کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے جو زید پر لازم الاداء ہے۔''اَلْمُعْتَدَّةُ عَنِ الطَّلاَقِ تَسْتَحِقُّ النَّفْقَةَ وَالسُّكْنٰى''(فتاویٰ قاضی خان)

اور رہا بچے کی پیدائش اور پرورش کا خرچہ تو یہ والد کے ذمہ ہے۔ ماں اور باپ دونوں مل کر بچے کی پیدائش اور پرورش کا بار اٹھائیں وہ اس طرح کہ باپ خرچہ دے اور ماں پرورش کرے۔(بہار شریعت)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

١٥ر شوال المکرّم ١٤٢٥ھ مطابق ٢٩ر نومبر ٢٠٠٤ء بروز دوشنبہ

الجواب صحیح عبد الجبار خان قادری

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

ایک شخص اپنی بیوی کو تین بار کہا کہ میں تجھے طلاق دے دوں گا اور وہ آدمی غصے کی حالت میں تھا اور اس نے غصے ہی میں کہا کہ میں جوش میں ہوں۔ اب وہ بولتا ہے میرے سے غلطی ہوگئی۔آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: محمد ساجد ابن لال

ملکانی ٹاور یادو نگر جاگیشوی ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ ''میں تجھے طلاق دے دوں گا'' یہ وعدۂ طلاق ہے نہ خود طلاق۔ وعدۂ طلاق سے طلاق نہیں ہوسکتی۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۳۸۴) میں ہے: ''سُئِلَ نَجْمُ الدِّیْنِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ لِاِمْرَائَتِہٖ اِذْھَبِیْ اِلٰی بَیْتِ اُمِّکِ فِقَالَتْ طلاق دہ تا بروم فَقَالَ تو بروم من طلاق دادہ فرستم قَالَ لَا تُطَلَّقُ لِاَنَّہٗ وَعْدٌ'' (فتاویٰ مصطفویہ ص ۳۶۵)۔

لہٰذا عورت اپنے شوہر کی بدستور بیوی ہے۔ مذکورہ بالا الفاظ سے نکاح کے اندر کوئی فساد واقع نہیں ہوا۔ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں۔

ھٰذَا مَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۵/ شوال المکرّم ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۹/ نومبر ۲۰۰۴ء بروز دوشنبہ

الجواب صحیح عبدالجبار خان قادری

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید ایک ہندو مذہب سے تعلق رکھتا تھا بعد میں مسلمان ہوگیا اور تقریباً پندرہ سال قبل ہندہ جو مسلمان عورت ہے سے نکاح کرلیا جس سے تین بچے بھی ہیں۔ مگر اب زید ہندو مذہب میں واپس ہوگیا ہے۔ گھر میں مورتی وغیرہ کی پوجا بھی کرتا ہے۔ اور جب ہندہ کہتی ہے کہ مجھ سے اب تمہارا کوئی تعلق نہیں رہ گیا تو وہ کہتا ہے کہ میں تمہارے ہی ساتھ رہوں گا۔ اس معاملہ میں مقامی کچھ مسلم حضرات بھی زید کا ساتھ دیتے ہوئے ہندہ کو مجبور کررہے ہیں کہ زید کو رکھنا ہی پڑے گا اور گھر کو دو حصوں میں تقسیم کرکے زید کو رہنے دو۔ جبکہ مکان ہندہ کا خریدا ہوا ہے اور اس کے خود کی ملکیت میں ہے۔ ایسے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں شریعت مطہرہ کا کیا فیصلہ ہے؟ تفصیل کے ساتھ عنایت فرمائیں؟

المستفتی: قاری محمد طیب خان حبیبی
گلشن نگر جوگیشوری ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب۔۔۔۔۔

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی زید مرتد ہوگیا اور اس کی بیوی ہندہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔ زید کا یہ کہنا کہ میں تمھارے ہی ساتھ رہوں گا بے معنیٰ ولغو ہے، جس کا کوئی اعتبار نہیں۔اب ہندہ زید کے لئے اجنبیہ ہوچکی ہے۔زید کا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، سفر کرنا، خلوت، سب حرام ہو چکا۔اس پر چند مقامی مسلم حضرات کا زور دے کر ہندہ کو مجبور کرنا کہ وہ زید کو ساتھ رکھے انتہائی گھناؤنی، قبیح حرکت ہے جو اللہ ورسول ﷺ کے حکم کے سراسر خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید چھٹا پارہ سورہ مائدہ کے اندر ارشاد فرماتا ہے:''وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَى الاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ''ایسا کرنے والے مسلمان سخت مجرم وخاطی، مستحق عذاب، باعث غضب جبار ہیں۔ان سب کو اپنے اس فعل قبیح سے رجوع کے ساتھ ساتھ توبہ واستغفار لازم و ضروری ہے۔

اور رہا مکان کا معاملہ تو وہ جب ہندہ کی ذاتی ملکیت ہے تو ہندہ ہی کا رہے گا اس میں زید کا کیا حق۔ مشکوٰۃ شریف (جلد اول ص ۲۵۴) میں حضرت سعید ابن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' مَنْ اَخَذَ شِبْرًامِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًافَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ'' (متفق علیہ)۔یعنی جو شخص زمین ایک بالشت کے مقدار ظلماً لے لیا ہو تو قیامت کے دن سات طبق زمین کا طوق پہنایا جائیگا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۹ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۱ر مارچ ۲۰۰۴ء بروز جمعرات

الجواب صحیح عبد الجبار خان قادری۔المصدق محمد طیب خان حبیبی القادری

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟

عبد الواسط انصاری نے اپنی بیوی دلنواز بانو کو بحث وتکرار کے دوران غصہ میں کہا کہ تم کو طلاق ہے، تم کو طلاق ہے، صرف دو بار کہا۔اس صورت میں دلنواز بانو کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ اور اس کے ازالے کی کیا صورت ہے؟ جب دلنواز کو رکھنا چاہے عبد الواسط انصاری جبکہ دو طلاق والی بات کو مسجد

میں حلفیہ بیان دے رہا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے تین طلاق نہیں دیا ہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: عبدالواسط انصاری

پرنس چال آر، ایم روڈ گلشن نگر جوگیشوری ممبئ

الجواب هو الموفق للحق و الصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی عبدالواسط کی بیوی دلنواز بانو پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ بایں صورت شوہر عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی رجعت کرسکتا ہے۔ ''قَالَ اللّٰهُ تَعالٰی: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡتَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ'' (پارہ دوم رکوع ۱۳) اور اگر عدت گزر چکی ہے تو عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ (هٰكَذَا فِیۡ کُتُبِ الۡفِقۡهِیَّةِ) اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونا ہے۔ ''قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاُوۡلَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ'' (پارہ ۲۸؍سورہ طلاق) اور اگر حاملہ نہ ہو اور آئسہ یعنی پچپن سالہ اور نابالغہ بھی نہ ہو یعنی حیض والی ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ خواہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''وَالۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡءٍ'' (پارہ ۲؍رکوع ۱۲؍) فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص؍۱۸۷)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیۡ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَاللّٰهِ وَعِلۡمُهٗ اَحۡکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۳؍صفر المظفر ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۴؍اپریل بروز بدھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟

زید اور ہندہ شوہر بیوی ہیں۔ دونوں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا، درمیان جھگڑا ہندہ اپنے شوہر زید سے بولی مجھے تم طلاق دو، میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اور اگر طلاق نہیں دو گے تو میں خودکشی کرلوں گی یا جل کر مر جاؤں گی۔ مجبوراً زید نے ایک کاغذ اور قلم لیا اور لکھا کہ لو اگر تم بضد ہو تو، مضمون رقعہ میں اس طرح لکھا (ہندہ میں تجھے تاق دیتا ہوں آج سے تم میری بیوی نہیں)

فقط زید

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے اس طرح تاق لکھنے (طلاق لکھنے کے بجائے) اور زید کے لکھے ہوئے مضمون کے مطابق طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کتنی طلاق ہوئی؟ اور اب پھر سے شوہر بیوی ہونے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ اس حادثے کو گزرے ہوئے آج تقریباً دوسال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ تب سے ہندہ اپنے شوہر سے الگ رہتی ہے۔ اور اب پھر ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں؟ فقط والسلام

منصور عالم رضوی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صدق مستفتی زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی اور پھر دوسال کا عرصہ بھی گزر گیا۔ اگر اس مدت (دوسال) میں ہندہ کو تین حیض آچکے ہیں یا ہندہ وقت طلاق حمل سے تھی اور وضع حمل ہو چکا ہے تو بایں صورت ہندہ بائنہ ہوگئی۔ اس لئے کہ سوال مذکور میں رجعت ثابت نہیں ہے۔ اب بے نکاح، زید کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ لہذا اگر ہندہ زید کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو نکاح جدید کر کے رہ سکتی ہے۔ اور زید اب صرف تجدید نکاح کر کے ہندہ کی مرضی سے اپنی زوجیت میں اسے لاسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۵/ ذوالحجۃ الحرام مطابق ۱۷ فروری ۲۰۰۴ء بروز منگل

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟

میری اجازت کے بغیر ان کا گھر سے چلا جانا کئی بار ہوا، رات کے وقت اکثر ہوا۔ ایک مرتبہ ایسا ہی ہوا تو میں نے ایک طلاق دے دیا اور ان کی امی سے بھی کہا کہ ایسا ہوا۔ اس کے بعد بھی وہ بغیر اجازت جاتی رہی۔ پھر دو مہینے بعد ایسے ہی ہوا۔ اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں دس مردوں سے بچہ پیدا کر کے دکھا سکتی ہوں تو میں نے کہا کہ میرا کیا کام۔ پھر میں نے غصہ میں دو طلاق دیا اس وقت انہوں نے کہا کہ تیسرا بھی دیدو پورا کر دو تو میں نے دے دیا طلاق۔

المستفتی: شکیل احمد خان

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

صورت مسئولہ میں آپ کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ ''لِاَنَّ الطَّلَاقَ بَلَغَ اِلَی النِّھَایَۃِ'' لٰہذا اب بغیر حلالہ کے وہ آپ کے لئے درست (جائز) نہیں ہوسکتی۔ ''قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ'' (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳)۔

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت حاملہ ہے تو بعد وضع حمل ورنہ تین حیض آنے کے بعد اور اگر آئسہ ہے تو تین ماہ بعد کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے۔ پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے (کَمَا فِیْ حَدِیْثِ الْعُسَیْلَۃِ)

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۲ / ربیع النور شریف ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۶ / فروری ۲۰۱۱ء بروز سنیچر

جناب حضرت علامہ مفتی منظور احمد صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: میں محمد انیس شوکت علی شیخ عمر ۳۵ / سال پہلے سے شادی شدہ تھا۔ اور اسی دوران میں نے دوسرا نکاح کیا۔ میرے تین بچے پہلی بیوی سے ہیں۔ دوسری سے کوئی بچہ نہیں ہے۔ مگر ہمارے دوسرے رشتہ کے بارے میں میری پہلی بیوی کو پتہ چل گیا اور اس نے اپنے میکے والوں کو بلا کر مجھے چار لوگوں کے سامنے طلاق دینے پر مجبور کیا۔ کیا میرے تین بار بولنے سے طلاق ہوگئی یا نہیں ہوئی؟ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی۔ تین بچوں کے دباؤ کی وجہ سے طلاق دیا تھا۔ پہلی بیوی کی ضد تھی اسے رکھو یا مجھے رکھو۔ کیا وہ میرے نکاح میں ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی میری مدد کرو؟ مجھے اس بیوی کو نکاح میں لانے کے لئے کیا کرنا ہوگا؟

المستفتی: محمد انیس شوکت علی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں آپ کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ ''لِاَنَّ الطَّلَاقَ بَلَغَ اِلَی النِّھَایَةِ'' نیز طلاق صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ''لِاَنَّ الصَّرِیْحَ مُسْتَغْنٍ عَنِ النِّیَّةِ'' لہٰذا صورت مسئولہ میں خواہ آپ کی نیت رہی ہو یا نہ رہی ہو، بچوں کے دباؤ میں آکر طلاق دیا ہو یا اپنی مرضی سے، بہرصورت طلاق واقع ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ آپ کی بیوی آپ کے لئے حلال نہ ہوگئی۔ ''قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ'' (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳)۔ حلالہ کی صورت یہ ہے بعد عدت آپ کی عورت کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے۔ پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر آپ سے نکاح کر سکتی ہے (کَمَا فِیْ حَدِیْثِ الْعُسَیْلَةِ)

ھٰذَا مَا ظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۵؍ربیع النور شریف ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۷؍جنوری ۲۰۱۵ء بروز سنیچر

بخدمت مفتی صاحب دارالافتاء دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر، جوگیشوری (مغرب)

از کوثر بی شیخ سلیم بسم اللہ چال پانچواں روڈ، سانتا کروز (مشرق) ممبئی

مسئلہ: میں کوثر بی شیخ سلیم آپ کی خدمت میں عریضہ پیش کرتی ہوں، برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

جناب! میرا نکاح میری ہی گلی میں رہنے والے نوجوان حسن رضا سے طے ہوا۔ یہ نکاح ۲۰؍مئی ۲۰۰۶ء کو قرار پایا۔ جو مسجد میں بڑی ہی سادگی سے طے پایا۔ اس نکاح میں دونوں جانب کے رشتہ دار اور دوست واحباب شریک ہوئے۔ چونکہ میرے شوہر کا آبائی وطن بہار ریاست میں ہے۔ ان کا مکان اور زمین وجائداد وغیرہ سب وطن میں ہے۔ اور وہ یہاں کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ اس لئے نکاح کے بعد میں بھی اپنے شوہر اور ساس صاحبہ کے ساتھ یہاں رہنے لگی۔ میری ساس صاحبہ کچھ مہینوں کے بعد وطن لوٹ گئیں۔ میرے شوہر وطن آتے جاتے رہے۔ مارچ ۲۰۰۷ء میں ہمارے یہاں بچی کی پیدائش

ہوئی اور اپریل ۲۰۰۷ء میں ہی میرے شوہر ایک حادثے میں زخمی ہو گئے۔ میں نے اور میرے والدین نے اپنے خرچ پر ان کا علاج کروایا۔ سسرال کی جانب سے کوئی رشتہ دار مدد کے لئے نہیں پہونچا۔ پانچ چھ مہینے میں وہ بالکل صحت یاب ہو کر اپنے بزنس اور کام پر واپس لگ گئے۔

اچانک دسمبر ۲۰۰۸ء میں میرے شوہر کچھ ضروری کام کہہ کر وطن روانہ ہوئے۔ انہوں نے دس پندرہ دن میں واپس آنے کے لئے کہا۔ وطن پہونچ کر انہوں نے ہم سے رابطہ قائم رکھا۔ پھر اچانک ان کا فون آنا بند ہو گیا۔ میں فون کرتی تو فون بند ملتا۔ میں نے کچھ دن انتظار کیا۔ لیکن پھر پریشان ہو کر اپنے جیٹھ صاحب کا فون نمبر ڈھونڈ نکالا اور ان سے بات کرنی چاہی اور میرے شوہر کی خیریت پوچھی تو انہوں نے مجھے دھمکیاں دیں اور کہا کہ اب میرے شوہر کبھی بھی ممبئی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ وہ بہار ہی میں رہیں گے۔ ہم ان کی دوسری شادی کروائیں گے۔

میں نے اور میرے والدین نے ان کی بہت منت سماجت کی کہ وہ میرے شوہر سے بات کروا دیں یا انہیں بات چیت کرنے اور مجھے میری دو سالہ بچی کو لے کر وطن لے جانے کے لئے بھیج دیں۔ مگر وہ نہ مانے۔ اور انہوں نے میرے والدین کو صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ بیٹی کو بہار لیکر آئیں گے تو انجام بہت برا ہوگا۔ میرے شوہر سے میری بات نہ ہوسکی۔

ابھی چند مہینے گزرے تھے کہ میرے شوہر نے بہار کی فیملی کورٹ سے نوٹس روانہ کئے۔ میں ذہنی طور پر بہت پریشان ہوگئی کہ اب کیا کروں۔ ممبئی سے بہار سفر کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ اس لئے وکیل سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد مجھے مجبوراً وہ معاملہ ممبئی کی عدالت میں منتقل کروانا پڑا۔

پچھلے چھ سالوں سے میں اپنے والدین کے گھر رہنے پر مجبور ہوں۔ وہی میرے اخراجات برداشت کر رہے ہیں۔ اور پچھلے چھ سالوں سے میں کورٹ کچہری کے چکر لگانے پر مجبور ہوں۔ اس دوران میرے شوہر کورٹ میں حاضر ہوتے رہے۔ لیکن بڑی ہی بے رخی! نہ کبھی مجھ سے بات چیت کی نہ کبھی بچی کی حالت کے متعلق معلومات لی اور نہ ہی ہم دونوں کا خرچ ادا کیا۔

میں نے بہت کوشش کی کہ وہ مجھ سے بات چیت کر لیں اور دوبارہ مجھے اور بچی کو اپنا لیں۔ مگر وہ نہ مانے آج چھ سال کے بعد عدالت میں میرے حق میں فیصلہ ہوا ہے۔ اور میرے شوہر کو بیوی اور بچی کو ماہانہ ۸۰۰۰/ ہزار روپئے دینے کا حکم ملا ہے۔

آڈر ملتے ہی میرے شوہر نے وکیل کے ذریعہ مجھے طلاق بائن کا نوٹس بھیج دیا ہے۔ جس میں میری بہت ساری غلطیاں بتائی گئی ہیں جو سراسر غلط بیانی ہے۔ میرے شوہر کے دل میں خدا کا خوف نہیں رہا کہ انہوں نے معصوم بیوی اور بچی کو سزا دی۔ مجھے یہ بھی معلومات حاصل ہوئی کہ وطن میں انہوں نے دوسری شادی بھی کرلی ہے۔ مفتی صاحب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں مجھے بتائیں:

(۱) یہ طلاق واقع ہوگئی ہے؟ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) میرے شوہر نے جو دو ہزار سات سو چھیاسی روپئے مہر کی رقم اور ۷۰۰۰/ سات ہزار عدت کی رقم کا چیک نوٹس کے ساتھ بھیجا ہے، اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر میں نہ لوں تو کیا حکم ہے؟

(۳) حضرت مجھے بتائیں کہ اب میرا، اور میری بچی کے اخراجات (نان ونفقہ) ادا کرنے کے متعلق میرے شوہر کے لئے کیا حکم ہے؟

فقط: کوثر بی شیخ سلیم

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

(۱) صورت مسئولہ میں طلاق بائن کی نوٹس اگر آپ کے شوہر ہی کے طرف سے ہے تو آپ کے اوپر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اب آپ عدت گزارنے کے بعد آزاد ہیں۔

(۲) آپکے شوہر نے جو مہر وعدت کے خرچ کی رقم بھیجی ہے اس کا لینا اور استعمال کرنا آپ کے لئے جائز ہے جو آپ کا حق ہے۔

(۳) مہر وعدت کا خرچ ادا کر دینے کے بعد آپ کے شوہر پر آپ کے لئے کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ البتہ بچی کے جملہ اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں۔ اور سمجھ دار ہو جانے کے بعد بچی بھی اس کے حوالے کی جائے گی۔ (ہکذا فی کتب الفقہیہ)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۷/صفر المظفر ۱۴۳۶ھ مطابق یکم دسمبر ۲۰۱۴ء بروز پیر

حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

عبدل احمد شیخ نے اپنی بیوی فرح ناز کو تین طلاق دے دیا۔اب اس کی بیوی فرح ناز کا کہنا ہے کہ میں یہ فلمی انداز میں طلاق نہیں مانتی اور اگر آپ نے طلاق دیا ہے تو مجھے ماہانہ ۱۵ر ہزار روپئے دو جو میں اپنی ضرورت پر خرچ کروں گی۔اب عبدل کا کہنا ہے کہ میں ۱۵ر ہزار ہی کماتا ہوں اور اپنے باپ کا علاج بھی کراتا ہوں اور مستقبل میں دوسری شادی بھی کرنی ہے۔یہ مجھ سے نہیں ہوسکے گا کہ میں فرخ ناز کو ماہانہ ۱۵ر ہزار روپئے دوں۔ برائے مہربانی اس بات کی وضاحت شریعت کی روشنی میں فرمائیں کہ عبدل دوسری شادی کرسکتا ہے؟اس کے اوپر فرح ناز کا مطالبہ پورا کرنا ضروری ہے؟ رہنمائی فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: عبدل احمد شیخ

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں عبدل احمد شیخ کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔"لِاَنَّ الطَّلَاقَ بَلَغَ اِلَی النِّهَایَةِ" لہٰذا بغیر حلالہ وہ عبدل کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:"فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ" (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳)۔ "بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ" کے تحت طلاق کا مالک شوہر ہے۔جب بھی طلاق دے گا واقع ہوجائے گی۔کسی کے ماننے یا نہ ماننے کا کچھ اعتبار نہیں۔رہا فرح ناز کا ماہانہ ۱۵ر ہزار کا مطالبہ کرنا یہ بھی درست نہیں ہے۔البتہ ایام عدت کا خرچ شوہر پر لازم الادا ہوگا جس سے مفر ممکن نہیں۔لہٰذا فرح ناز کو بعد طلاق تین حیض آنے تک یا اگر وہ حاملہ ہے تو تا وضع حمل یا پھر آئیسہ یا نابالغہ ہے تو تین ماہ تک کا خرچ جس طرح وہ کھاتا پیتا ہے دینا ضروری ہوگا۔اور عبدل دوسری شادی کرسکتے ہیں بلکہ وہ ایک ساتھ میں علیٰ حسب الاستطاعت چار بیویاں رکھ سکتے ہیں۔جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:" فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ" چوتھا پارہ سورہ نساء سے ظاہر وباہر ہے۔

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۸ر ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۴ر ستمبر ۲۰۱۴ء بروز اتوار

حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: میں نے اپنی بیوی سروری بیگم کو تین طلاق دیدیا۔لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ صرف مرد کے چاہنے سے طلاق ہو جائے گی، ایسا نہیں ہوسکتا۔ دوسری بات یہ کہ میں نے اپنی بیوی کو گھر سے باہر جانے سے کئی دنوں سے منع کرتا رہا۔ دو دن قبل یہ گھر سے باہر گئی اور سوال کرنے پر صاف انکار کر گئی۔ مجھے غصہ آیا اور میں نے طلاق دیدی۔ اب سوال یہ ہے کہ طلاق دینے کے بعد میں اپنی بیوی کے ساتھ رہ سکتا ہوں یا نہیں؟ اگر نہیں، تو شریعت نے کوئی صورت نکال رکھی ہے جس سے ہم دونوں ایک ساتھ رہ سکیں۔ برائے مہربانی اللہ ورسول کے فرمان کے مطابق جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: احمد حسین

ڈی، مارٹ، یاری روڈ، ورسوا اندھیری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

’’ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحُ‘‘ کے تحت طلاق کا مالک شوہر ہے۔اور اسی کے دینے اور چاہنے سے طلاق واقع ہوگی نہ کہ کسی اور کے چاہنے یا راضی ہونے سے۔صورت مسئولہ میں چونکہ شوہر کا اقرار موجود ہے۔ وقوع طلاق کے لئے اقرار ہی کافی ووافی ہے۔ جولوگ یہ کہتے ہیں کہ صرف مرد کے چاہنے سے طلاق نہیں ہوتی وہ غلط کہتے ہیں۔انہیں مسائل شرعیہ کا علم حاصل کرنا چاہئے۔

احمد حسین کی بیوی سروری بیگم پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔اب بغیر حلالہ وہ احمد حسین کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:’’فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ‘‘ (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳) بایں صورت سروری بیگم اگر اپنے شوہر کے طرف پلٹنا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ بعد عدت کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے اور وہ شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے۔ پھر وہ انتقال کر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر اپنے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔(كَمَا فِىْ حَدِيْثِ الْعُسَيْلَةِ)

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِىْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۷/ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۳/ستمبر ۲۰۱۴ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

(۱) زید اور ہندہ کی شادی ہوئی تھی۔ زید کے اندر کچھ مجبوری ہونے کہ وجہ سے ہندہ کو نکاح سے خارج کرنا پڑا۔ اس وقت ایک مولوی صاحب نے ہندہ سے کہا کہ زید کے حق میں جو مہر باقی ہے اس کو معاف کردو۔ اس لئے کہ جب تک معاف نہیں کروگے طلاق نہیں ہوسکتی۔

(۲) شادی کے بعد ہندہ کے والدین نے ہندہ کیلئے ایک پلاٹ لیا تھا جس کی قیمت ایک لاکھ ادا کر دئے تھے۔ چار سال ہوگئے پلاٹ ابھی تک ہندہ کے نام نہیں کئے۔ طلاق ہونے کے بعد پلاٹ کا مطالبہ ہوا تو ان لوگوں نے کہا اپنا ایک لاکھ روپیہ لے لو جب کہ پلاٹ کی قیمت فی الحال آٹھ لاکھ روپیہ ہے۔ یہ پلاٹ بیچنے والے سب زید کے گھر والے ہی ہیں۔

برائے مہربانی شرعی فتویٰ تحریر فرما کر یہ بھی تحریر فرمادیں کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کرم ہوگا۔

المستفتی: حافظ محمد فرید
نور مسجد، جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

(۱) وقوع طلاق کے لئے مہر کی عدم ادائیگی مانع نہیں ہے۔ اس لئے طلاق واقع ہوجائے گی۔ البتہ مہر کے رقم کی ادائیگی شوہر پر واجب ہوگی۔ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ مہر کی رقم جب تک معاف نہ ہو جائے طلاق واقع نہ ہوگی، جہالت ہے۔ اور مسائل شرعیہ سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

(۲) ہندہ کے والدین نے جو پلاٹ اسکے لئے لیا تھا اور اس کی رقم بھی ادا کردی تھی، وہ ہندہ کی ملکیت ہے۔ زید کے گھر والوں کو چاہئے کہ وہ پلاٹ ہندہ کے حوالے کردیں ورنہ اللہ ورسول کے عتاب وعذاب میں گرفتار ہوں گے۔

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۱؍صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۵؍دسمبر ۲۰۱۲ء بروز منگل

من جانب: محمد شفیع حسن منصوری اے ونگ روم نمبر ۴ پرکاش اپارٹمنٹ ہل روڈ جوگیشوری ممبئ
مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: میری شادی مسماۃ ریشما دختر حاجی محمد یعقوب سے ۲۴/اپریل ۲۰۱۲ء کو بمقام بھائیکلہ ممبئ، سنت طریقے سے ہوئی تھی۔ شادی کے پہلے ہی دن سے مسماۃ ریشما مجھ سے اور میرے اہل خانہ یعنی میرے بھائی اور بھابھی سے جھگڑنے لگی اور ذلیل کرنے لگی۔ اور ۲۱/مئی کو بہت جھگڑا، بدزبانی اور گالی گلوج کی۔ ۲۲/مئی کو اس کے بھائی کو بلایا گیا اور وہ اس کے ساتھ چلی گئی۔ ساتھ میں میرے سونے کے سارے زیورات لے گئی۔ اس کے بعد ۲۷/۳۱/مئی اور ۲۴/جون کو میٹنگ ہوئی۔ لیکن صلح نہ ہوسکی۔ اور وہ اس کے بھائی اور بھابھی گالی گفتار اور بےعزتی کر کے چلے گئے اور وہ بھی ان کے ساتھ آئی اور ان کے ساتھ ہی چلی گئی۔ ۲۶/جون کو اس کا بھائی شیخ ایوب اسے میرے مکان پر چھوڑ گیا۔ ۲/جولائی ۲۰۱۲ء کو ریشما نے مجھ سے طلاق مانگا۔ جس کے لئے میں نے رضا وخوشی ظاہر کی۔ لہٰذا میں نے ناگزیر حالات اور نااتفاقی کی وجہ سے اور یہ جان کر کہ اب اس کے ساتھ میرا نباہ مشکل ہے، میں نے ۴/جولائی ۲۰۱۲ء کو مسماۃ ریشما دختر حاجی محمد یعقوب شیخ کو طلاق بائن دیدیا۔

اب میرے اور اس کے درمیان کسی بھی قسم کا رشتہ زوجیت نہیں ہے۔ مہر کی رقم بوقت شادی ادا کر دیا تھا۔ اور عدت کی رقم ۶۰۰۰/روپئے مع طلاق نامہ بذریعہ ڈمانڈ ڈرافٹ روانہ کر دیا ہوں۔ طلاق کی اطلاع مسماۃ ریشما اور اس کے اہل خانہ کو مل چکی ہے۔ کیونکہ طلاق نامہ جو میں نے بذریعہ ڈاک روانہ کیا تھا وہ انہوں نے وصول کر کے پڑھنے کے بعد طلاق نامہ اور ۶۰۰۰/روپئے کا ڈرافٹ مع لفافہ دوسرے بڑے لفافہ میں بند کر کے واپس مجھے بھیج دیا اور طلاق قبول نہیں کر رہے ہیں۔ لہذا میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ مندرجہ حالات کے پیش نظر طلاق ہوئی یا نہیں؟ طلاق نامہ بذریعہ قاضی عبدالجبار خان لکھا گیا تھا اور معرفت وکیل بھیجا گیا تھا۔

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

جاننا چاہئے کہ وقوع طلاق کے لئے بیوی یا اسکے اہل خانہ کا مطلع ہونا یا طلاق نامہ کا قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔ طلاق کا مالک شوہر ہے۔ جب دے گا، جہاں دے گا، جیسے دے گا، واقع ہو جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''اَلطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ'' یعنی

طلاق کا مالک شوہر ہے، جب دے گا واقع ہو جائے گی۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی اس لئے کہ شوہر کا اقرار موجود ہے اور تحریر بھی موجود ہے جو وقوع طلاق کے لئے کافی ووافی ہے۔ ''لِاَنَّ اِقْرَارَ الطَّلَاقِ طَلَاقٌ'' اب ریشما بنت محمد یعقوب شیخ پر طلاق واقع ہو چکی ہے اور وہ اپنے شوہر مذکور کی زوجیت سے خارج ہیں۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۴/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق یکم اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز پیر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں؟

زید صبح سویرے دوبئ سے آیا تھا۔ رات بھر سویا نہیں تھا۔ جس وقت اس نے طلاق دیا وہ ہوش میں نہیں تھا۔ اس پر جادو کا اثر بھی ہے۔ زید کی بیوی نیند میں سو رہی تھی۔ اس وقت زید اور اس کی بیوی تو تنہا تھے۔ زید نے بیوی کو نیند سے جگایا اور اس نے بیوی کو کہا اب تو سن طلاق، طلاق اور طلاق۔ اب یہاں سے جا۔ اب زید کی بیوی کہتی ہے کہ تم نے یہ کیا کہہ دیا۔ تب زید نے کہا مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں نے کیا کہہ دیا۔ اور اس کے بعد وہ دونوں اسی بستر پر ایک کروٹ وہ اور ایک کروٹ یہ سو گئے۔ اس پر شریعت کا کیا حکم ہے۔

المستفتی: محمد حنیف محمد علی روڈ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں زید (دوبئ سے آیا) اپنے ہی گھر میں آیا، اپنی ہی بیوی کو جگایا اور اپنے ہی بیوی سے مخاطب ہو کر الفاظ طلاق ادا کئے۔ یہ سب قرائن تو اس کے ہوش وحواس کے ہیں۔ پھر وقت طلاق ہوش میں نہیں رہا یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات قرینۂ قیاس کے خلاف ہے۔ لہٰذا جب تک تحقیق حال نہ ہو جائے کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۲/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۳۳ھ ۲۹ ستمبر ۲۰۱۲ء بروز سنیچر

السلام علیکم مفتی صاحب

مسئلہ: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری دوسری ڈلیوری کے وقت میرے شوہر نے مجھے بغیر کچھ خرچ دیئے میرے والدین کے گھر ۲؍نومبر ۲۰۰۹ء کو چھوڑ دیا۔ اور ۱۹؍نومبر ۲۰۰۹ء کو مجھے لڑکا پیدا ہوا۔ ڈلیوری سے پہلے میرے شوہر نے میرے والد سے ایک ہفتے میں لوٹانے کے وعدے پر ۱۵۰۰۰؍روپئے قرض لئے۔ لیکن ۷؍مہینے گزر جانے کے بعد بھی میرے شوہر نے وہ پیسے میرے والد کو نہیں لوٹائے۔ ڈلیوری کے بعد میرے والد نے میرے شوہر سے پیسے مانگے تو دونوں کے درمیان لین دین کے تعلق سے لڑائی جھگڑا ہوا۔ جس کا بدلہ میرے شوہر نے مجھ سے نکالا۔ نہ مجھے اپنے گھر لے گئے اور نہ ہی خرچ کے لئے کوئی روپیہ دیا۔ اور کہا کہ تجھے جہاں سے پیسے ملتے ہیں تو وہاں سے لے لے۔ تو میں نے اپنے بچوں کے خرچ کے پیسوں کے لئے کورٹ میں کیس درج کیا۔ آج مجھے میرے والدین کے گھر رہتے ہوئے ڈھائی سال ہو گئے ان ڈھائی سالوں میں میرے شوہر لگاتار مجھ سے اور اپنے بچوں سے ملتے رہے۔ کبھی کورٹ میں، کبھی میرے گھر، کبھی میرے رشتہ داروں کے گھر، کبھی رشتہ داروں کی شادی میں۔ روزانہ ایک ایک دو دو گھنٹہ فون پر مجھ سے بات کرتے۔ میرے والدین کے گھر دو دو گھنٹہ بیٹھ کر میرے ساتھ مذاق مستی کرتے۔ مجھے اور بچوں کو سیر وتفریح کے لئے لے جاتے۔ اور آج کہتے ہیں کہ اسلامی قانون کے تحت ہمارے درمیان ڈھائی سال کی دوری رہی اور ہمارے درمیان کوئی جنسی تعلقات نہیں ہوئے۔ اس وجہ سے اسلامی شریعت سے تیرا میرا طلاق اپنے آپ ہو گیا۔

مفتی صاحب! آپ مجھے قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ واقعی کیا میرا اور میرے شوہر کا آج کوئی تعلق ہے یا نہیں ہے؟ آج بھی میں اپنے شوہر کی بیوی ہوں یا نہیں؟

المستفتیہ۔ شاہین ناصر شیخ

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

میاں بیوی کے الگ رہنے یا جنسی تعلقات قائم نہ ہونے کی بنیاد پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ شوہر کے طلاق دینے سے واقع ہوتی ہے۔ طلاق کا مالک شوہر ہے جب وہ طلاق دے گا، واقع ہو جائیگی۔ ورنہ نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: ''اَلطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ'' (فتاوی فیض الرسول جلد دوم ص؍۱۲۸)

لہٰذا صورت مسئولہ مستفسرہ میں برصدق مستفتیہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۸؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۰؍مئی ۲۰۱۲ء

مسئلہ: میں تمہیں طاق دیتا ہوں، طلاق، طاق، طاق۔ میں نے شراب پیا تھا۔ میں نشے کی حالت میں تھا۔ مجھے ہوش نہ تھا کہ میں کیا بول رہا ہوں۔ اس رات میں نے شراب پی رکھی تھی۔ میں تمہیں طاق دیتا ہوں، طاق، طاق، طاق۔ یہ سب میں نے شراب کے نشے میں کہا۔ مجھے ہوش نہیں تھا کہ میں کیا بول رہا ہوں۔ السائل: محمد اختر

ڈینا چال، کاجو پاڑہ، بہرام باغ، جوگیشوری

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں اختر خان کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ ''لِاَنَ الطَّلَاقَ بَلَغَ اِلَی النِّهَایَةِ'' اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۳۱ ؍میں ہے: ''طَلَاقُ السُّکْرَانِ وَاقِعٌ اِذَا سَکَرَ مِنَ الْخَمْرِ اَوِالنَّبِیْذِ وَهُوَ مَذْهَبُ اَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ کذا فی المحیط۔ یعنی اختر کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی اگرچہ شراب کے نشہ میں دی ہے۔ لہٰذا اب بغیر حلالہ اختر خان کی بیوی ان کے لئے حلال نہ ہوگئی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ''فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَهٗ'' حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گذارنے کے بعد عورت دوسرے سے نکاح صحیح کرے۔ دوسرا شوہر اس کے ساتھ اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ مرجائے یا طلاق دیدے تو عورت دوبارہ عدت گزارنے کے بعد پھر اختر خان سے نکاح کرسکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی تو اختر خان سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتی۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۴؍ربیع الغوث ۱۴۳۷ھ مطابق ۴؍فروری ۲۰۱۶ء بروز جمعرات

باب الخلع

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

ہندہ نے ڈیڑھ سال قبل زید سے شادی کی تھی۔ لیکن زید نہ تو ہندہ کو تقریباً چھ مہینہ سے اخراجات دیتا ہے اور نہ ہی نان ونفقہ دیتا ہے اور نہ ہی چھ مہینہ سے زید ہندہ کے پاس آیا ہے۔ ہندہ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہتی ہے۔ جب سے شادی ہوئی ہے زید کے گھر نہیں گئی ہے۔ اور چھ مہینہ سے زید کا پتہ بھی نہیں ہے کہ ہے یا نہیں۔ اس صورت میں ہندہ زید سے آزاد ہونا چاہتی ہے اور دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اس صورت میں خلع ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اورلڑکی خلع ہی چاہتی ہے۔

خلع کی صورت میں کیا زید کا موجود ہونا ضروری ہے؟ اور خلع کے بعد ہندہ کتنے دنوں کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟ یا اور کوئی صورت بتائی جائے کہ ہندہ زید کی زوجیت سے آزاد ہوسکے اور دوسرا نکاح کر سکے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل بیان کیا جائے؟ عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

آپ کا خادم

حبیب رضا خان، اندھیری، ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں زید اور ہندہ کے درمیان خلع ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ قدوری شریف میں ہے: ''**اِذَا تَشَاقَازَوُجَانِ وَخَافَااَنُ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا بَاسَ بِاَنُ تَفْتَدِیَ نَفُسَهَامِنُهٗ بِمَالٍ يَخُلَعُ بِهٖ**'' جب نا اتفاقی ہو زوجین کے درمیان اور اندیشہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنی جان کے عوض کچھ مال دے کر خلع کرلے۔ اور اگر ہندہ عاجز آ کر زید سے چھٹکارا چاہتی ہے تو اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) یا تو خلع کرے۔ اس کا طریقہ (ہدایہ اولیین ص ۳۸۴) کی عبارت سے واضح ہے۔ باب الخلع میں ہے: ''**فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِکَ وَقَعَ بِالْخُلَعِ تَطُلِيُقَةً بَائِنَةً وَلَزِمَهَاالُمَالُ**'' یعنی جب شوہر مال کے

بدلے خلع کرے تو خلع کی وجہ سے عورت پر طلاق بائن پڑے گی اوراس کو مال دینا واجب ہوگا اور جب خلع سے طلاق بائن واقع ہوگئی تو اس کے لئے حکم یہ ہے، ''وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ'' (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۲) یعنی عورت اگر حاملہ، نابالغہ، پچپن سالہ نہ ہوتو اس کی عدت تین حیض ہے۔خواہ تین ماہ، تین سال یا اس سے زیادہ میں آئے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے، سب غلط ہے۔

(۲) یا تو نکاح فسخ کرائے۔اگر حقیقت میں زید کا پتہ نہیں ہے۔یا نان ونفقہ نہیں دیتا ہے تو مذہب حنفی پر عمل کرتے ہوئے اپنے شوہر کی عمر نوے سال ہونے تک انتظار کرے۔مگر وقت ضرورت مفقود کی عورت کو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ان کے مذہب پر عورت ضلع کے سب سے بڑے سنّی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعوی کرے وہ عالم چار سال کی مدت مقرر کرے گا۔اس چار سال کی مدت میں اس کے شوہر کی موت وزندگی معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔جب یہ مدت گزر جائے تو عورت کے استغاثہ پیش کرنے کے بعد اگر وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کردے تو عورت عدت وفات گزار کر جس سنّی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

(۳) یا طلاق گرام پنچایت یا مقامی حکام کے دباؤ سے جس طرح بھی ہو طلاق حاصل کریں اور زید پر لازم ہے کہ جب وہ ہندہ کو رکھنا نہیں چاہتا یا حقوق زوجہ ادا نہیں کرتا تو اسے طلاق دیدے۔اگر زید ہندہ کو رکھنے پر راضی نہ ہو اور نہ ہی طلاق دینے پر راضی ہو تو سب مسلمان مل کر اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ ظالم زید کے ساتھ وہ لوگ بھی گنہگار ہوں گے۔(كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ) (پارہ س ۷/رکوع ۱۴)۔اگر زید سامنے موجود نہیں ہے تب بھی خلع ہوسکتا ہے جیسے طلاق غیر موجودگی میں واقع ہوجاتی ہے۔شرط یہ ہے کہ زید کا مال کے عوض دو عادل گواہوں کی شہادت سے طلاق دینا ثابت ہوجائے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۴/صفر المظفر ۱۴۲۶ھ مطابق ۴/اپریل ۲۰۰۵ء براز دوشنبہ

باب المصاہرت

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہٰذا میں؟

بکر (سسر)، زید بکر کا لڑکا ہے۔ ہندہ زید کی بیوی ہے جس سے دو بچے ہیں۔ ہندہ کہتی ہے میں اپنے مکان کے اوپر اپنے شوہر یعنی زید کے ساتھ تھی۔ رات میں میرے سسر یعنی بکر نے مجھ کو نیچے بلایا۔ جب میں ان کے پاس گئی تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور بوسہ لیا۔ جب میں واپس آ کر اپنے شوہر زید سے بولی کہ آپ کے والد نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے تو میرا شوہر زید فوراً اپنے والد بکر کے پاس آیا اور بولا کیا آپ نے میرے بیوی کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ تو بکر فوراً قرآن اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا کہ اگر میں ایسا کیا ہوں تو۔

یہی حلفیہ بیان ان تینوں نے اپنے قومی ممبران جماعت کے سامنے دیا ہے۔ اس وقت ہندہ اپنے میکے میں ہے اور یہ چاہتی ہے کہ اپنے شوہر کے ساتھ الگ مکان میں رہے تو کیا شریعت ان کو ساتھ رہنے کی اجازت دیتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتیہ: تبسم مصطفیٰ

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں اگر ہندہ کی خبر سن کر زید نے اس کی تصدیق کر دی اور اسے تسلیم کر لیا تو اب ہندہ ہمیشہ کے لئے اپنے شوہر زید پر حرام ہو گئی۔ اب اس صورت میں زید پر واجب ہے کہ اپنی عورت سے متارکہ کرے۔ مثلاً یہ کہہ دے کہ میں نے اسے چھوڑا۔ اس کے بعد ہندہ عدت گزار کر کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے۔ ہندہ اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ ورنہ تین حیض آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھے گی۔ بعدہٗ کسی دوسرے سے نکاح کر لے۔ زید کے تسلیم وتصدیق کے بعد ہندہ کا اپنے شوہر زید کے ساتھ خواہ الگ مکان میں ہو یا دنیا کے کسی کونے میں کہیں بھی وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے۔ (ہکذا فی فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص ۵۸۴ و درمختار و فتاویٰ رضویہ)

هٰذَا مَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ مطابق ۲؍جولائی ۲۰۰۳ء

کتاب العدة

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟

زید کا نکاح ہندہ سے ہوااور دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ بعدہٗ ماہ فروری ۲۰۰۴ھ ؁ کوممبئی میں زید نے ہندہ کے والداوراپنے بہنوئی کی موجودگی میں کہاکہ تمہاری لڑکی کوطلاق دے رہاہوں۔ مذکوہ رشتہ داروں نے سمجھایامگرزیداپنی بات پراڑارہا۔دوسرے دن کافی لوگوں کی موجودگی میں میٹنگ ہوئی جس میں زید کے والداورکچھ سگے رشتہ دار بھی تھے۔سب کی موجودگی میں پھرزید سے ہندہ کے بارے میں سوال کیا گیازید نے پھروہی جملہ دہراتے ہوئے کہاکہ میں طلاق دے رہاہوں۔اس کے بعد مذکورہ لوگوں نے پھرایک بارسمجھایا۔لیکن زید نے اپنے قول کونہ بدلااورکہاکہ میں نہیں رکھوں گا،طلاق دے رہاہوں۔ پھراس کے بعدزید کی والدہ اپنے ہمراہ زید کولے کرملک یعنی اپنے گھرچلی آئی۔

۲۶/اپریل ۲۰۰۴ھ ؁ کوگھرپہونچتے ہی زیداپنی بیوی ہندہ سے کہاکہ اب ہماراتمھاراکوئی رشتہ نہیں ہے۔تم اپنے میکے چلی جاؤ۔ یہاں تک کہ ہندہ اپنے شوہرزید کاکپڑادھونے چلی توزید نے مارتے ہوئے کہاکہ ہماراتمھارارشتہ نہیں ہے اوراپنے دونوں بچوں کولے کرممبئی آنے لگاتوہندہ نے زید سے تحریری طلاق نامہ طلب کیا۔زید نے کہاکہ ممبئی پہونچ کرتمھارے والدکودےدوں گا۔

زیدممبئی پہونچ کر۶/اگست ۲۰۰۴ھ ؁ کوہندہ کے والدکوتحریری طلاق نامہ دیدیا۔اس کے بعد ہندہ کے والد نے ہندہ کانکاح سات اکتوبر ۲۰۰۴ھ ؁ کوبکر کے ساتھ کردیااوروقت نکاح ہندہ نے اقرارکیاکہ مجھے ماہ بماہ خون حیض آیاہے۔اوربکرجوہندہ کاشوہرثانی ہے،مسئلہ کی تحقیق ممبئی میں کئی عالموں سے کیااورخودنکاح خواں مولاناقمرالزماں نے نکاح ہندہ کوبکر کے ساتھ جائز بتایا۔لیکن نکاح ہونے کے ۵/دن بعدنکاح خواں مولاناقمرالزماں نے کہناشروع کیاکہ نکاح جائزنہیں تھااس لئے کہ ہندہ کی عدت پوری ہی نہیں ہوئی ہے۔ ہندہ کے والد نے جب قاضی مولاناقمرالزماں کے بیان کوسناتوکہاکہ خودمیں زید کوبلاکرلاتا ہوں آپ پوچھ لیں کہ اس نے طلاق کب دیاہےمگرمولانامذکورنے عدم فرصت کابہانہ بتاکردوسرے دن ممبئی چلے آئے۔

اورلڑکی کے گاؤں کے خطیب وامام حافظ اشفاق احمد جواس وقت اپنے گھرگئے ہوئے تھے جب گھر

سے واپس آئے تو ہندہ کے گاؤں گھر والوں نے مسئلہ کو سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ مولانا قمر الزماں نے نکاح ہندہ کو بکر کے ساتھ جائز بتا کر پڑھا بھی اور ۵؍دن کے بعد ناجائز بتا کر ممبئی چلے گئے۔اس وقت تک ہندہ کے والد گاؤں میں موجود تھے۔ یہاں تک کہ گاؤں کے امام حافظ اشفاق احمد بھی ۶/۵؍دن کے بعد ممبئی میں آگئے اور مولٰینا قمر الزماں سے ملاقات کی اور انہیں کی بات کی تائید کرتے ہوئے جو لوگ گاؤں کے ممبئی میں رہتے ہیں ان سے بتانا شروع کیا کہ ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ جائز نہیں ہے جبکہ ہندہ کے والد امام صاحب کے ممبئی آنے کے بعد وہ بھی ممبئی پہونچ گئے تھے۔

جب اس طرح کا بیان اپنے گاؤں کے امام سے لوگوں کے ذریعہ سنا تو ملاقات کرنے کے لئے امام صاحب سے کہا لیکن امام صاحب ٹال مٹول کر کے گاؤں واپس چلے آئے اور گاؤں کے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ ہندہ اور بکر دونوں کے لوگوں کو خوب بے عزت کیا اور انہیں برادری سے آزاد کر دیا۔ساتھ ہی ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں ان کو بھی آزاد کر دیا۔اب نہ ہندہ کے گھر اور نہ بکر کے گھر کھانا درست ہے نہ ان کا پیسہ درست ہے اور نہ ہی ان کے بچوں کو پڑھاؤں گا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ کا کیا حکم ہے؟ نیز نکاح خواں مولانا قمر الزماں کے قول وفعل کے مطابق عندالشرع کیا حکم ہے؟ اور خطیب وامام نے جو اس طرح نکاح خواں کی تائید کی ممبئی تا گاؤں اس طرح سے انتشار پیدا کیا تو کیا ایسے امام کی امامت درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں اور عندالناس مشکور ہوں۔

المستفتی: محمد علی

تار بازار، کرلا اندھیری روڈ، ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ برصدق مستفتی جب ہندہ مطلقہ کو کو ماہ فروری ۲۰۰۴ء کے بعد سے سات اکتوبر ۲۰۰۴ء کے اندر اندر تین کامل حیض آچکے تو عدت کامل ہوگئی۔اب یقیناً ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ صحیح ودرست ہے۔ جیسا کہ ہندہ کا اقرار بایں الفاظ مذکور ہے کہ مجھے ماہ بماہ خون حیض آیا ہے۔ مولانا قمر الزماں کا اسے ناجائز کہنا غیر مسموع ونامقبول بلکہ باطل ومردود ہے۔ نیز زمین وآسمان کے فرشتوں

کے لعنت کا سبب ہے۔

حضرت سیدنا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلٰئِكَةُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ“ (کنز العمال ج ر دہم ص ۱۱۱)

مولانا کو اپنے قول سے رجوع اور علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ یوں ہی حافظ اشفاق احمد کے مذکورہ افعال جو ہندہ اور بکر کے ساتھ اور ان کے رشتہ داروں سے متعلق ہیں، انتہائی قبیح وشنیع ہیں۔ وہ سخت گنہگار، حقوق اللہ وحقوق العباد میں گرفتار ہوئے۔ انہیں اعلانیہ توبہ واستغفار کے ساتھ ساتھ ان سارے لوگوں سے معافی مانگنا لازم وضروری ہے جن لوگوں کو ان کے قول وفعل سے اذیت وتکلیف پہونچی ہے۔ توبہ ومعافی مانگے بغیر ایسے شخص کو امام بنانا قطعی جائز نہیں اور نہ ہی ایسے کی امامت جائز ودرست بلکہ ایسے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اگر شخص مذکور توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اس کا بھی اہل محلّہ ویسے ہی بائیکاٹ کریں جیسا کہ اس نے ہندہ وبکر اور ان کے لواحقین کے ساتھ کیا ہے۔ (ہکذا فی کتب الفقہیۃ)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۱ ر ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۳ رجنوری ۲۰۱۵ء بروز دوشنبہ

الجواب صحیح عبدالجبار خان قادری

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی بیوی ہندہ کا چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا۔ زید کے کہنے کے مطابق اب زید اور دیگر گھر والے یہ کہتے ہیں کہ بچہ کسی اور کا ہے۔ جب ہندہ کو پوچھا گیا تو اس نے ایک آدمی کا نام بتایا کہ یہ بچہ اسی کا ہے۔ زید نے اس آدمی کو چھری سے ہاتھ پیر پر وار کر کے کافی زخمی کر دیا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اس بچہ سے پہلے دو بچے ہوئے ہیں یہ بچے بھی میرے نہیں ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ زید و ہندہ کا نکاح ٹوٹ گیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہے، یہ زنا ہے۔ میاں یا بیوی کے زنا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا گناہ بہر حال ہوگا۔

اب اس صورت میں نکاح ٹوٹا کہ نہیں؟ اور مولود شدہ بچہ کس کا کہلائے گا اور اس کی پرورش کون کرے گا؟ اور زید کا یہ کہنا کہ پہلے کے دونوں بچے میرے نہیں ہیں غلط ہے یا صحیح؟ از روئے شرع جواب

سے نوازیں کرم ہوگا۔ فقط والسلام

محمد آفتاب القادری رضوی
خطیب وامام رضا جامع مسجد لکشمی نگر گوریگاؤں ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

جب بچہ چھ ماہ میں پیدا ہوا تو وہ زید ہی کا مانا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے: ''اَلْوَلَدُ لِلْفَرَاشِ'' یعنی سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بچہ اسی کا ہے جس کا فراش یعنی (عورت جس کی منکوحہ یا کنیز ہو)۔ (فتاویٰ عالم گیری ص۴۸۲) میں ہے: ''اَکْثَرُ مُدَّةِ الْحَمَلِ سِنَتَانِ وَاَقَلُّ مَدَّةِ الْحَمَلِ سِتَّةُ اَشْهُرٍ کَذَافِی الْکَافِیْ'' اورفتاویٰ عالم گیری ہی میں ہے: ''اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ اِمْرَءَ ةً فَجَاءَ تْ بِالْوَلَدِ لِاَقَلِّ مِّنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ مُنْذُ تَزَوَّجَهَالَمْ یَثْبُتْ نَسَبُهٗ وَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ فَصَاعِدًا یَثْبُتُ نَسَبُهٗ کَذَافِی الْهِدَایَةِ''.

لہذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی بچہ زید ہی کا ہے۔ اس کا انکار بے سود ہے۔ نیز ہندہ کے اقرار زنا سے بھی بچے کے نسب پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ زید کے بیوی سے ملنے اور بچہ پیدا ہونے میں چھ ماہ کی مدت موجود ہے جیسا کہ سوال سے مفہوم ہے۔ اور نکاح ٹوٹنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

رہا مسئلہ پرورش کا تو پرورش ماں کرے گی یعنی ہندہ اور خرچہ زید یعنی باپ اٹھائے گا۔ اور پہلے کے دونوں بچے بھی یقیناً زید ہی کے ہیں۔ محض شبہ کی بنیاد پر وہ مفقود النسب نہ ہوں گے۔ البتہ ہندہ ارتکاب زنا کی بنیاد پر گنہگار ہے۔ اسے توبہ واستغفار لازم وضروری ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

مورخہ ۸/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۹/جنوری ۲۰۰۵ء بروز بدھ

کتاب النفقه

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟

آسیہ بیگم بنت عبد الجبار مرحوم کا نکاح محمد اسلم ابن محمد امین ہاشمی کرنیل گنج ضلع گونڈہ یوپی کے ساتھ ۱۹۹۱ء میں ہوا تھا۔ بعد نکاح محمد اسلم آسیہ بیگم کو لیکر ممبئی چلا آیا۔ ممبئی آنے کے بعد محمد اسلم آسیہ بیگم کے نان ونفقہ سے لا پرواہ ہوگیا۔ جب آسیہ بیگم جائز خرچ کا مطالبہ کرتی ہے تو اسلم کہتا ہے کہ تم خود محنت اور مزدوری کرو۔ آسیہ کے بار بار نان ونفقہ کے مطالبہ پر اسلم چڑھ گیا اور آسیہ بیگم کو اس کے میکے لے جا کر چھوڑ آیا۔ تقریباً ساڑھے چھ سال ہوگئے محمد اسلم کو آسیہ بیگم سے اور اس کے نان ونفقہ سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ جبکہ آسیہ بیگم کے پاس اس کی ایک بچی بھی ہے۔ صورت مسئولہ میں محمد اسلم پر کیا شرعی حکم لاگو ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

فقط والسلام

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں محمد اسلم پر اپنی عورت اور بچی کا نان ونفقہ واجب ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ اس کی ادائیگی کرے ورنہ سخت گنہگار، مستحق عذاب نار، حقوق العباد میں گرفتار ہوگا۔ محمد اسلم کو اس کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے۔ اگر ادائیگی کردیتا ہے تو ٹھیک ورنہ سارے مسلمان اور اہل محلّہ سب مل کر اس کا بائیکاٹ کریں جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی کسی بھی تقریب میں نہ تو شرکت کریں اور نہ ہی اسے اپنی کسی تقریب میں مدعو کریں۔ سلام، کلام، مصافحہ ومعانقہ غرضیکہ ہر طرح کا تعلق اس سے ختم کریں۔

نوٹ:۔ آسیہ بیگم اپنے نان ونفقہ کے سلسلہ میں حکام سے بلا چوں وچرا رجوع کرسکتی ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

الجوب صحیح شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

از کوثر بی شیخ سلیم بسم اللہ چال، پانچواں روڈ، سانتا کروز ممبئی
بخدمت مفتی منظور احمد یار علوی صاحب
صدر دار الافتاء دار العلوم اہل سنت برکاتیہ، گلشن نگر، جوگیشوری ممبئی

مسئلہ: جناب میں اپنے چند مسائل آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں برائے کرم دین وشریعت کی روشنی میں جوابات بتائیں تاکہ میں صحیح راہ پر عمل کرسکوں؟

جناب! آپ نے مجھے بتایا تھا کہ مہر وعدت کی رقم ادا کرنے کے بعد شوہر پر بیوی کا خرچ ادا کرنے کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ لیکن میرے شوہر مجھے اور میری بچی کو تقریباً ۶ ر سال پہلے چھوڑ کر چلے گئے اور ان چھ سالوں میں انہوں نے بیوی اور بچی کی کوئی ذمہ داری اور خرچ ادا نہیں کیا۔ چھ سال بعد انہوں نے (نومبر ۲۰۱۴ء) میں طلاق بائن کا نوٹس مہر وعدت کی رقم ادا کی ہے۔

(۱) آپ مجھے بتائیں کہ گزرے چھ سالوں کا خرچ ادا کرنے کے تعلق سے میرے شوہر پر کیا حکم ہے؟ کیا انہیں گزرے چھ سالوں کے اخراجات ادا کرنے ہوں گے یا نہیں؟

(۲) میں یہ بھی پوچھنا چاہتی ہوں کہ نکاح کے وقت میرا مہر دو ہزار سات سو چھیاسی روپئے طے ہوا تھا۔ لیکن کئی سالوں کے بعد طلاق دینے پر شوہر کو وہی رقم ادا کرنی ہوگی یا اس میں کچھ اضافہ کیا جا سکتا ہے؟ ماحول اور مہنگائی کو دیکھتے ہوئے میرے مسائل کے دینی جوابات دے کر مجھے شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

دعاؤں کی طلب گار: کوثر شیخ

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

محترمہ! چونکہ آپ نے پہلے استفتاء میں تین سوال قائم کیا تھا اس کا جواب آپ کو دیدیا گیا۔ رہا گزشتہ چھ سالوں کے اخراجات سے متعلق آپ نے سوال ہی قائم نہ کیا تو جواب کہاں سے دیا جائیگا۔ البتہ اس دوسرے استفتاء میں ذکر کیا ہے تو جواب یہ ہے:

(۱) گذشتہ چھ سالوں میں اگر آپ اپنی مرضی سے الگ رہ رہی تھیں اور شوہر راضی نہ تھا تو اس پر کچھ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور اگر وہ خود ہی چھوڑ کر چلا گیا ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو گذشتہ ان

سالوں کے اخراجات تا وقت طلاق مع مہر اور عدت کا خرچ آپ کے شوہر پر اس کی ادائیگی شرعاً واجب ہے۔

(۲) بوقت نکاح جو رقم بشکل مہر متعین ہوئی تھی وہی آپ کو ملے گی اس میں کسی بھی قسم کے اضافے کا مطالبہ سود سے تعبیر کیا جائیگا اور وہ شرعاً سود ہی ہوگا۔ اس لئے رقم معہود عند النکاح ہی آپ کو ملے گی۔

(ہکذا فی فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۶ / صفر المظفر ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰ / دسمبر ۲۰۱۴ء بروز سنیچر

باب الکفالۃ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟
ہندہ اور زید کی شادی دو سال قبل ہوئی تھی ان سے ایک لڑکا بھی تولد ہوا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بعد خلع لڑکا کس کے پاس رہے گا؟ نیز اس کے اخراجات کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت حافظ وقاری وکیل احمد صاحب قبلہ قادری
خطیب وامام جامع مسجد پوئیسر کاندیولی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....
صورت مسئولہ مستفسرہ میں لڑکا سات سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گا۔ اسی طرح لڑکی نو برس تک ماں کی پرورش میں رہے گی۔ جیسا کہ (بہار شریعت جلد اول ص ۱۴۳) پر مذکور ہے: "جس عورت کے لئے حق پرورش ہے اس کے پاس لڑکے کو اس وقت تک رہنے دیں کہ اب اسے اس کی حاجت نہ رہے یعنی اپنے آپ کھاتا پیتا پہنتا استنجاء کر لیتا ہو۔ اس کی مقدار سات برس کی عمر ہے۔ اور اگر عمر میں اختلاف ہو تو اگر یہ سب کام خود کر لیتا ہو تو اس کے پاس سے علیحدہ کر لیا جائے ورنہ نہیں۔ اخراجات کی ذمہ داری شوہر پر ہے۔

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی
۲۰ر صفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۵ر جنوری

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟
ماں کے انتقال کے بعد بچے کی پرورش کا حق کس کو ہے اور کب تک ہے؟ نیز اس کا خرچ کہاں سے پورا کیا جائے؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد امین پریتی بلڈنگ، ورسوا اندھیری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں اگر ماں فوت ہوگئی ہو یا پرورش کی اہل نہ ہو یا انکار کر دیا یا اجنبی سے نکاح کرلیا تو اب پرورش کا حق نانی کیلئے ہے۔نانی بھی نہ ہوتو نانی کی ماں۔اس کے بعد دادی پھر پردادی۔انہیں شرطوں کے ساتھ جو اوپر بیان ہوئیں۔پھر حقیقی سگی بہن پھر اخیافی بہن پھر سوتیلی بہن پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر خالہ یعنی ماں کی سگی بہن پھر ماں کی اخیافی بہن پھر ماں کی سوتیلی بہن پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر سگی بھتیجی پھر اخیافی بھائی کی بیٹی پھر سوتیلے بھائی کی بیٹی پھر اسی ترتیب سے پھوپھیاں پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ پھر ماں کی پھوپھیاں پھر باپ کی پھوپھیاں ان سب میں بھی وہی ترتیب ہے۔

جس عورت کے لئے پرورش کا حق ہے اس کے پاس لڑکے کو اس وقت تک رہنے دیں جب تک اسے اس کی ضرورت ہو۔یعنی اپنے آپ کھانے، پینے، پہننے، استنجاء کرنے کے لائق نہ ہو جائے۔اور یہ زمانہ لڑکے کے لئے سات برس کا ہے۔اور لڑکی اسوقت تک عورت کی پرورش میں رہے گی جب تک کہ حد شہوت کو پہونچ نہ جائے۔اس کا زمانہ نو برس کی عمر ہے۔اور ان دونوں کا خرچ اگر ان کے پاس مال ہے (یعنی لڑکا لڑکی) تو اس مال سے دئے جائیں ورنہ باپ اگر موجود ہے تو اس سے لئے جائیں گے۔پھر لڑکا سات برس کے بعد بالغ ہونے تک اور لڑکی نو برس کی عمر کے بعد سے جب تک کنواری ہے، باپ، داد، بھائی یا اور کسی ولی کے پاس رہیں گے۔مذکورہ بالا چیزوں کی رعایت ہونے پر اگر باپ لینے سے انکار کرے تو جبراً اس کے سپرد کیا جائے گا۔(بحوالہ ردالمحتار، درمختار، ہندیہ، بہار شریعت)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

الجواب صحیح شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

کتاب الاضاحی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں؟

زید کا انتقال ہوگیا، زید کے داماد بکر، زید کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی طرف سے اور بکر کی بیوی ہندہ اپنی ماں کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتی ہے۔ تو کیا زید اور زید کی بیوی پر قربانی واجب ہے حج بدل کی وجہ سے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد عثمان بدرا

خدیجہ منزل، بہرام باغ، جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

اگر بکر اور اس کی بیوی ایام قربانی میں شرعی مسافر ہوں تو ان پر اپنی طرف سے قربانی واجب نہیں ہوگی۔ البتہ اگر مکہ شریف میں پہونچنے کے بعد ایام حج یعنی (روانگی منیٰ) تک پندرہ دن کا قیام ثابت ہو تو ان دونوں پر بھی قربانی واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ یاد رہے حج کی وجہ سے قربانی کا وجوب ساقط نہیں ہوتا۔ وہاں ایام حج میں جو قربانی ہوتی ہے وہ حج کے شکرانے کی قربانی ہوتی ہے جس سے صاحب نصاب کی قربانی ساقط نہیں ہوتی۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر بکر اور اس کی بیوی ایام حج میں شرعی مسافر ہوں تو صرف ایک قربانی کریں گے حج کے شکرانے کی اور اگر شرعی مسافر اسوقت نہیں ہیں تو ان پر دو قربانیاں واجب ہوں گی ایک حج کے شکرانے کی اور ایک اپنی طرف سے صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۰/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۲/ نومبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات

کتاب الاجارہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟

ایک جگہ ہے جسے ہم بینک کو کرایہ پر دینا چاہتے ہیں۔تو کیا بینک کو کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟از روئے شرع کیا حکم ہے؟ مدلل وضاحت فرمائیں؟ عنایت ہوگی۔

المستفتی: محمد یوسف موتی لال نگر گوریگاؤں ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں وہ جگہ کرایہ پر دی جاسکتی ہے۔نہ کرایہ پر دینا حرام نہ کرایہ لینا حرام اور نہ ہی اجارہ کے صحت میں کوئی کلام۔کفار وفساق وفجار مکان کرایہ پر لیتے ہیں اس میں بود و باش کرتے ہیں، کافر اس میں کفر کرتا ہے، پوجا پاٹ کرتا ہے، کلمات کفر بکتا ہے، فساق وفجار شراب پیتے ہیں، بناتے ہیں، بیچتے ہیں، زنا وغنا ہوتا ہے۔ان سب کا وبال ان پر ہے۔مکان والے پر اس کا الزام نہیں ہوگا۔اس نے مکان اس لئے نہیں دیا ہے کہ کافر اس میں کفر کرے اور فاسق وفاجر اس میں فسق وفجور۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:'' اِسْتَاجَرَ الذِّمِّيُّ دَارًامِّنْ مُسْلِمٍ لِيَسْكُنَهَا لَابَاسَ بِهٖ وَاِنْ شَرِبَ فِيْهِ الْخَمْرُ اَوْ عَبَّدَ الصَّلِيْبَ لَايَاثِمُ الْمُسْلِمُ بِهٖ'' بلکہ اسی میں ہے:'' اِذَا آجَرَمَنْزِلَهٗ لِيَتَّخِذَهٗ بِيْعَةً اَوْ كَنِيْسَةً اَوْ بَيْتَ نَارٍيَطِيْبُ لَهٗ''(ہکذا فی فتاویٰ مصطفویہ ص/۴۶۹)۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۷/ذو الحجۃ الحرام ۱۴۲۴ھ مطابق ۹/فروری ۲۰۰۴ء بروز پیر

کتاب الخیانت

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

مسجد کی آٹھ بیگھہ زمین تھی اور خالد نے زید کو وصیت کی تھی کہ اس آٹھ بیگھہ زمین سے مسجد کی دیکھ بھال کرنا۔اور زید نے ایسا نہیں کیا یہانتک کہ مسجد میں کبھی کبھی چراغ بھی نہیں جلتا اور مقررہ وقت پہ اذان بھی نہیں ہوتی۔زیداس آٹھ بیگھہ زمین میں سے کچھ فروخت کر کے اپنی ضروریات کو پورا کرتا ہے یہانتک کہ اپنی لڑکی کی شادی کے اخراجات کو مسجد کی زمین کی رقم سے پورا کرتا ہے۔لہٰذا زید کیلئے مسجد کی زمین کو فروخت کر کے اس کی رقم سے اپنی ضروریات کو پورا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ عین نوزش ہوگی۔

المستفتی: محمد ثناءاللہ قادری

متعلم دارالعلوم برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق و الصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی زید خائن، غاصب، سخت گنہگار، مستحق عذاب نار، باعث غضب جبار ہے۔زید بموجب فرمان نبیٔ کریم ﷺ نفاق پسند ہے۔اس لئے کہ خیانت علامات نفاق سے ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف جلد اول ص۲۵۴ میں حضرت سعید ابن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًافَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ“ (متفق علیہ) یعنی جس شخص نے زمین ایک بالشت کے مقدار ظلماً لے لیا ہوتو وہ قیامت کے روز سات طبق زمین کا طوق پہنایا جائے گا۔یہ تو عام زمینوں کے لے لینے کی بات ہے چہ جائے کہ مسجد کی زمین کو غصب کیا جائے۔

لہٰذا زید کو چاہئے تھا کہ مسجد کی پوری زمین مسجد ہی کے حق میں باقی رکھ کر اس سے ہونے والی آمدنی سے مسجد کی دیکھ بھال کرتا اور زید نے ایسا نہیں کیا۔لہٰذا زید کا یہ فعل یعنی بیچ کر اپنے مصارف میں لانا انتہائی قبیح وشنیع، سخت ناجائز وحرام ہے۔زید کو چاہئے کہ مسجد کی پوری زمین وہ مسلمانوں کے حوالے کر

دے اور جو نیچ کر شادی کیا ہے اسے بھی ادا کرے ورنہ سارے مسلمان مل کر اس کا بائیکاٹ کریں۔ نہ خود اس کی کسی تقریب میں شریک ہوں اور نہ ہی اسے اپنی کسی تقریب میں مدعو کریں۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیُ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحُکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۲۰۰۳ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

مرحوم حاجی محمد رشید صاحب نے دو بینکوں میں رقم جمع کیا تھا۔ایک میں تقریباً پانچ لاکھ روپئے نقدی ہے اور دوسرے میں تقریباً پانچ لاکھ کا سونا۔ بینک کے دستور کے مطابق نومنی (Nominee) میں اپنے لڑکوں میں سے کسی کے نام کے بجائے اپنے کسی عزیز کا نام لکھایا تھا۔اس عزیز کا کہنا ہے کہ مرحوم حاجی محمد رشید کی جمع شدہ رقم دین کے کام میں خرچ ہو۔ چونکہ وہ دین کے کام سے جڑے رہے اس لئے انہوں نے نومنی (Nominee) میں میرا نام لکھایا تھا۔لیکن کسی قسم کی کوئی تحریری وصیت نہیں ہے صرف زبانی بات ہے۔حالانکہ مرحوم کے وارثین میں سے چار بیٹے اور ایک بیٹی موجود ہیں۔

محمد رئیس شیخ موتی لال نگر ۲ گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں جیسا کہ سائل نے تحریر کیا ہے اگر واقعی ایسا ہے تو مرحوم حاجی محمد رشید کی بینک میں جمع شدہ رقم وسونا مرحوم کے وارثین کا حق وراثت ہے۔

بینک کے دستور کے مطابق نومنی (Nominee) میں جس عزیز کا نام لکھا ہے، اس کے لئے حکم شرع ہے کہ خدا اور رسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) کا خوف رکھتے ہوئے بینک میں جمع کی گئی رقم وسونا نکال کر مرحوم کے وارثین کے حوالے کر دے۔ کیونکہ وہ اس کے پاس امانت ہے۔اور امانت کی ادائیگی کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا'' (پارہ ۵ / رکوع ۵ / آیت ۵۸)۔اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ امانت جس کی ہو اسے دیدو۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: ''وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ'' (پارہ ۱۸ / رکوع ۱ / آیت ۸ /)۔اور فلاح پانے والے وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرتے ہیں ۔اور فرماتا ہے: ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ'' اے ایمان والو! اللہ و رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت کرو۔

حدیث صحیح میں ہے کہ منافق کی علامت یہ ہے کہ جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِىْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۳ / شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۳ / جون ۲۰۱۳ء

کتاب التصاویر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟

مسجد میں یا گھروں میں سی، سی کیمرہ لگانا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے بچپن میں علماء کرام کا کہنا تھا کہ ٹیلی ویزن دیکھنا حرام ہے۔ تو کیمرہ بھی فوٹو کھینچتا ہے پھر ہم اس کو ٹیلی ویزن پر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد آصف مزمل خان
بھگت سنگھ نگر گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

فوٹو کھینچنا اور کھینچوانا دونوں اشد حرام ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً عِنْدَاللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ'' (بخاری مسلم) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ خدائے تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا جو جاندار کی تصویر بناتے ہیں۔

لہذا تصویر سازی سے اجتناب کیا جائے اور اللہ کے عتاب وعذاب سے بچا جائے۔ ہاں دور حاضر میں علمائے کرام نے ملکی ضرورت کے پیش نظر اور حج فرض کے لئے فوٹو بنوانے کی رخصت ضرور دی ہے مگر اس رخصت کو مطلقاً جواز کے زمرہ میں شامل کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ لہٰذا گھر یا مساجد میں سی، سی کیمرہ لگانا جائز نہیں ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۶/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۱/نومبر ۲۰۱۳ء بروز جمعرات

کتاب الوصایا

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟

(۱) زید کی دو بیویاں تھیں ہندہ اور خالدہ۔ ہندہ سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں موجود ہیں اور خالدہ سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ ہندہ کے انتقال کے بعد زید نے وصیت کردی (بشکل رجسٹری) کہ میری جائداد کی مالک میری بیوی خالدہ ہے۔ بچوں کو کچھ نہیں دیا۔ اس کے بعد خالدہ نے ہندہ کی لڑکی کے لڑکے کو یعنی نواسے کو گود لیا اور انتقال سے پہلے وصیت کردی کہ میری ملکیت کا مالک میرا یہ نواسہ ہے۔

جواب طلب یہ ہے کہ کیا زید اور خالدہ کا اس طرح کی وصیت کرنا درست ہے یا نہیں؟ نیز زید کے بچوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ اور اگر ملے گا تو کتنا کتنا ملے گا؟ اگر زید نے اپنی بیوی کو کل جائداد ہبہ کر دیا ہے تو کیا حکم ہے؟

(۲) وصیت و ہبہ کی تعریف فرمائیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں؟ نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

المستفتی: ڈاکٹر محمد آصف خان گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

(۱) زید اور خالدہ کا کل مال کی وصیت کرنا عندالشرع درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ توریث ورثہ بحکم شریعت ہے۔ مورث کو وراثت باطل کرنے یا اسے کسی چیز پر معلق کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ (هٰكَذَا قَالَ الْإِمَامُ اَحْمَدُ رَضَاالْبَرَيْلَوِیُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ رَبُّهُ الْقَوِیُّ فِی الْجُزْءِ الْحَادِیْ عَشَرَ مِنَ الْفَتَاوٰی الرَّضْوِيَّةِ) یہاں تک کہ وارث بھی اپنے حق ارث سے دستبردار نہیں ہوسکتا۔

لہذا ماں باپ اپنے کسی بیٹا یا بیٹی کو وراثت سے محروم نہیں کر سکتے۔ زید اور خالدہ کا یہ کہنا کہ ہم نے صرف فلاں کو اپنے مال کا وارث بنایا یا فلاں کو وراثت سے محروم کیا یہ لغو ہے۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ باپ کا

اولاد کو اپنی میراث سے محروم کرنا وہ اگر یوں ہو کہ زبان سے لاکھ بار کہے کہ ہم نے اسے محروم الارث کر دیا یا میرے مال سے اسے کچھ حصہ نہ ملے گا یا خیال جہال کا وہ لفظ بے اصل کہ میں نے اسے عاق کیا یا بذریعہ رجسٹری اپنے کل مال کا فلاں کو وارث بنایا یا کسی غیر کے ملنے کی وصیت کی۔ ایسی ہزار تدبیریں ہوں کچھ کارگر نہیں اور نہ وارث ان حرکات وکلمات کے بنا پر محروم الارث ہو سکے گا۔

اس لئے کہ میراث مقرر کردۂ رب العزت ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہوسکتا ہے۔ ''قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِ كُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ'' (سورہ نساء آیت میراث)۔اشباہ میں ہے: ''لَوْقَالَ الْوَارِثُ تَرَكْتُ حَقِّي لَمْ يَبْطُلْ حَقُّهٗ'' غرض بالقصد محروم کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ ہاں اگر واہب حالت صحت میں یعنی (مرض الموت سے قبل) اپنا مال اپنی ملک سے زائل کر دے اور موہوب لہ قبضہ بھی پالے تو وارث کچھ نہ پائے گا کہ جب ترکہ ہی نہیں تو میراث کہاں سے جاری ہو۔ مگر اس قصدنا پاک سے جو فعل کرے گا عنداللہ وعندالرسول گنہگار وماخوذ رہے گا۔ حدیث شریف میں ہے: '' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ فَرَّ مِنْ مِيْرَاثِ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ'' جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہونچنے سے مانع ہو روز قیامت اللہ اس کی میراث جنت سے قطع فرما دے گا۔ رواہ ابن ماجہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۳۲۵)

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی زید کی تجہیز و تکفین کے بعد اس کے قرض ادا کئے جائیں گے۔ پھر بچے ہوئے مال کے تہائی سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی، اگر اس نے وصیت کی ہے۔ بعدہٗ، زید کے انتقال کے بعد اگر اس کے پاس ورثہ میں بیوی ایک لڑکا اور دولڑکیاں ہیں تو اس کی متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے کلِ مال کے ۳۲ر حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے بیوی کو ۴ر حصے اور بیٹا کو ۱۴ر حصے اور دونوں لڑکیوں کو ۷/۷ر حصے ملیں گے۔

(۲) 'وصیت' مال کے تہائی میں وصیت جاری ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ میں وصیت عندالشرع درست نہیں۔ جیسا کہ قدوری کتاب الوصایا میں آیا ہوا ہے: ''وَلَا يَجُوْزُ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ'' مگر یہ کہ ورثہ ثلث مال سے زیادہ میں وصیت جاری کرنے پر راضی ہوں۔

'ہبہ' کسی آدمی کا مرض الموت سے قبل اپنی جائداد کو کسی کی ملکیت میں دیدینا اور اس کا اسی وقت قبضہ پالینا ہبہ کہلاتا ہے۔

لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَایَجُوْزُ الْهِبَةُ اِلَّا مَقْبُوْضَةً اَیْ لَا یَثْبُتُ الْمِلْکُ اِلَّا بَعْدَ الْقَبْضِ.

اور بحرالرائق میں بھی ایسے ہی ہے:''لِاَنَّهٗ لَابُدَّ مِنَ الْقَبْضِ فِی الْهِبَةِ لِثُبُوْتِ الْمِلْکِ''.

نوٹ: رہا خالدہ کے ترکہ کے تقسیم کا مسئلہ تو اس سوال میں خالدہ کے ورثہ کا ذکر نہیں آیا ہے اس لئے اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلے ورثہ متعین کیجئے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۴؍صفر المظفر ۱۴۲۶ھ مطابق ۴؍اپریل ۲۰۰۵ء بروز دوشنبہ

مکرمی جناب مفتی صاحب خطیب وامام ورسوادرگاہ مسجد السلام علیکم

مسئلہ: گزارش یہ ہے کہ میں غنی فقیر محمد ضلع تھانہ یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میرا ایک گھر جس میں میں رہتا ہوں، مجھے اس کو بیچ کر اپنے وطن شفٹ ہونا ہے۔ جس کی قیمت تقریباً بارہ لاکھ ۱۲۰۰۰۰۰؍ روپئے ہے۔

(۱) میری پہلی بیوی سے مجھ کو دو لڑکی اور ایک لڑکا ہے مجھے اس کو حصہ دینا ہے یا نہیں؟

(۲) میں نے دوسری شادی کی اس عورت کو پہلے گھر والے کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے ان لوگوں کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

(۳) اِس عورت سے مجھ کو تین لڑکی اور ایک لڑکا ہوا جس میں سے ایک لڑکی ہندو کے ساتھ چلی گئی اس کو حصہ دینا ہے یا نہیں؟ اور ایک لڑکی مر چکی ہے اس کا لڑکا ہے اس کو حصہ دینا ہے یا نہیں؟ بارہ لاکھ میں کس کس کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

جاننا چاہیئے کہ وراثت کا قانون آدمی کے انتقال کے بعد نافذ ہوتا ہے۔ پہلے سے حیات کے اندر وارثوں کا کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ ہی وارثوں کے لئے وصیت ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:''لَاوَصِیَّةَ لِوَارِثٍ.

لہٰذا موجودہ مکان جس کی قیمت تقریباً بارہ لاکھ روپئے ہے وہ غنی فقیر محمد صاحب کی ملکیت ہے وہی اس کے مالک ہیں جس کی تقسیم بشکل میراث اس وقت نہیں ہوسکتی۔

رہا بعد انتقال تو موقع پر جتنے ورثہ موجود ہوں گے وہ ان کے ترکہ سے حصہ پائیں گے۔اس وقت اس کی تعیین نہیں ہوسکتی۔ہاں غنی فقیر محمد صاحب اگر اپنی حیات کے اندر اپنی جائداد تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو وہ ہبہ کی صورت ہوگی۔دریں صورت وہ جسے جتنا چاہیں کمی بیشی کے ساتھ دے سکتے ہیں۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۶؍ربیع الغوث ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۷؍جنوری ۲۰۱۵ء بروز سنیچر

کتاب التدفین

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟
ایک قبرستان قبروں سے پر ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں پرانی قبر کو کھود کر دوبارہ اس میں دوسرا مردہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں؟
المستفتی۔محمود احمد ٹیلر گلشن نگر جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں چند باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ضرورۃً پرانی قبر کو کھود کر اس میں دوسرے مردے کو دفن کرنا جائز ہے:

(۱) جبکہ اس قبرستان سے متصل کوئی دوسرا قبرستان نہ ہو۔
(۲) مذکورہ پورے قبرستان میں علاوہ قبروں کے کوئی خالی جگہ نہ ہو۔
(۳) قبر جدید کھودنے میں نہ آرہی ہو کہ مدفون کے اعضاء واجزاء دیکھنے میں آئیں۔

پیشوائے امت مجدد دین وملت حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۱۰۴ (مطبوعہ رضا آفسیٹ ممبئی) کے اندر ارشاد فرماتے ہیں فتح القدیر کے حوالہ سے کہ ”**لَایُدْفَنُ اِثْنَانَ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ اِلَّا لِضَرُوْرَۃٍ وَلَایُحْفَرُ قَبْرٌ لِدَفْنِ آخَرَ اِلَّااِنْ بَلٰی الْاَوَّلُ فَلَمْ یَبْقَ لَہٗ عَظْمٌ اِلٰی آخِرِہٖ**“
یعنی بلا مجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں۔نہ بلا مجبوری دوسرے کے دفن کے لئے قبر کھودنے کی اجازت۔مگر جبکہ پہلا بالکل خاک ہوگیا ہو اس کی کوئی ہڈی تک نہ رہ گئی ہو۔
اور حضرت علامہ امام محمد ابن امیر الحاج کا قول حلیہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں: ”**یُکْرَہُ اَنْ یُّدْفَنَ فِی الْقَبْرِ الْوَاحِدِ اِلَّا بَالضَّرُوْرَۃِ الخ**“ یعنی بلا مجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں اور (ص۱۰۶) پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے رسالہ اہلاک الوہابیین سے ثابت ہے کہ میت اگرچہ خاک ہو گئی ہو بلا ضرورت شدیدہ اس کی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا جائز نہیں۔

لہٰذا ضرورت شدیدہ کے پیش نظر مذکورہ بالا باتوں کی رعایت سے ایک قبر کا کھود کر اس میں دوسرے کو دفن کیا جاسکتا ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

الجواب صحیح شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

ورسوا مسلم قبرستان اندھیری ویسٹ میں تقریباً آٹھ مہینے پہلے ایک عورت کی تدفین عمل میں آئی تھی۔اب اس خاتون میت کا ڈی،این،اے ٹیسٹ لینے کے لئے محکمۂ پولیس کا اصرار ہے۔پولیس لاش کو مذکورہ ٹیسٹ کے لئے قبر کھود کر نکالنا چاہتی ہے۔اسلامی نقطۂ نظر سے قبر کھود کر لاش نکالنے کی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

المستفتی: ورسوا مسلم قبرستان ٹرسٹ اندھیری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں ڈی،این،اے ٹیسٹ یعنی موت کی وجہ جاننے کے لئے میت کی قبر کو کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔اس لئے کہ موت کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے اور وجہ جاننے کے لئے قبر کا کھولنا ضرورت شرعیہ سے بھی نہیں ہے۔جیسا کہ (فتاویٰ رضویہ شریف جلد چہارم ص ۱۱۶) میں ہے:"ایں حرام است بعد از دفن کشودن حلال نیست"۔یعنی یہ حرام ہے۔دفن کے بعد قبر کا کھولنا حلال نہیں ہے۔نیز اس میں ایذائے میت بھی ہے جو اشد حرام ہے۔حدیث شریف میں ہے:"اِنّ الْمَيِّتَ يَتَاذّٰى مِمَّا يَتَاذّٰى مِنْهُ الْحَيُّ" (بحوالہ فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۳)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۹/شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۹/جون ۲۰۱۳ء بروز سنیچر

کتاب الھبہ

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟
ایک عورت جوکہ باکرہ یعنی (غیر شادی شدہ) ہے۔اس نے اپنی ایک بہن کے فرزند کو گودلیا۔یہ کل چار بہنیں اور چار بھائی ہیں۔جن میں سے ایک بہن اور دو بھائیوں کا انتقال مذکورہ عورت کی حیات ہی میں ہوگیا۔وہ عورت اپنی کل جائداد اسی گود لئے ہوئے بچے کو کو ہبہ کرنا چاہتی ہے۔ان کا ایسا کرنا درست ہے یانہیں؟اور ہبہ نہ کرنے کی صورت میں اس کے انتقال کے بعد جو وارثین ہیں ان کے درمیان ترکہ کس طرح تقسیم کیاجائے گا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی :عبدالغنی ۷/ بنگلہ، ورسوا، اندھیری ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....
صورت مسئولہ میں عورت مرض الموت سے قبل گود لئے ہوئے فرزند کو کل مال ہبہ کرسکتی ہے بشرطیکہ وہ فرزند اس پر قبضہ بھی پالے۔جیساکہ (فتاویٰ عالم گیری جلد ہفتم ص ۳۸۸/) میں ہے کہ ’’اِنْ وَهَبَ مَالَهُ كُلَّهُ لِوَاحِدٍ جَازَ قَضَاءً‘‘ اوراگر ہبہ نہ کیا تو بعد انتقال اس کے ورثہ میں علیٰ سبیل الارث ترکہ تقسیم ہوگا جس کی تعیین قبل از وقت نہیں ہوسکتی۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهُ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۸/رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۸/اپریل ۲۰۱۵ء بروز منگل

مکرمی مفتی منظور احمد صاحب قبلہ یار علوی السلام علیکم

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟
مرحوم حاجی عبدالکریم صاحب جن کے پاس دو بیویاں تھیں۔پہلی بیوی سے ایک لڑکا محمد عزیزاور دوسری بیوی سے دولڑکیاں میناز، شہناز ہیں۔پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا۔مرحوم نے اپنی حیات ہی میں محمد عزیز لڑکے کو ایک الگ مکان دلوا دیا تھا اور خود دوسرے خود کے مکان میں رہتے تھے اور اس مکان سے

متعلق ایک تحریر مرتب کی جس میں یہ لکھا ہے کہ میں موجودہ مکان اپنی دوسری بیوی صفیہ بیگم جو حیات ہیں کو دے رہا ہوں اس میں کسی کا کوئی حق نہ ہوگا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس دوسرے مکان میں لڑکا یا اور کسی کا حصہ ہوتا ہے یا کہ یہ صرف ان کی دوسری بیوی صفیہ بیگم جو حیات ہیں ان کی ہی ملکیت قرار پائیگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: نیاز احمد خان ممبئی سینٹرل ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ مستفسرہ میں برصدق مستفتی مرحوم ہارون عبدالکریم کا مکان جو کہ انہوں نے اپنی حیات (قبل مرض الموت) میں اپنی بیوی صفیہ بیگم کو دے دیا تھا اور صفیہ بیگم نے اس پر قبضہ بھی پالیا تھا تو یہ ہبہ ہے۔اب اس مکان پر محمد عزیر یا اور کسی کا ہرگز ہرگز حق نہ ہوگا۔وہ صرف اور صرف صفیہ بیگم کی ملکیت ہے۔جیسا کہ مرحوم نے اپنی حیات میں اپنے لڑکے محمد عزیر کو الگ ایک مکان دلوادیا تھا جو محمد عزیر ہی کی ملکیت قرار پائے گی۔

بحرالرائق (ص/۲۸۸) میں ہے کہ ''اِنْ وَهَبَ مَالَهُ كُلَّهُ لِوَاحِدٍ جَازَ قَضَاءً وَهُوَ آثِمٌ'' اب اگر صفیہ بیگم چاہیں تو وہ بھی اپنی اولاد مینا ز، شہناز کو ہبہ کر کے مالک بنادیں۔یا پھر بعد انتقال ان کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۴/ربیع الاول شریف ۱۴۳۰ھ مطابق ۲/مارچ ۲۰۰۹ء بروز پیر

جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

مسئلہ: شریعت کی رو سے پراپرٹی کا خلاصہ؟

ایک دادی ماں کے پانچ پوتے ہیں۔دادی کی ایک دوکان ہے جسے دادی نے اپنی حیات میں یعنی ۱۹۷۶ء میں وہ دوکان اپنے بڑے پوتے کے نام کردی۔تب سے وہ دوکان بڑے پوتے کے قبضہ میں ہے۔

اب باقی کے چار پوتوں کا کہنا ہے کہ اس دوکان میں ان کا بھی حق ہے۔لہٰذا آپ شریعت محمدیہ کے مطابق اس مسئلے کا حل لکھ کر دیں؟ مہربانی ہوگی۔

والسلام

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں دادی ماں نے اپنے جس پوتے کو دوکان کا مالک اپنی حیات ہی میں بنا دیا تھا اوراس پوتے نے اس پر قبضہ بھی پالیا تھا تو یہ صورت ہبہ کی ہوئی اور ہبہ بعد قبضہ تام ہو جاتا ہے۔جیسا کہ (بحرالرائق جلد ہفتم ص/۳۸۸) پر ہے''اِنْ وَهَبَ مَالَهٗ كُلَّهٗ لِوَاحِدٍ جَازَ قَضَاءً وھوآثم اھ''اس لئے وہ دوکان صرف اورصرف بڑے پوتے کی ہے جس میں اورکسی کا کوئی حصہ شرعاً نہیں ہوگا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظوراحمد یارعلوی غفرلہ القوی۔

۲۵/ذوالحجۃ ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۰/اکتوبر ۲۰۱۵ء

کتاب المیر اث

عالی جاہ عالی مرتبت حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق؟

زید و ہندہ کا انتقال ہو چکا ہے اوران کے چار بیٹے ہیں خالد، بکر، حامد، محمود۔ بڑا لڑکا خالد مرحومین کی حیات ہی سے بغیر بٹوارہ کے الگ ذاتی مکان بنوا کر رہتا ہے اور سب سے چھوٹے لڑکے کو سسرال سے عارضی طور سے مکان ملا ہے اور بکر اور حامد مرحومین کے ساتھ رہتے تھے۔ اب زید و ہندہ کے وصال کے بعد ان کی جائداد کیسے تقسیم ہوگی؟ اور کیا خالد کی جائداد یا مکان سے تینوں کو حصہ ملنا چاہئے یا نہیں اور ملنا چاہئے تو کتنا اور کیسے؟ اور مرحومین کی دو لڑکیاں بھی ہیں جو کہ شادی شدہ ہیں، اپنے بال بچوں کے ساتھ آرام سے رہتی ہیں، کیا ان کا بھی حق ہے؟ اگر ہے تو کتنا؟

اور اگر خالد حصہ دینے سے انکار کرے تو عند اللہ عز وجل وعند الرسول ﷺ کیا حکم نافذ ہوگا؟

بالتفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد عبداللہ برکاتی

خادم دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ جوگیشوری ممبئی

مورخہ ۲۹؍ اگست ۲۰۰۲ء بروز جمعرات

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون (قرض) ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيْرَاثُ فَيُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِيٰ

بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسِّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اھ ملخصاً"

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین کل مال کے دس حصّے کیئے جائینگے دو دو حصّہ لڑکوں کو اور ایک ایک حصّہ لڑکیوں کو ملے گا۔

"قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِ کُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ" (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/ آیت میراث)۔ اور لڑکیاں شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ کبھی محروم نہیں ہوتی ہیں۔ والدین کے ترکہ میں ان کا حصّہ بچوں سے نصف مقرر ہے۔ جیسا کہ اوپر کی تقسیم سے ظاہر ہے۔

نوٹ: خالد کی ذاتی ملکیت میں اس کے بھائیوں، بہنوں کا کوئی حصّہ نہیں ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

الجواب صحیح شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

محترم حضرت مفتی صاحب قبلہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام مسنون

مسئلہ: بعدہ گذارش ہے کہ گھر کے کل افراد والد والدہ چار بہنیں دو بھائی ہیں۔ بڑے بھائی کا انتقال والد صاحب کی حیات میں ہو چکا ہے اور اس کے بعد والد کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب ورثہ میں والدہ چار بہنیں شادی شدہ، ایک بھائی شادی شدہ، باحیات ہیں۔ والد کی میراث میں ایک ہاسٹل اور گھر جس میں بھائی کی فیملی اور والدہ رہتی ہیں، وہ چھوڑ گئے ہیں۔ بھائی کا کہنا ہے کہ والد کا کہنا تھا کہ بیٹیوں کو جو جہیز دیا تھا ان کا حق ادا ہو گیا۔ جبکہ جہیز میں کوئی جائیداد یا رقم نہیں دی گئی تھی۔ عام طور سے جو چیزیں دی جاتی ہیں مثلاً زیور فرنیچر وغیرہ وہ بھی حالات کے حساب سے کسی کا کم کسی کا زیادہ۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ شرعی طور سے اب ہمارا حق میراث میں ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کس کا کتنا حق بنتا ہے؟

کیا شرعی طور سے اپنی حیات میں والد کو وصیت کرنے کا حق ہے؟ والد کے انتقال کے کچھ مہینے بعد کاروبار و ہاسٹل کے کاغذات پر بھائی نے جذباتی ماحول میں ہم بہنوں سے دستخط کروا کر کاروبار کو اپنے حق

میں کرلیا اور اب وہ اس بات پر اکڑا ہے کہ گھر کے کاغذات پر بھی میرے حق میں دستخط کردیں یہ کہاں تک جائز ہے؟

لہٰذا حضور والا سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟ عین کرم ہوگا۔

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون (قرض) ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:’’اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُ أَوَّلًا بِجِهَازِهِ وَكَفَنِهِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقَى بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّا اَنْ يُجِيزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً‘‘

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین مرحوم کی کل جائداد متروکہ کا آٹھواں حصّہ ان کی بیوی کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:’’فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ‘‘ (سورہ نساء آیت ۱۲؍) بعدہٗ مابقی سات ۷؍حصّوں کے کل چھ حصّے کئے جائیں گے جس میں سے مرحوم کے لڑکے کو دو حصّہ ملے گا اور مرحوم کے لڑکیوں کو ایک ایک حصّہ ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:’’يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ‘‘ (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۲؍آیت میراث)۔مرحوم کی حیات میں جس لڑکے کا انتقال ہوگیا تھا اس کا شرعاً کوئی حصّہ نہیں ہوتا ہے۔البتہ اس مرحوم لڑکے کے اگر اولاد ہوں اور ورثہ کچھ بطور صلہ رحمی دیدیں تو بہت ثواب پائیں گے۔

مرحوم کے موجودہ لڑکے کا ہاسٹل، گھر وغیرہ پر تنہا قبضہ کرلینا اور اپنے حق میں کرلینا شرعاً جائز نہیں

ہے۔میت کا اپنی حیات میں غیر ورثہ کے لئے ثلثِ مال میں وصیت کرنا درست ہے۔ ورثہ کے لئے وصیت درست نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ'' (مشکوٰۃ ص/۵۵۶)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۵/ جمادیٰ الاخریٰ ۱۴۳۶ھ مطابق ۵/ اپریل ۲۰۱۵ء بروز اتوار

حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی والنورانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے اسلام درج ذیل مسئلہ کے متعلق؟

مرحوم شمیم احمد سکندر پٹھان کا سات سال قبل انتقال ہو گیا انہوں نے اپنے پیچھے ا/ فرزند شغف اور چار شادی شدہ لڑکیاں اور ایک اہلیہ چھوڑا۔ جائداد میں ایک فلیٹ ہے جس میں شمیم احمد کی بیمار زوجہ، ان کا فرزند، ان کی بہو اور مرحوم کی تین پوتیاں رہتی ہیں۔کل جائداد کا ۲۰/ فیصد حصّہ اپنی بہو کے ہاتھ میں دیا کہ یہ میرے بیٹے شغف کے لئے ہے جو زمین کا ایک ٹکڑا تھا اور اس پر شغف نے قبضہ بھی پالیا۔اب شرع کی رو سے لڑکیوں کا کتنا حصّہ بنتا ہے؟ اور کیا رہتے گھر جہاں ساتھ میں مریضہ رہتی ہے اس میں لڑکیوں کا حصّہ بنتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: پرکار

۷/ بنگلہ ورسوا، اندھیری (ویسٹ) ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون (قرض) ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”اَلتَّرْکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُالْمَيِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُ أَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفْنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِىْ بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّااَنْ يُجِيزَالْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسِّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً“

لہٰذا صورت مسئولہ میں مرحوم شمیم احمد سکندر پٹھان کے کل جائداد متروکہ کے کل آٹھ حصے کئے جائیں گے جس میں سے ایک حصّہ ان کی (زوجہ) بیوی کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:”فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ“ (سورہ نساء آیت ۱۳/)۔ بعدہٗ مابقی سات ۷/حصّوں کے کل چھ حصّے کئے جائیں گے جس میں سے مرحوم شمیم احمد کے لڑکے کو دو حصّہ ملے گا اور مرحوم کی لڑکیوں کو ایک ایک حصّہ ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:’یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ“ (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

نوٹ: جائداد کا وہ حصہ جو مرحوم نے اپنی حیات میں اپنے لڑکے کو ۲۰/فیصد کے اعتبار سے دے کر قبضہ دے دیا تھا وہ اسی فرزند کا ہے جو ترکہ میں شامل نہ ہوگا اس لئے کہ وہ ہبہ کی صورت ہوگی جو بعد قبضہ تام ہو چکا اور رہتے گھر میں مرحوم کی لڑکیوں کا بھی حصہ ہوگا کیونکہ وہ بھی ترکہ میں شامل ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ مطابق ۸/مارچ ۲۰۱۵ء بروز اتوار

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید کا انتقال ہو گیا ہے، ان کی ایک بیوی ایک لڑکا اور چھ لڑکیاں ہیں۔ زید کے لڑکے عمرو کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہے جو اپنی ماں اور بہنوں کو تقسیم کرنا چاہتا ہے اور خود اپنا حصّہ بھی لینا چاہتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کو حل فرمادیں بڑی مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد حنیف پین والا

نریندر بلڈنگ، ایس وی روڈ، جوگیشوری ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:''اَلتَّرِکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِھَازُالْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُاَوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفْنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقِیْ بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسِّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اہ ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین کل جائداد متروکہ کا آٹھواں حصّہ ان کی بیوی کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ'' (سورہ نساء آیت ۱۳/) ۔بعدہٗ مابقی سات ۷/حصّوں کے کل آٹھ حصّے کئے جائیں گے جس میں سے دوحصّہ لڑکے کو ملے گا اور لڑکیوں کو ایک ایک حصّہ ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِ کُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)۔دریں صورت بارہ ہزار پانچ سو ۱۲۵۰۰/ بیوی کو ملیگا اور اکیس ہزار آٹھ سو پچہتر ۲۱۸۷۵/ لڑکے کو ملے گا اور دس ہزار نو سو سینتیس روپیہ پچاس پیسہ ہر ایک لڑکی کو ملے گا۔

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۷/صفر المظفر ۱۴۲۹ھ مطابق ۶/مارچ ۲۰۰۸ء بروز جمعرات

از زوجہ محمد ابراہیم شیخ کریم حسین

پرکار کمپلیکس، بی ونگ، روم ۱۸، قسمت کالونی، نیئر ڈونگر چال، ممبرا تھانہ

بخدمت جناب مفتی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم

مسئلہ: میرے شوہر ۱۲/نومبر ۲۰۰۶ء میں انتقال کر گئے۔ممبرا اپنے رہائشی مکان میں انتقال کیا۔

مرحوم میرے شوہر محمد ابراہیم شیخ کریم حسین یہ پچیس برس سے کویت میں ڈرائیور تھے، ٹرک چلاتے تھے۔ جن کی تنخواہ پچاس ہزار ۵۰۰۰۰/ ماہانہ تھی۔اب میرے شوہر کے انتقال کے بعد میرے سسرال والے مجھے میرا حق نہیں دے رہے ہیں۔ میری کوئی اولاد نہیں ہے۔شادی کو ۶/ سال دو ماہ ہوئے ہیں۔ مجھے ترکہ سے کتنا ملے؟ گا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں سائلہ کو اس کے شوہر کے مال سے چوتھائی حصہ ملے گا جبکہ شوہر سے کوئی اولاد نہ ہو۔جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ''**وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ**'' (پانچواں پارہ سورہ نساء)

هٰذَامَاظَهَرَ لِىْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۸/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۳۰/ دسمبر ۲۰۰۶ء بروز سنیچر

حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

مسئلہ: عرض یہ ہے کہ میں (محمد صالح گھنسار) عرض کرتا ہوں کہ میری والدہ صاحبہ مرحومہ خیرالنساء عباس گھنسار، ان کا گھر جو کہ میرے نام پر تھا اسے میں تین لاکھ پنچانوے ہزار میں بیچ دیا ہوں۔اور اب میں ان پیسوں میں گھر کے ریپئر کام کے لئے جو خرچ ہوئے تھے پچیس ہزار روپے نکال کر باقی تین لاکھ ستر ہزار روپے ہیں ان کو اپنے بھائی اور بہنوں میں تقسیم کر کے ان کا حصّہ دینا چاہتا ہوں۔ہم دو بھائی اور تین بہنیں تھے جن میں سے ہماری والدہ کی حیات ہی میں دو بہنوں کا انتقال ہو گیا تھا، فاطمہ اور شریفہ ان دونوں کا۔اب میرا بڑا بھائی عبدالطیف عباس گھنسار اور بڑی بہن میمونہ عباس گھنسار ہم تین لوگ ہیں تو ان روپیوں کو اسلامی طریقہ سے میں کس طرح تقسیم کروں؟ مجھے برائے کرم جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد صالح گھنسار

الجوب ھو الموفق للحق و الصواب۔ ۔ ۔ ۔ ۔

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائیگا۔(فتاویٰ عالمگیری)

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین میت کے مال کے کل پانچ حصّے کئے جائیں گے۔جس میں سے دو دو حصّہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:’’ یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیۤ اَوۡلَادِ کُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ‘‘(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۲؍آیت میراث)۔

نــوٹ: فاطمہ اور شریفہ جن دو بچیوں کا انتقال ماں کی حیات میں ہو گیا تھا شرعاً ان کا حصہ کچھ نہیں ہوتا ہے۔

ھٰذَا مَاظَھَرَ لِیۡ وَ الۡعِلۡمُ عِنۡدَاللّٰہِ وَعِلۡمُہٗ اَحۡکَمُ وَ اَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۵؍جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲؍جون ۲۰۰۷ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید کی ایک بیوی اور دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔اور بیس لاکھ روپئے کی جائداد چھوڑ کر زید انتقال کر گیا۔اور ابھی بیوی اور بچے سب باحیات ہیں تو ان کے درمیان رقوم کس طرح تقسیم ہوں گے؟ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں؟

فقط والسلام
محمود احمد قادری
بھگت سنگھ نگر گوریگاؤں ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:''اَلتَّرِکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِھَازُالْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُاَوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقٰی بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسِّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اہ ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین میت کے منقولہ وغیر منقولہ مال کے کل چوسٹھ حصے کئے جائیں گے۔جس میں سے آٹھ حصے یعنی دولاکھ پچاس ہزار ۲۵۰۰۰۰ر بیوی کو ملیں گے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ'' (سورہ نساء آیت ۱۲)اورلڑکوں کو ۱۴،۱۴ر حصے یعنی ہر ایک لڑکے کو چار لاکھ سینتیس ہزار پانچ سو ۴۳۷۵۰۰ر ملیں گے۔نیز لڑکیوں کو ۷،۷ر حصے یعنی ہر ایک لڑکی کو دولاکھ اٹھارہ ہزار سات سو پچاس ۲۱۸۷۵۰ر ملیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ''(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳ر آیت میراث)

هٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۷رصفر المظفر ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۶رفروری ۲۰۰۷ء بروز دوشنبہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید کا انتقال ہو گیا ہے،اس نے ایک بیوی،سات لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑیں۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی ملکیت کس طرح تقسیم ہوگی؟ جبکہ زید کے پاس مختلف قسم کی ملکیت ہے،جس میں سے اس نے ایک کے بارے میں ایک ضابطہ اپنی حیات میں مقرر کیا تھا،جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ چار

لڑکوں کو ۱۵/۱۵ رفیصد، بہوکو ۱۰ رفیصد، بیوی کو ۲۰ رفیصد اور ایک لڑکے کو ۵ رفیصد ملے گا۔ ۲ رفیصد زکوٰۃ خیرات اور ۳ رفیصد کا کوئی حساب نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: موسیٰ یعقوب پتراوالا
۲۰ رڈاکٹر، ای معزز روڈ، مہالکشمی ورلی ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَربَعَةٌ جِهَازُالْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُاَوَّلًا بِجِهَازِهِ وَكَفَنِهِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِى بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّااَنْ يُجِيزَالْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسِّمُ الْبَاقِى بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ مستفسرہ میں اگر متوفی زید کے ذمہ بیوی کا مہر باقی ہے تو تجہیز و تکفین کے بعد سب سے پہلے اس کا مہر ادا کیا جائے گا۔ پھر اگر متوفی نے وصیت کی ہو اور وصیت کے جواز کی شرطیں پائی جارہی ہیں یعنی وصیت پوری کرنے میں کوئی شرعی مانع نہیں ہے تو مہر دین کی ادائیگی کے بعد بقدر جواز یعنی تہائی مال سے اسکی وصیت پوری کی جائے گی۔ البتہ اگر ورثہ اجازت دیں تو اکثر ثلث سے بھی وصیت پوری کی جاسکتی ہے۔

یاد رہے نزول آیت مواریث سے وصیت برائے ورثہ منسوخ ہوچکی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے خطبۂ عام حجۃ الوداع میں فرمایا: ''اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْاَعْطٰى كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَاوَصِيَّةَ لِوَارِثٍ'' (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وترمذی) بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حق کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے۔ یعنی اس کا حق متعین کر دیا ہے، پھر وارث کے لئے وصیت نہیں۔ (فتاویٰ مصطفویہ کتاب الوصایا ص ر

۵۴۳) اس لئے اولاد کے حق میں باپ کی وصیت میراث سے متعلق باطل ہے۔ ہاں بہو کے متعلق جو وصیت ہے وہ اور صدقات وخیرات کے متعلق متوفی کی وصیت کا ضرور اعتبار ہوگا اگر ثلث مال سے پوری ہو رہی ہو۔ البتہ ورثہ ثلث مال سے زیادہ میں اجازت دیں پھر متوفی زید کے مابقی مال کے بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین کل دو سو حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے بیوی کو پچیس حصے ملیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ'' (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) اور ساتوں لڑکوں کو چودہ چودہ حصے اور لڑکیوں کو سات سات حصے ملیں گے جیسا کہ ''يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ'' کی آیت سے ظاہر ہے۔ (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۱ جون ۲۰۰۶ء بروز بدھ

مکرمی مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

باپ موجود ہے اس کے پاس دو لڑکے ہیں اور دو لڑکیاں ہیں۔ وہ اپنی جائداد اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ اور بچوں کی والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ کیا صورت ہوگی؟ صراحت فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: محمد اسماعیل پونہ والا

پریتی بلڈنگ، ورسوا، اندھیری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں باپ کی جائداد باعتبار وراثت تقسیم نہیں ہوسکتی اس لئے کہ وہ باحیات ہے اور وراثت کا قانون آدمی کے انتقال کے بعد نافذ ہوتا ہے۔ ہاں وہ ہبہ کرسکتا ہے جس میں کوئی حصہ متعین نہیں ہے کمی بیشی کے ساتھ جس طرح چاہے وہ تقسیم کرے اور اس کے بچے اس پر قبضہ بھی پالیں۔ نبیٔ کریم

ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لَاتَجُوْزُ الْھِبَۃُ اِلَّا مَقْبُوْضَۃً'' (الحدیث)۔ ہاں باپ کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اس کی اولاد میں ضرور منقسم ہوگا کہ اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''اَلتَّرْکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِھَازُ الْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقِیْ بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَ الْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسِّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اھ ملخصاً''

لہٰذا یہاں تقسیم کی صورت یہ ہوگی کہ بعد تقدیم ماتقدم و انحصار ورثہ فی المذکورین اس کی جائداد کے کل چھ حصے کئے جائیں گے۔ دو دو حصہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۲؍ آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی ۲۸؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ/ ۴؍ اگست ۲۰۰۵ء

مکرمی عالی جناب مولانا مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں اسلام و شریعت محمدی ﷺ کی روشنی میں؟

مرحومہ عائشہ اسماعیل اوناوالا کا چودہ دسمبر ۲۰۱۳ء کو انتقال ہو گیا (ممبرا کوسہ میں)۔ انتقال کے بعد ایک فلیٹ وہ چھوڑ گئیں جس کی قیمت دس لاکھ روپئے ہے۔ مرحومہ عائشہ اسماعیل کے صرف چار ہی وارث تھے، دو لڑکے اور دو لڑکیاں۔ جس میں ایک لڑکے محمد یٰسین کا انتقال والدہ مرحومہ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ اب رقم کی تقسیم کس طرح کریں؟

(۱) مرحوم محمد یٰسین حاجی اسمٰعیل کے بیوی بچوں میں کس طرح تقسیم کریں؟ رہائش امرت نگر ممبرا، کوسہ

(۲) محمد امین حاجی اسمٰعیل رہائش ورسوا، اندھیری

(۳) فریدہ سید سلیم رہائش ممبر، کوسہ

(۴) منیرہ احمد سالم رہائش ممبرا، کوسہ

نوٹ : اگر مرحومہ اپنی حیات میں بچوں کو یہ کہہ گئی ہو کہ چاروں برابر بانٹ لینا تو کیسا ہے؟

آج تک اسلام اور شریعت محمدی ﷺ نے فیصلے جو دئے ہیں کہ لڑکے کا حصہ بارہ آنے اور لڑکی کا چار آنے حصہ ہونا مقرر کیا گیا ہے مہربانی ہوگی اگر اس مسئلہ کا صحیح جواب ملے تا کہ صحیح فیصلہ بھائی بہنوں میں اور رشتہ داروں میں ہو سکے؟

المستفتی: محمد امین حاجی اسمٰعیل

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں اول اسکے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِىْ بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّا اَنْ يُجِيْزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین برصدق مستفتی مرحومہ عائشہ اسمٰعیل کی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے چار حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے دو حصہ محمد امین کو ملے گا اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْ اَوْلَادِ كُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/۱ آیت میراث)۔ اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکوں کے لئے دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔ اور مرحومہ جس لڑکے کا یعنی (محمد یٰسین) کا انتقال مرحومہ کی حیات میں ہو گیا تھا اس کی بیوی بچے مرحومہ کے وارث

نہیں ہوں گے۔

یاد رہے وارثین کے لئے وصیت باطل ہے۔ جیسا کی حدیث شریف میں اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''لَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ'' (مشکوٰۃ ص/۵۵۶) اس لئے مرحومہ کا یہ کہنا کہ میرے انتقال کے بعد سب برابر بانٹ لینا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، وہ محض باطل ہے۔ اور یہ کہنا بھی قطعاً خلاف شرع ہے کہ لڑکوں کا حصہ بارہ آنے ہے اور لڑکیوں کا چار آنے۔ شریعت محمدی ﷺ میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۱/ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۲/فروری ۲۰۱۴ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

(۱) زید جن کا ابھی چار ماہ قبل انتقال ہوا ہے ان کی ایک بیوی ہندہ اور ہندہ سے ایک بچی بھی ہے۔ زید کے والدین بھی بقید حیات ہیں زید کی ملکیت ایک لاکھ روپئے نقد ہے اس کو تقسیم کرنا ہے۔

(۲) زید کا چھ شوال المکرّم ۱۴۲۵ھ بروز جمعہ انتقال ہوا ہے۔ لہٰذا زید کی بیوی ہندہ کی عدت کی مدت کس تاریخ کو پوری ہوگی؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں؟ مہربانی ہوگی۔

از ہارون رشید، ملکانی اپارٹمنٹ جوگیشوری ممبئ

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

(۱) میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائیگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُالْمَیِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّةُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُاَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَکَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقٰی بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَةُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ

يُقَسِّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً"

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کا ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ والدین میں سے ہر ایک کو چھٹواں حصہ ملے گا، یعنی باپ کو ذوی الفروض کے حساب سے (۱۶۶۶۷) اسی طرح ماں کو (۱۶۶۶۷)۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ" (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۱) اور بیوی کو آٹھواں حصہ (۱۲۵۰۰) ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: "فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ" (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) اور بیٹی کو نصف ملے گا۔ یعنی (۵۰۰۰۰) بیٹی کا نصف حصہ "اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ" (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۱) سے ظاہر ہے۔ اور باپ عصبہ ہونے کی وجہ سے ما بقی مال (۴۱۶۶) بھی پائے گا۔

(۲) شوہر کے انتقال پر بیوی کے عدت کی مدت چار مہینہ دس دن ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (پارہ دوم سورہ بقرہ آیت ۲۳۴) ترجمہ:۔ اور تم میں جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینہ دس دن اپنے آپ کو روکے رکھیں۔

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید کا انتقال ہو گیا اس نے اپنے پیچھے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں چھوڑیں۔ زید کا مال اس کے حقداروں میں کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: حافظ محمود احمد قادری

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین صورت مسئولہ میں اول زید کے مال سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر ما بقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر ما بقی مال کے ثلث

سے زید کی وصیت پوری کی جائے گی اگر زید نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو اس کے ورثہ میں اسطرح تقسیم کیا جائے گا کہ بعد تقدیم ماتقدم اسکے مال کے کل چار حصے کئے جائیں گے۔دوحصہ لڑکے کو ملے گا اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث) اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکوں کے لئے دولڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۳/ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ بروز سنیچر

بحضور فیض گنجور حضرت مفتی صاحب قبلہ دار العلوم برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

ہندہ کی کل سات اولادیں ہیں ۴/بیٹے اور تین بیٹیاں جس میں سے دو بیٹے انتقال کر چکے ہیں (۱) ایک انتقال شدہ بیٹے کی تین اولادیں ہیں (۲) دوسرے انتقال شدہ بیٹے کی صرف ایک بیوی موجود ہے جس کو کوئی اولاد نہیں ہے ہندہ کے پاس رہنے کا صرف ایک مکان ہے اب وہ یہ چاہتی ہے کہ مکان فروخت کر کے رقوم اپنی اولاد میں تقسیم کر دے تو ہندہ از روئے شرع کس طرح تقسیم کرے گی جواب سے نوازیں نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

المستفتی۔محمد آفتاب القادری رضوی برکاتی

خطیب وامام مسجد رضا لکشمی نگر گوریگاؤں ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

مولانا المحترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ..............................

معلوم ہونا چاہئے کہ وراثت کا قانون آدمی کے انتقال کے بعد نافذ ہوتا ہے۔لہٰذا صورت مسئولہ میں

جبکہ ہندہ باحیات ہے تو اس کی جائداد کے تقسیم کا کیا معنیٰ ؟ البتہ ہندہ اگر اپنی حیات ہی میں اس مکان کو فروخت کر کے اس کی رقم بچوں کو دینا چاہتی ہے تو اس میں حصہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ یہ صورت ہبہ کی ہوگی جس میں کمی بیشی کے ساتھ ہندہ اپنی مرضی سے جسے جتنا چاہے دے سکتی ہے۔ اسے اختیار کلی حاصل ہے۔ ہاں بعد انتقال ضرور اس کی متروکہ جائداد کو اس کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے ہندہ کی وصیت پوری کی جائے گی اگر اس نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو اس کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ وہ اس طرح کہ ہندہ کی کل جائداد کے سات حصہ کئے جائیں گے جسمیں دو دو حصہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔

اور فوت شدہ ہندہ کے لڑکوں کی اولاد کو اور ان کی بیویوں کو ہندہ کے دوسرے لڑکوں کی موجودگی میں کچھ نہ ملے گا۔ فتاوی عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۲۸ رمیں ہے: ”وَيَسْقُطُ الْاِخْوَةُ وَالْاَخْوَاتُ بِالْاِبْنِ وَابْنُ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ وَبِالْاَبِ بِالْاِتِّفَاقِ كَذَا فِى الْكَافِیْ“

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۹ رربیع النور شریف ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰ رمئی ۲۰۰۴ء بروز جمعرات

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید نے ۱۹۷۸ء میں کاروباری ایک فرم تشکیل دی۔ جس میں انہوں نے اپنے دو بڑے بیٹوں کو حصہ دار بنایا۔ ہر ایک تہائی کا حصہ دار تھا۔ بعدازاں ۱۹۹۲ء میں اپنے دو چھوٹے بیٹوں کو بھی حصہ دار بنایا۔ اس طرح کاروبار بفضلہ تعالیٰ چلتا رہا۔ زید نے تقریباً ۱۹۹۷ء میں وفات پائی اور کاروبار چار بھائیوں میں چلتا رہا۔ ابھی تقریباً تین مہینہ پہلے زید کی اہلیہ نے بھی وفات پائی۔

زید نے کل چار بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں۔ ایک مکان نل بازار میں اور دیونار میں زمین ہے، جس پر شیڈ بنے ہوئے ہیں۔ اور زید نے ایک دوکان اپنے بڑے لڑکے کے نام خریدی تھی اور بریلی شہر میں ایک مکان ہے۔ اور دیونار میں جو شیڈ بنی ہوئی زمین ہے، اس کی آمدنی سے زید کے بیٹوں نے

پراپرٹی دوکان مکان کی شکل میں خریدی ہے۔اور زید کے چوتھے بیٹے نے کوئی پراپرٹی یعنی مکان و دوکان نہیں خریدی ہے اسے صرف خرچ ملتا رہا ہے۔اور زید کا یہ چوتھا بیٹا چاہتا ہے کہ مجھے بھی روپیہ ملے تا کہ میں بھی دوکان وغیرہ خرید سکوں۔پھر موجودہ پراپرٹی میں مجھے برابر کا حصہ دیا جائے یا آمدنی میں میرا جو حصہ بنتا ہے وہ مجھے بھی ملتا رہے۔از روئے شرع کاروباری آمدنی میں اور والد مرحوم کے پراپرٹی اور نقد میں بھائیوں اور بہنوں کا جو بھی حصہ بنتا ہوا سے بیان فرما کر ممنون فرمائیں؟

المستفتی :اعجاز احمد قریشی (عرف عابد میاں)

فلیٹ ۴۷ ایف، مانک موتی اپارٹمنٹ آف، یاری روڈ، ورسوا، اندھیری، ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:**”اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيْرَاثُ فَيُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِيْ بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّا اَنْ يُجِيْزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اھ ملخصاً“**

لہٰذا صورت مسئولہ میں زید مرحوم نے یا ان کی اہلیہ مرحومہ نے اپنی حیات میں یعنی مرض الموت سے قبل اگر اپنی اولاد میں سے کسی کو مذکورہ دونوں مکان و دوکان یا دیونار میں شیڈ بنی ہوئی زمین سے حاصل شدہ رقم کو بشکل ہبہ مالک نہ کر دیا ہو تو بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین زید اور اس کی اہلیہ کی منقولہ وغیر منقولہ کل جائداد کے بارہ ۱۲؍ حصے کئے جائیں گے۔جس میں سے دو دو حصہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:**”يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ“** (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳؍ آیت میراث) اور زید کے چوتھے لڑکے کو جو رقم بشکل خرچ

موصول ہوئی ہے وہ اس کے حساب میں محسوب کی جائے گی۔لہٰذا زید مرحوم کے دوسرے تین لڑکے اِس چوتھے لڑکے کو یا تو پراپرٹی میں حصہ دار بنائیں یا حساب لگا کر اس کی قیمت ادا کریں۔یہی صورت لڑکیوں کے لئے بھی ہوگی۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۸؍ربیع الاول شریف ۱۴۲۹ھ مطابق ۹؍مئی ۲۰۰۴ء بروز یکشنبہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

زید کا انتقال ہوگیا اس نے دولڑکی ایک لڑکا چھوڑے دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

المستفتی: عبدالرشید (نزیل)

خواجہ گلی مسجد، ورسوا، اندھیری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں زید کی کل جائداد کے چار ۴؍حصے کئے جائیں گے۔جس میں سے دو حصہ لڑکے کو ملے گا اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ’’يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ‘‘ (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳؍آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۶؍شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۱؍دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

سید مراد بن سید محمد صاحب ہمارے یہاں مسجد قرطبہ میں کچھ تعاون پیش کرنے کیلئے تشریف

لائے۔ بعدہٗ درمیان گفتگوانہوں نے کہا کہ ہم نے بہت ساری مسجدوں کا کام کروایا ہےاور یہاں بھی میں دولاکھ روپئے دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔آپ لوگ میرے ساتھ چلیں، سارا خرچ ہمارا ہوگا اور وہاں پر وہ رقم آپ کے حوالے کردوں گا۔اور دوسرے روز ممبئی ہی میں دورۂ قلب پڑا اور دوتین روز کے بعد ممبئی ہی میں اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ وطن جانے کا موقع ہی نہ ملا۔جبکہ مرحوم کے نام بینک میں تقریباً سات آٹھ لاکھ روپئے تین سال پہلے سے فکس ڈپوزٹ پر ہے، جس کی زیادتی ملاکر رقم دوگنی ہوگئی ہے۔اور مرحوم کی کوئی بھی صلبی اولاد نہیں ہے۔ البتہ ایک بچی کی پرورش کر کے اس کی شادی وغیرہ کروایا ہے۔ وہی لوگ بغیر کسی وصیت کے مرحوم کی پوری جائداد کے زبردستی حقدار بنتے ہیں۔ جبکہ مرحوم کی سگی بہن اور بہنوئی باحیات ہیں اور ایک سگے بھائی جو مرحوم سے چھوٹے ہیں وہ بھی باحیات ہیں۔صورت مذکورہ میں کون حقیقی وارث ہیں اور کن لوگوں کو کتنا ملنا چاہئے؟ نیز جوانہوں نے مسجد میں بیٹھ کر چھ سات افراد کے سامنے دولاکھ روپئے دینے کا وعدہ کیا ہے وہ کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں ملنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: صاحب جان شیخ
منشی کمپاونڈ روم نمبر ۳۸؍آمنہ بی کی چال گلشن نگر، جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:’’اَلتَّرِکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِهَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِهَازُالْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُاَوَّلًا بِجِهَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقٰی بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسِّمُ الْبَاقِیْ بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اھ ملخصاً‘‘

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین مرحوم کی کل

جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے تین حصے کئے جائیں گے۔ دو حصہ مرحوم کے بھائی کو ملے گا اور ایک حصہ بہن کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ’’ وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ‘‘ (چھٹا پارہ سورہ نساء آیت ۱۷۶)

اور مرحوم نے جس بچی کی پرورش وغیرہ کیا تھا اس کا مرحوم کی جائداد میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اگر وہ لوگ مرحوم کی جائداد پر قبضہ کرتے ہیں تو وہ سراسر اغلط کرتے ہیں۔ وہ لوگ سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہیں۔ ان کو چاہئے کہ جلد از جلد مرحوم کی پوری جائداد اس کے ورثہ کو سونپ دیں اور اللہ کے عذاب وعتاب سے بچیں۔ اور رہا مرحوم کا قرطبہ مسجد میں دو لاکھ روپئے دینے کا وعدہ تو وہ نہ صورتِ ہبہ کو مفہوم اس لئے کہ ہبہ میں قبضہ شرط ہے اور وہ یہاں مفقود ہے اور نہ ہی وصیت پر محمول کہ مرحوم نے قبل موت باوجود وعدہ کر نے کے نہ تو وصیت ہی کی اور نہ اس بارے میں کچھ کہا۔ ہاں چونکہ مرحوم کی خواہش تعاون کی تھی جس کا وعدہ انہوں نے اپنی حیات میں کیا تھا اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ورثہ اپنی مرضی سے مرحوم کے وعدہ کے پیش نظر رقم معہود قرطبہ مسجد میں دیدیں تا کہ اس کا فائدہ مرحوم کے ساتھ ساتھ ان ورثہ کو بھی ملے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

صح الجواب شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

فوزیہ کا انتقال ہو گیا، اس نے اپنے پیچھے ۲ رلڑکے، والدین اور شوہر چھوڑے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ فوزیہ کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد امین

پریتی بلڈنگ، نزد درگاہ مسجد، ورسوا اندھیری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث

سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”اَلتَّرِکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَاحُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِھَازُالْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُاَوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقٰی بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسَّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اھ ملخصاً“

لہٰذاصورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین فوزیہ کے کل مال کا ساٹھ حصہ کیا جائے گا۔جس میں سے دس دس حصے ماں اور باپ کو ملیں گے۔جیسا کہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:”وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَاالسُّدُسُ مِمَّاتَرَکَ اِنْ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ“ (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۱)اور پندرہ حصہ شوہر کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:”فَاِنْ کَانَ لَھُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْنَ“ (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲)اور ساڑھے بارہ ساڑھے بارہ حصہ دونوں لڑکوں کو ملے گا۔

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۰؍ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ مطابق ۲؍جولائی ۲۰۰۲ء

المجیب مصیب شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان اسلام اس مسئلہ میں؟

حاجی عبدالقیوم مرحوم نے دوشادیاں کی،پہلی بیوی سے کل چار اولادیں ہیں۔جس میں دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں۔اور دوسری شادی والی بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہے۔حاجی مرحوم نے اپنی دونوں بیویوں کے نام ایک ایک مکان لکھ دیا ہے۔صورت مسئولہ میں حاجی مرحوم کی جائداد کس طرح تقسیم کی جائے گی؟

المستفتی:امین خان

آر،ایم روڈ،منشی کمپاونڈ،جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں اول اسکے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''اَلتَّرِکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَا حُقُوقٌ اَربَعَۃٌ جِھَازُ الْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیرَاثُ فَیَبْدَأُاَوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقِیْ بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسَّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اھ ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین حاجی عبدالقیوم مرحوم کی متروکہ جائداد کے پہلے کل آٹھ حصے کئے جائیں گے۔آٹھواں حصہ سوتیلی ماں کو ملے گا۔اورسوتیلی ماں کو جومکان دیاہے اگر حاجی مرحوم نے اسے اس کا مالک بنا دیا تھا تو وہ اسی کا حق ہے۔اوراگر مالک نہیں بنایا تھالیکن کسی مصلحت کے پیش نظر صرف اس کے نام کر دیا تھاتو وہ مکان بھی آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے پھرآٹھواں حصہ سوتیلی ماں کو ملے گا۔اس کے بعد مابقی مال کے کل چھ حصے کئے جائیں گے۔دودوحصہ لڑکوں کو ملے گا اورایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔اوروہ مکان جوپہلی بیوی کے نام کر دیا تھااگراسے مالک بنادیا تھاتواس کے انتقال کے بعدوہ صرف اسی کے ورثہ یعنی لڑکوں اورلڑکیوں وغیرہ میں تقسیم ہوگا۔اِس دوسری بیوی کا اس میں کوئی حق نہیں۔اوراگرکسی مصلحت کے تحت صرف اس کے نام کر دیا تھامالک نہیں بنایا تھاتواس میں بھی سوتیلی ماں کاحق ہوگا۔جس کی تفصیل اوپر گزرچکی ہے۔

کتبہ منظوراحمد یارعلوی غفرلہ القوی

۱۸/جمادی الاخریٰ۱۴۲۲ھ مطابق ۷/ستمبر۲۰۰۱ء

الجواب صحیح شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی

محترم جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: عرض گزارش یہ ہے کہ میں (محمد صالح عباس گھنسار) یہ عرض کرتا ہوں کہ میری والدہ

صاحبہ مرحومہ خیرالنساء عباس گھنساران کا گھر جو کہ میرے نام پر تھا اسے میں نے تین لاکھ پنچانوے ہزار میں بیچ دیا ہوں۔ اور اب میں نے ان پیسوں میں گھر کے رپیئر کام کے لئے جو خرچ ہوئے تھے پچیس ہزار روپئے نکال کر باقی تین لاکھ ستر ہزار روپئے ہیں، ان کو اپنے بھائی اور بہنوں میں تقسیم کر کے ان کا حصہ دینا چاہتا ہوں۔ ہم دو بھائی اور تین بہنیں تھے، جن میں سے ہماری والدہ کی حیات ہی میں دو بہنوں کا انتقال ہو گیا تھا۔ (فاطمہ اور شریفہ ان دونوں کا)۔ اور اب میرا بڑا بھائی عبداللطیف عباس گھنسار اور بڑی بہن میمونہ عباس گھنسار ہم تین لوگ ہیں۔ تو ان روپیوں کو اسلامی طریقہ سے کس طرح تقسیم کروں مجھے برائے کرم لکھ کر دیجئے؟

المستفتی: محمد صالح عباس گھنسار

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں اول اسکے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین میت کے مال کے کل پانچ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے دو دو حصّہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک حصّہ لڑکی کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''یُوصِیکُمُ اللّٰهُ فِیۡ اَوۡلَادِ کُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

نوٹ: فاطمہ اور شریفہ جن دو بچیوں کا انتقال ماں کی حیات میں ہو گیا تھا، شرعاً ان کا حصہ کچھ بھی نہیں۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیۡ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَاللّٰهِ وَعِلۡمُهٗ اَحۡکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۵/جمادیٰ الاخریٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲/جون ۲۰۰۷ء

حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں؟

زید جس کی منکوحہ ہندہ ہے۔ زید کے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ زید کی وراثت اٹھارہ لاکھ روپئے ہے۔ زید اوران کی بیوی ہندہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ زید کی وراثت کو چھ بچے اور تین لڑکیوں میں تقسیم کرنا ہے۔ برائے کرم اس مسئلہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرما دیا جائے؟ بڑی مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد فاروق چھتری والا

رین اپارٹمنٹ روم نمبر ۲۰۲/اے ونگ، جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں اول اسکے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيَبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفْنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا يَبْقِى بَعْدَ الْكَفْنِ وَالدَّيْنِ اِلَّا اَنْ يُجِيزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً''. صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ماتقدم کل جائداد کے پندرہ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے دو دو حصے کے حقدار لڑکے ہونگے اور ایک ایک حصے کے حقدار لڑکیاں ہوں گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث) لہٰذا ماں باپ کی متروکہ ملکیت سے ہر لڑکے کو دو لاکھ چالیس ہزار روپئے اور ہر لڑکی کو ایک لاکھ بیس ہزار روپئے ملیں گے۔

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

استکتبہ منظور احمد یار علوی غفر لہ القوی

۲۵/ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۵/نومبر ۲۰۰۸ء بروز منگل

حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام مسنون

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماے اسلام اس مسئلہ کے متعلق؟

والدین کے انتقال کے بعد ان کی اولاد میں جائداد کو کس طرح تقسیم کیا جائے گا جبکہ اولاد میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں؟ سب کا حصہ متعین فرمادیں از روئے شرع کرم ہوگا؟

المستفتی :عبدالرحیم بھائی

مصلی درگاہ مسجد، ورسوا، اندھیری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

’’اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَاحُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُالْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُأَوَّلًا بِجِهَازِهِ وَكَفنِهِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِيْ بَعْدَ الْكَفنِ وَالدَّيْنِ اِلَّااَنْ يُجِيْزَالْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسِّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً‘‘

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ماتقدم میت کے مال کے کل آٹھ حصے کئے جائیں گے۔جس میں سے دو دو حصّہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک ایک حصّہ لڑکیوں کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

’’يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِ كُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ‘‘ (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/ آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهُ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۴/محرم الحرام ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۲/جنوری ۲۰۰۹ء بروز پیر

حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی السلام علیکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

زیداور زید کی بیوی ہندہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ زید کے تین لڑکے اور دولڑکیاں ہیں ۔اور زید کی ملکیت میں سترہ لاکھ روپئے ہیں جس کو ان پانچوں میں تقسیم کرنا ہے۔ برائے مہربانی اس مسئلہ کا حل فرمادیں؟ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: قاضی محمد سعید بی۶۰۳ / راج نگر جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چارطرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''**اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُالْمَيِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُ أَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِي بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّا اَنْ يُجِيزَالْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً**''

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ما تقدم زیداور ہندہ کے کل مال کا آٹھ حصہ کیا جائے گا۔جس میں سے دودو حصّہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک ایک حصّہ لڑکیوں کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''**يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ**'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳ / آیت میراث)۔لہٰذا مذکورہ رقم سے ہر ایک لڑکے کو چار لاکھ پچیس ہزار اور ہر ایک لڑکی کو دولاکھ بارہ ہزار پانچ سو روپئے ملیں گے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِي وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۵ / رجب المرجب ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۹ / جولائی ۲۰۰۸ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء اسلام مسئلہ ذیل کے بارے میں؟
والدین کا انتقال ہو گیا، انہوں نے سات لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان کی جائداد متروکہ کو کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد سلیم
یاری روڈ، ورسوا، اندھیری ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق و الصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اسکے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

’’اَلتَّرِکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِھَازُ الْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقِیْ بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّا اَنْ یُجِیْزَ الْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسِّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اھ ملخصاً‘‘

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ماتقدم میت کے کل مال کے اٹھارہ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے دو دو حصّہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک ایک حصّہ لڑکیوں کو ملے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ’’یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ‘‘ (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ
کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی
۲۵/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق ۵/جنوری ۲۰۰۸ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں؟

عارف عبدالستار کی پھوپھیری بہن کا انتقال ہوگیا ہے جن کی عمر ۶۶ ر سال تھی۔ مرحومہ نے شادی بھی نہیں کیا تھا اور نہ ان کے کوئی سگے بھائی بہن ہیں۔ خالہ کے لڑکے، ماموں کے لڑکے، چچا کے لڑکے ہیں۔ مرحومہ نے اپنی جائداد کا وصیت نامہ تیار کرایا لیکن اس کی جانکاری کسی کو بھی نہیں۔ صرف جس کے نام وصیت نامہ ہے اسی کو پتہ ہے اور یہ وصیت نامہ مرحومہ کے مرنے کے پندرہ دن بعد ظاہر ہوا۔ جبکہ مرحومہ کوئی بھی کام مجھ سے بتائے بغیر نہیں کرتی تھیں۔ اور تمام کاروبار کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ اور وصیت نامہ کے عملی جامہ پہنانے میں میرا نام درج ہے مگر اس کی مجھے خبر تک نہیں۔ جب وصیت نامہ میری نگاہوں کے سامنے آیا تب جا کر مجھے معلوم ہوا۔ کیا وصیت نامہ جس کے فیور میں ہے اس کا نام ایکزیکیوٹر میں دے سکتے ہیں؟ (عمل کرانے والا)۔ وصیت نامہ میں ایک مکان کا ذکر ہے جس کو مرحومہ نے خالہ کے لڑکے عبدالقیوم اسمٰعیل کڑا کو بیچ دیا۔ جبکہ مرحومہ نے اپنی زندگی میں عبدالقیوم بھائی کو بخشش کے طور پر دیا تھا بکت نہیں۔ مرحومہ کے انتقال سے ڈیڑھ دو ماہ پہلے ایک خطیر رقم تین بھائیوں کو دینے کے لئے کہا تھا جس کو میں نے مرحومہ کے انتقال سے دس دن پہلے ان تین بھائیوں کو اپنے ہاتھ سے دیا تھا مگر مرحومہ نے اس دوران بھی اس وصیت کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی ان لوگوں نے ذکر کیا جن کے نام وصیت ہے۔

اس وصیت نامہ میں ماہ جنوری ۱۹۹۴ء کا ذکر ہے، مگر دن اور تاریخ کا ذکر نہیں ہے۔ وصیت نامہ جو کیش رقم حاجی ہاشم حاجی حسن دادا کے کمپنی میں لگی ہے، اس کا ذکر ہے۔ جبکہ اس کے علاوہ سورت میں ایک فلیٹ ۱۹۹۷ء میں خریدا تھا، اس کا ذکر وصیت نامہ میں نہیں ہے۔ اب اس فلیٹ کی میراث کیسے تقسیم ہوگی؟ مثلاً اگر وصیت نامہ پر عمل کرنا ہے تو ان کی ملکیت میں شمار کرنا اور تین حصے کر کے وارثوں کے درمیان دینا یا صرف کیش جو وصیت نامہ میں بتایا ہے اس پر عمل کرنا اور فلیٹ کی رقم تقسیم کرنا، اس پر کیسے عمل ہو؟ مرحومہ کی ایک سال کی نمازوں کا فدیہ میراث تقسیم ہونے سے پہلے دے سکتے ہیں یا بعد میں۔

مندرجہ بالا عبارت میں جو وصیت نامہ کا تذکرہ ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر کرنے کی زحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: عارف عبدالستار

کونڈہ گجرات

الجواب ھو الموفق للحق والصواب۔۔۔۔۔

صورت مسئولہ میں عبدالقیوم کو جو رقم یا جائداد ہدیۃً یا قیمۃً مرحومہ نے پیش کیا ہے اور انہوں نے مرحومہ کی حیات ہی میں قبضہ بھی پالیا تو وہ جائداد عبدالقیوم ہی کی مانی جائے گی۔

رہی مابقی جائداد و رقم میں وصیت جاری کرنے کی بات تو اگر مرحومہ نے مطلق وصیت کی ہے تو اس کے کل مال سے خواہ وہ فلیٹ ہو یا کیش رقم سب کے ثلث میں وصیت جاری ہوگی۔ اگر وصیت نامہ صحیح ہے تو اس پر عمل درآمد ہوگا۔ رہی بات نمازوں کے فدیہ کی اگر ورثہ راضی ہوں تو ادائیگی فدیہ کے بعد مال اپنے درمیان تقسیم کریں ورنہ نہیں۔ مرحومہ نے اپنی جائداد کے تقسیم کے لئے جن اشخاص کا نام ظاہر کیا ہے وہ سب موقع پر حاضر رہیں یہی بہتر ہے۔

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۳/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۲/دسمبر ۲۰۰۸ء بروز پیر

حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء اسلام ومفتیان کرام اس مسئلہ میں؟

میرے والد، اکرام حسین کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کی دو بیویاں ہیں جو باحیات ہیں۔ ایک زینب بی جن سے ۵/لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے دوسری نور جہاں جن سے تین لڑکے اور اور ایک لڑکی ہے، دونوں سے کل دس اولاد ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ باپ کی ملکیت تقریباً اسّی ۸۰۰۰۰۰۰/لاکھ روپئے ہے۔ اسّی لاکھ سے ان کی دو بیوی اور اولاد کو کتنا حصہ ملے گا؟ شریعت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں؟ کرم ہوگا۔

المستفتی: مظفر

تھری ڈونگری گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب۔۔۔۔۔

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز

وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری) ''اَلتَّرِکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِھَازُالْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُاَوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقِیْ بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسَّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اھ ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ماتقدم اس کی جائداد کے کل ایک سو بارہ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں ۷/سات ۷/سات حصے ہر ایک بیوی کو ملیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ ''(پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) چودہ ۱۴/ چودہ ۱۴/ حصے ہر ایک لڑکے کو ملیں گے اور ۷/سات ۷/سات حصے ہر ایک لڑکی کو ملیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ''(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۸/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۹ھ بروز بدھ

حضرت علامہ مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد آداب وتسلیمات کے عرض ایں است..................

مسئلہ: زید کے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں لیکن زید کی موجودگی میں ایک لڑکا (بکر) کا اور ایک لڑکی (ہندہ) کا انتقال ہو گیا۔ مگر ان کی اولادیں ہیں۔ اب زید کا بھی انتقال ہو گیا ہے جس کے ترکہ میں ۲۵۰۰۰۰/ کا مکان ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ باپ کے ترکے سے بکر اور ہندہ کی اولاد کو کتنا حصہ ملے گا؟ اور زید کی اولاد کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں کرم ہوگا؟

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین جب زید کی دو اولاد فوت ہوچکی تو زید کے انتقال کے وقت اس کا دوسرا لڑکا اگر باحیات ہے تو بکر اور ہندہ کی اولاد زید کی جائداد کے وارث نہ ہوں گے۔

لہٰذا بیٹا کی موجودگی میں پوتا وارث نہ ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۲۹ رمیں ہے: ''فَاَقْرَبُ الْعَصَبَاتِ الْاِبْنُ ثُمَّ اِبْنُ الْاِبْنِ''۔ اور شیخ شرف الدین محمد ابن عبدالرشید السجاوندی تحریر فرماتے ہیں: ''اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ یُرْجَحُوْنَ بِقُرْبِ الدَّرَجَةِ یَعْنِیْ اَوْلٰهُمْ بِالْمِیْرَاثِ جُزْءُ الْمَیِّتِ اَیِ الْبُنُوْنُ ثُمَّ بَنُوْهُمْ'' (سراجی ۱۳ر) لیکن چچا اگر بطور صلہ رحمی یتیم بچوں کو اپنے باپ کی جائداد سے کچھ دیدے تو بہت ثواب پائے گا۔ چھوٹے بچوں کو اگر چہ مال کی ضرورت زیادہ ہے لیکن وراثت کی بنیاد قرابت پر ہے نہ کہ ضرورت پر۔ لہٰذا بیٹا کی موجودگی میں پوتا وارث نہ ہوگا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۷رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ مطابق ۳رمئی ۲۰۰۹ء بروز اتوار

مسئلہ: مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

والد کا نام سعید الرحمان خان انتقال ۱۴رجون ۱۹۹۳ء

والدہ کا نام زاہدہ سعید الرحمٰن خان انتقال ۵رمارچ ۲۰۰۹ء

بچوں کے نام

لڑکے (۱) شاہد (۲) ساجد (۳) ماجد

لڑکیاں (۱) شمع (۲) شہناز (۳) مسرت (۴) ناظمہ (۵) شاہینہ (۶) شبانہ

والد صاحب کے انتقال کے ۵رسال بعد بڑے لڑکے شاہد سعید الرحمٰن خان کا انتقال ہوا تو اس وقت ماں کا بارہ حصہ نکالنے کے بعد جائداد سے ان کا ایک حصہ (ایک دوکان) آیا وہ ان کو دے دیا گیا۔ پھر بڑی بہن شمع کا بھی حصہ دے دیا گیا۔

(۱) ماں کے انتقال سے پہلے سب سے چھوٹی بہن شبانہ کا انتقال ہوا۔اس کی جائداد کا حصہ ماں کے انتقال کے بعد ہوگا تو کیسے ہوگا، اس کی تفصیل بتائیں؟ شبانہ کی ایک چھوٹی بیٹی (ماہرہ)اور شوہر موجود ہیں۔

(۲) اور ایک مکان جو والد صاحب کے انتقال کے بعد لیا گیا لیکن اس میں پیسہ والد صاحب ہی کا تھا۔کسی بیٹے یا بیٹی نے کوئی پیسہ شامل نہیں کیا تھا۔اس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ اس کو تقسیم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا پھر وہ لڑکوں کی جائداد ہوگی؟ جیسا ہو بتائیں؟

المستفتیہ ۔مسرت سعید الرحمٰن خان

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

(۱) صورت مسئولہ میں ماں کے انتقال سے پہلے جو بچی فوت ہوگئی (شبانہ) اسکا شرعاً کچھ بھی حصہ ماں کی جائداد سے نہیں ہوتا ہے۔البتہ دوسرے ورثہ جو بقید حیات ہیں اگر وہ شبانہ کی اولاد کو کچھ مال ماں کی جائداد سے دے دیں تو بہت ثواب پائیں گے۔

(۲) والد صاحب کی رقم سے خریدا ہوا مکان مرحوم کے ورثہ کے درمیان علیٰ سبیل الارث تقسیم کرنا ضروری ہے

(ہکذا فی کتب الفقہیۃ)

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۳؍مئی ۲۰۰۹ء بروز سنیچر

حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: میں (نور جہاں زوجہ اکرام حسین شیخ) شریعت محمدیہ سے ایک مسئلہ کے حل کی متمنی ہوں۔ برائے مہربانی مناسب حل فرمائیں؟

ہمارا نکاح ۱۹۶۲ء میں ہوا۔ ہمارے نکاح سے پہلے میرے خاوند نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے

دیا۔اس طلاق نامہ کی نقل ہمارے پاس موجود ہے۔ اِن ۴۶ر برسوں کے دوران میرے خاوند کے اس طلاق شدہ عورت سے کسی بھی طرح کے کوئی مراسم نہیں تھے۔جس عورت کا ذکر میں نے رقعہ میں کیا ہے وہ عورت میرے خاوند کے نکاح میں آنے سے پہلے بھی شادی شدہ تھی اور بچوں کی ماں بھی تھی۔عرصۂ دراز تک وہ عورت اسی بلڈنگ میں جہاں ہم لوگ مع اہل وعیال رہائش پذیر تھے،ہم سے کچھ فاصلے پر پڑوس میں رہتی تھی۔لیکن کچھ عرصہ سے وہ لوگ یہاں پرنہیں رہتے تھے۔ان لوگوں نے اپنا مکان فروخت کردیا اور کہیں دوسری جگہ منتقل ہوگئے۔

لیکن آج جب میرے شوہراس دارفانی میں نہیں رہے تب اس عورت نے میرے مرحوم شوہر کی بیوی ہونے کا دعویٰ کیا اوراس کے بچوں کے والد ہونے کا دعویٰ کیا ہے اوران کی ملکیت میں اپنے اور بچوں کے حصے کا مطالبہ کیا ہے جبکہ ان سے کوئی اولاد نہیں ہے۔لہٰذا اس مسئلہ پر جو بھی شرعی حل ہو، رقم فرمائیں آپ کی مہربانی ہوگی۔

آپ کی مشکور:نور جہاں شیخ

ہیرا اپنا بلڈنگ شرما سوسائٹی روم نمبر۲۰۴ رنالا سوپارہ ویسٹ

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتیہ زوجۂ اولیٰ جو مطلقہ ہوکرمرحوم اکرام حسین سے بالکل منقطعۃ التعلق ہوچکی ہیں۔اورمرحوم اکرام حسین سے انہیں کوئی اولاد بھی نہیں ہے۔بایں صورت ان کو یعنی (زوجۂ اولیٰ) کومرحوم اکرام حسین کے ترکہ سے کچھ بھی حصہ نہ ملے گا۔اس لئے کہ وراثت کا تعلق قرابت پر ہے۔

اوراب جبکہ وہ مطلقہ ہوکرالگ ہوچکی ہیں تو کوئی قرابت نہ رہی۔البتہ اگرمرحوم سے انہیں کوئی اولاد ہوتی تو ضروراولاد کا حصہ ہوتا۔

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظوراحمد یارعلوی غفرلہ القوی

۳ر رجب المرجب ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۷ر جون ۲۰۰۹ء بروز سنیچر

السلام علیکم

مسئلہ: مسئلہ وراثت کا

مرنے والے کا نام۔ یعقوب عمر چھاپرا ماں کا نام خدیجہ بائی

وارث دار۔ نجمہ یعقوب چھاپرا (بیوی) سلیم یعقوب چھاپرا (لڑکا) سعید یعقوب چھاپرا (لڑکا) شریفہ یعقوب چھاپرا (لڑکی)

مرنے والے نے اوپر کے چار وارث دار چھوڑے ہیں۔ شریعت کے حساب سے دو لاکھ روپئے پر کیسے بٹوارہ ہوگا؟

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری) **''اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهِ وَكَفْنِهِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا يَبْقِيْ بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّا اَنْ يُجِيْزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً''**

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ما تقدم یعقوب عمر چھاپرا کے کل جائداد کے ٹوٹل چالیس حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے ۵؍حصے بیوی کو اور ۱۴؍۱۴؍ حصے لڑکوں کو اور ۷؍حصہ لڑکی کو ملے گا۔ تقسیم بالا کی روشنی میں دو لاکھ روپیوں کی تقسیم اس طرح ہوگی۔ پچیس ہزار روپئے نجمہ یعقوب چھاپرہ (بیوی) کو ملے گا اور ستر ستر ہزار روپئے لڑکوں کو اور پینتیس ہزار روپئے لڑکی کو ملے گا۔

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۹؍شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ مطابق یکم؍اگست ۲۰۰۹ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟
گذشتہ رمضان المبارک میں میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ پسماندگان میں بیوی ۵؍لڑکے اور ۴؍ لڑکیاں ہیں سب کی شادی ہوگئی ہے اور سب الگ الگ رہتے ہیں۔ والد صاحب نے اپنی حیات ہی میں تین لڑکوں کو الگ الگ مکان دے کر مالک بنادیا تھا اور یہ لوگ اس پر قبضہ بھی پا لئے تھے۔ والد کے انتقال کے چند روز بعد حق حصہ اور جائداد کے لئے لڑکوں میں رسہ کشی شروع ہوگئی۔ والد کی جائداد میں دو گالے ہیں جس کی قیمت پچاس لاکھ روپئے ہے۔ لڑکوں کا یہ نظریہ ہے کہ دونوں گالوں کو فروخت کر دیا جائے۔ اگر دونوں گالے فروخت ہوتے ہیں جن کی قیمت پچاس لاکھ روپئے ہے تو مذکورہ رقوم میں بیوی، پانچوں لڑکے اور چار لڑکیوں کا کتنا حصہ ہوگا؟ اور اگر گالہ فروخت نہ کیا جائے بلکہ کرایہ پر دے دیا جائے تو اس صورت میں آنے والا کرایہ میں کیا سب برابر کے حصہ دار ہوں گے یا کمی زیادتی کے ساتھ؟ قرآن وحدیث کی روشنی اس کا حل بتائیں؟ مہربانی ہوگی۔

فقط والسلام

فاطمہ بی

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ماتقدم مرحوم کی جائداد کے کل ایک سو بارہ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے ۱۴؍حصے بیوی کو ملیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ’’فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ‘‘ (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) اور ۱۴؍ ۱۴؍حصے لڑکوں کو ملے گا اور ۷؍۷؍حصے لڑکیوں کو ملیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ’’يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ‘‘ (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳؍آیت میراث)

واضح ہو کہ مال متروکہ جس کی قیمت پچاس لاکھ روپئے ہے تو اس کی تقسیم درج ذیل ہے۔ پچاس لاکھ میں سے چھ لاکھ پچیس ہزار روپئے بیوی کو اور اتنا ہی ہر لڑکے کو بعدہ تین لاکھ بارہ ہزار پانچ سو روپئے ہر لڑکی کو ملیں گے اور اگر اس کا کرایہ تقسیم کرنا ہو تو بھی اسی طرح تقسیم کیا جائے گا کہ کل کرایہ کا آٹھواں حصہ بیوی کو ملے گا اور مابقی میں لڑکوں کا دوگنا اور لڑکیوں کا ایک۔

اور رہے وہ تین مکانات جسے والد صاحب نے اپنی حیات ہی میں اپنے تین لڑکوں کو دے کر مالک بنا دیا تھا اور لڑکوں نے اس پر قبضہ بھی پالیا تھا وہ انہیں لڑکوں کی ملکیت ہو گی جنہیں والد صاحب نے دے دیا تھا۔اس لئے کہ وہ ہبہ کی صورت ہو گی اور ہبہ بعد قبضہ تام و مکمل ہو جاتا ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۹/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۰ھ مطابق ۷/ دسمبر ۲۰۰۹ء بروز پیر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

ایک مکان حلیمہ بی زوجہ مرحوم عبد الغنی مستری کے نام ہے جن کی بیٹی صغریٰ بی زوجہ عبد الرشید قریشی ہیں، انکے دو اولاد ہیں (۱) محمد اقبال قریشی (۲) سلطان ناصر قریشی

حلیمہ بی اور صغریٰ بی ان دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔مرحومہ صغریٰ بی کے انتقال کے بعد عبد الرشید قریشی نے دوسرا نکاح کیا اِس سے ۴/ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔لیکن مرحومہ حلیمہ بی نے مرنے کے بعد بھی مکان کا حق عبد الرشید قریشی کو نہیں دیا۔

اب دیکھا جائے تو سیدھا خون کے رشتہ کے حساب سے محمد اِقبال اور سلطان ناصر صحیح رشتہ دار بچے ہیں۔اور اب میں شرعی قانون کے حساب سے مفتی صاحب سے فتویٰ چاہتا ہوں کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کون مکان کا حقدار ہے اور کس کا کتنا فیصد ہوتا ہے؟ اس کا خلاصہ فرمائیں۔

فقط والسلام

سلطان ناصر قریشی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت

کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری)

''اَلتَّرْکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِھَازُالْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُ اُوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقٰی بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسِّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اھ ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ماتقدم مرحومہ صغریٰ بی کے شوہر کو مرحومہ کی جائداد سے چوتھائی ملے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''فَاِنْ کَانَ لَھُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْنَ'' (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) پھر مابقی مال کے دو حصے کئے جائیں گے۔ایک حصہ محمد اقبال قریشی اور دوسرا حصہ سلطان ناصر قریشی جو کہ مرحومہ کی سگی اولاد ہیں انہیں ملے گا۔

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۷/ربیع الغوث ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۳/اپریل ۲۰۱۰ء بروز منگل

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

زید کا انتقال ہوگیا،اس کے ترکہ میں ایک مکان ہے۔زید نے اپنے پیچھے بیوی دولڑکا اور ایک لڑکی چھوڑا۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ مرحوم کا ترکہ ان وارثوں میں کس طرح تقسیم کیا جائے؟

المستفتی: محمد عرفان قادری

غوثیہ مسجد میٹھا نگر گوریگاؤں ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں مرحوم زید کی بیوی کو کل مال کا آٹھواں حصہ ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ ''(پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) پھر مابقی مال کے کل پانچ حصے کئے جائیں گے۔جس میں سے لڑکوں کو دو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔جیسا

کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے :"یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِ کُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ "(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/۱آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۶/شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ مطابق ۷/اکتوبر ۲۰۱۰ء

محترم جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

مسئلہ: گزارش یہ ہے کہ میں فرخ آرا زین العابدین یہ عرض کرتی ہوں کہ میرے والد صاحب مرحوم عبدالرحیم کا انتقال ہو چکا ہے اور میں انکی اکلوتی لڑکی ہوں ۔ میرے علاوہ ان کی کوئی الاد نہیں ہے۔ میرے والد صاحب کی صرف ایک ہی بہن تھی ،کلثوم ان کی شادی نہیں ہوئی تھی ۔اور انکا انتقال بھی میرے والد صاحب کی موجودگی میں ہو چکا ہے اور والد صاحب کے چچا اور انکی اولادوں کا بھی انتقال میرے والد کی موجودگی میں ہو چکا ہے ۔باقی سب دور کے رشتہ دار ہیں ۔میرے والد کا بھی انتقال ہو چکا ہے ۔میرے والد کا مکان ہے ۔میرے والد صاحب کی چچازاد بہن کا لڑکا بچپن سے ہمارے یہاں آتا تھا بعد میں رہنے بھی لگا ۔حالانکہ اس کے والد کا مکان ہے ،اس کے بھائی بہن بھی ہیں ،ان کی بڑی فیملی ہے ۔اور وہ اب بھی ہمارے یہاں رہتا ہے ۔اس کی والدہ کا پہلے انتقال ہو چکا ہے ۔

اب وہ میرے والد کے مکان میں آدھا حصہ مانگ رہا ہے اور کہتا ہے کہ میرے والد کی وصیت اس کے پاس ہے ۔میرے والد ہر بات مجھے بتاتے تھے ۔لیکن انہوں نے کبھی بھی اس وصیت کا ذکر نہیں کیا نہ ہی کبھی یہ بتایا کہ وہ ان کا گود لیا بیٹا ہے ۔ وہ صرف یہی کہتے تھے کہ میری ایک ہی اولاد ہے ، وہ میری بیٹی ہے ۔

آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ شرع کے رو سے اور قرآن شریف کے حوالے سے اس میں اس کا حق ہوتا ہے یا نہیں ؟ اور اگر ہوتا ہے تو کتنا ؟ کیا میرے والد کے چچازاد بہن کے بیٹے کا حصہ میرے والد کی ملکیت میں ہوتا ہے یا نہیں ؟

المستفتیہ ۔فرخ آرا زین العابدین سید

الجواب هو الموفق للحق والصواب۔۔۔۔۔

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری) ''اَلتَّرِکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَاحُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِھَازُالْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیَبْدَأُاَوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہٗ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقِیْ بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسَّمُ الْبَاقِیْ بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اھ ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین برصدق مستفتیہ مرحوم کی نسبی اولاد کی موجودگی میں چچازاد بہن کے لڑکے کا کوئی حق شرعاً ثابت نہیں ہوتا۔مرحوم کی کل جائداد کا حق ان کی سگی اولاد فرخ آرا کو ملے گا۔البتہ اگر وصیت ثابت ہو جاتی ہے تو مرحوم کی جائداد کے ثلث یعنی (تہائی) حصے سے وصیت پوری کی جائے گی۔

نوٹ : ثبوت وصیت کے لئے مرحوم کی کوئی تحریر اوراس پر گواہ پیش کرنا ضروری ہوگا۔

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۹ر شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۷/۱۰/اکتوبر ۲۰۱۰ء بروز اتوار

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید کا انتقال ہوگیا، اس نے اپنے پیچھے ایک لڑکا تین لڑکیاں چھوڑیں۔لہٰذا صورت مسئولہ میں مرحوم کی جائداد کس طرح تقسیم کی جائے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

فقط والسلام

مشتاق احمد اشرفی

بلڈنگ نمبر ۱۵/امرت نگر، جوگیشوری (ویسٹ) ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری)''اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَربَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيَبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا يَبْقِىْ بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّا اَنْ يُجِيزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ماتقدم علی الارث زید کی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے پانچ حصے کئے جائیں گے۔جس میں سے دو حصہ لڑکے کو ملے گا اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ''(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں:

الحاج مزمل خان کا انتقال ہوا۔چار ۴/لڑکے پانچ ۵/لڑکیاں اور ایک بیوی ہے۔اور ترکہ تقریباً تین کروڑ کی مالیت کا ہے۔قرآن وحدیث میں کس وارث کا کتنا حصہ ہے اور ہر ایک کو کتنا کتنا ملے گا؟ بیان فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

المستفتی: ڈاکٹر محمد آصف خان

موتی لال نگر ۲/لنک روڈ گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین زوجہ کوآٹھواں حصہ ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکۡتُمۡ'' (پارہ چہارم سورہ نساء آیت۱۲) پھر باقی مال کے کل تیرہ حصے ہوں گے۔جس میں سے ۲/۲ رحصے لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیۡ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَاللّٰهِ وَعِلۡمُهٗ اَحۡکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۳ رصفر المظفر ۱۴۳۲ھ مطابق ۸ رجنوری ۲۰۱۱ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟

فقیر محمد صاحب کا انتقال ہوگیا، مرحوم نے اپنے مابعد پانچ لڑکے، چار لڑکیاں اور ایک بیوی چھوڑی ہے جس میں سے دو بچیوں کی شادی نہیں ہوئی ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مرحوم کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ حالانکہ سات بچوں کی شادی مرحوم کی ملکیت سے ہوئی ہے؟ اب مرحوم کی جائداد سے ان باقی بچیوں کی شادی کا خرچ نکال کر ترکہ تقسیم ہوگا یا بغیر شادی کا خرچ نکالے ہوئے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں کس کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد سلیم قریشی

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری)

''اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَاحُقُوۡقٌ اَرۡبَعَةٌ جِهَازُالۡمَيِّتِ وَدَفۡنُهٗ وَالدَّيۡنُ وَالۡوَصِيَّةُ وَالۡمِيۡرَاثُ فَيُبۡدَأُاَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَکَفۡنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيۡنِ ثُمَّ تُنۡفَذُ وَصَايَاهُ مِنۡ ثُلُثِ مَايَبۡقِیۡ بَعۡدَ الۡکَفۡنِ وَالدَّيۡنِ

اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسِّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اہ ملخصاً''

لہٰذاصورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین جناب مرحوم فقیر محمد صاحب کی کل جائداد کے پہلے آٹھ حصے کئے جائیں گے۔جس میں سے ایک حصہ ان کی زوجہ یعنی (بیوی) کو دیا جائے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ'' (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) پھر مابقی ۷؍حصوں کے کل چودہ حصے کئے جائیں گے جس میں سے ۲/۲ حصے لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِ کُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳؍آیت میراث) اور رہا دو بچیوں کے شادی کا خرچ کا مسئلہ تو یاد رہے وراثت کا دارومدار قرابت پر ہے نہ کی ضرورت پر۔اس لئے ان دو بچیوں کی شادی کے لئے مرحوم کی جائداد سے انہیں کچھ نہ ملے گا۔

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۳؍ربیع النور شریف ۱۴۳۲ھ مطابق ۷؍فروری ۲۰۱۱ء بروز پیر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ذیل کے مسئلہ میں؟

حاجی مزمل خان کا انتقال ہوا،جن کے چار ۴؍لڑکے پانچ ۵؍لڑکیاں اور ایک بیوی ہے۔دو لڑکے والد صاحب کے ساتھ کاروبار کرتے تھے جس میں سے ایک لڑکے کا انتقال والد صاحب کے انتقال کے ۲۲؍روز بعد ہو گیا،جس کے تین لڑکے تین لڑکیاں اور ایک بیوی ہے۔اور ایک لڑکا تقریباً ۲۲؍سال سے بالکل الگ رہتا ہے اور کاروبار بھی الگ کرتا ہے۔(اور مکان کی تعمیر پر جو قرض ہے وہ کہاں سے ادا کیا جائے گا) ایک لڑکا والدین کے ساتھ ہی رہتا ہے،لیکن کاروبار الگ کرتا ہے۔مرحوم مزمل خان کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ نیز جن لڑکوں نے الگ رہ کر جائداد لیا ہے،مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ اور بیوی نے جو مہر کی رقم سے مکان وغیرہ لیا ہے کیا وہ ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر ایک کا جواب تحریر فرمائیں؟ نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

المستفتی: ڈاکٹر محمد آصف خان

موتی لال نگر ۲؍لنک روڈ گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب۔ ۔ ۔ ۔ ۔

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے۔ ہیں اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

''اَلتَّرِکَةُ مُتَعلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَربَعَةٌ جِهَازُ الْمیِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّةُ وَالْمِیرَاثُ فَیَبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقِیٰ بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَ الْوَرَثَةُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسِّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین مرحوم مزمل خان کے کل جائداد کے آٹھ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے ایک حصہ ان کی بیوی (زوجہ) کو ملے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ'' (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲)۔ پھر مابقی ۷/حصوں کے کل تیرہ حصے ہوں گے۔ جس میں سے ۲/۲/حصے لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث) مرحوم حاجی مزمل خان کا وہ لڑکا جو حاجی مرحوم کے انتقال کے بعد انتقال کیا اس کا حصہ اس مرحوم لڑکے کے وارثوں کو ملے گا۔ اور بیوی کے مہر سے خریدا گیا مکان ترکہ میں شامل نہیں ہوگا۔ رہے مرحوم کے وہ لڑکے جو الگ رہ کر خود کی کمائی سے جائداد وغیرہ لئے ہیں، وہ مرحوم حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل نہیں ہوگا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۳/ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۷/فروری ۲۰۱۱ء بروز دوشنبہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان اسلام اس مسئلہ میں؟

اللہ بخش اور احمد علی دو سگے بھائی ہیں اور انکی مشترکہ زمین پر ایک کمرشیل عمارت ہے۔ دونوں بھائیوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان میں اول الذکر کے ایک لڑکا حاجی محمد انور پٹیل اور ایک لڑکی سکینہ ہے اور دوسرے کی اولاد میں ایک لڑکا حاجی محمد صادق اور دو لڑکیاں، یاسمین اور ممتاز ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مرحومین کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد انور پٹیل

یاری روڈ، ورسوا، اندھیری ممبئ

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائیگی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَاحُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُالْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُأَوَّلَا بِجِهَازِهِ وَكَفَنِهِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِى بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّااَنْ يُجِيزَالْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین اولاً اللہ بخش اور احمد علی ان دونوں کی مشترکہ جائداد کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ پھر اس جائداد کو ان کے ورثہ میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا۔ اول الذکر مرحوم اللہ بخش کے جائداد کے کل تین حصے ہونگے۔ جس میں سے الحاج محمد انور پٹیل کو دو حصہ ملے گا اور انکی بہن سکینہ کو ایک حصہ ملے گا۔ اور اسی طرح مرحوم احمد علی کے جائداد کے کل چار حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے حاجی محمد صادق پٹیل کو دو حصہ ملے گا اور ایک ایک حصہ ان کی بہنوں کو یعنی یاسمین اور ممتاز کو ملے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:’’ یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ،، (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/۱۳ آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۳/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۹/نومبر ۲۰۱۱ء بروز منگل

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں؟

زید کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں جو سب شادی شدہ ہیں۔ بڑے بیٹے کو نافرمان ہونے کی وجہ سے حصہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔زید کا انکار کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ زید کی موجودگی میں بیٹے کا انتقال بھی ہو گیا، جس نے بیوی، ایک بیٹا اور تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ یہ سب بھی شادی شدہ ہیں۔مگر مرحوم کی بیوی کو دیوروں نے ایک گھر رہنے کے لئے دلوایا تھا۔جسکو مرحوم کی بیوی نے بغیر اجازت بیچ دیا اور شادی کر لی۔ گھر بیچ کر فلیٹ بھی خرید لیا۔ بڑے مرحوم بیٹے کے بچوں کا مرحوم زید کی جائداد میں حق حصہ ہے کہ نہیں اگر ہے تو تشریح فرمائیں؟

نوٹ : جو مکان بغیر اجازت بیچ دیا اسکا کیا حکم ہے تشریح فرمائیں عنایت ہوگی۔

فقط والسلام

الجواب هو الموفق للحق و الصواب. . . . .

(۱) صورت مسئولہ میں زید کا اپنے بڑے بیٹے کو نافرمانی کی وجہ سے عاق کرنا درست نہیں ہے۔ توریث ورثہ بحکم شریعت ہے نہ کہ بر بنائے فرماں برداری۔ (ھٰکذا فی فتاویٰ فیض الرسول)

(۲) بڑے لڑکے کا انتقال چونکہ والد کی حیات ہی میں ہو گیا ہے۔اس لئے اس مرحوم لڑکے کی اولاد، بیوی جو زید کے پوتے پوتیاں اور بہو ہیں، انہیں زید کی دوسری اولاد کی موجودگی میں کچھ نہ ملے گا۔ (ھٰکذا فی فتاویٰ فیض الرسول ص/۷۳۸)

(۳) مرحوم کی بیوی کو دیوروں نے جو مکان دلوایا تھا اگر اسے خرید کر مالک بنا دیا تھا تو اسے اختیار ہے

جو چاہے کرے، بیچے یا رکھے؟ اور اگر صرف رہنے کے لئے دیا تھا مالکانہ حق نہیں دیا تھا تو مرحوم کی بیوی کا بیچ دینا قطعاً درست نہیں ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَ الْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۹/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۵/دسمبر ۲۰۱۱ء بروز جمعرات

از شیخ ابرار حسین

کرنجیا بلڈنگ، ا/منزلہ، فلیٹ نمبر بی۔۴/شو بازار کے سامنے، گرانٹ روڈ (ایسٹ)

جناب مفتی صاحب السلام علیکم

مسئلہ: میں جملہ عبارت لکھنے والا شیخ ابرار حسین ساکن ممبئ، والد صاحب کے وارثوں میں جو بہنوں کا حصہ ۱۴/لاکھ بنتا تھا کسی وجہ سے ادا کرنے میں تاخیر ہوگئی اور اِس دوران میری دونوں بہنوں کا انتقال ہوگیا۔ جس کا مجھے بہت افسوس اور دل پر بوجھ ہے۔ اب میں وہ حصہ مرحومہ کے بچوں کو دینا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی جاننا چاہتا ہوں شریعت کی رو سے اس کی ادائیگی ان بچوں میں کِس طرح ہوگی؟ مثلاً ایک بہن کے بچوں میں پانچ لڑکیاں اور دولڑکے ہیں۔ سبھوں کی شادی ہوچکی ہے۔ لیکن دولڑکیوں ک انتقال ماں کی حیات میں ہوگیا ہے، مگر ان کے بچے ہیں۔ اور دوسری بہن کے چار لڑکے اور تین لڑکیاں اور شوہر موجود ہیں۔ جن میں سے چار بچوں کی شادی ہوچکی ہے۔ ایک لڑکا اور دولڑکی کی شادی ابھی باقی ہے۔ وارثوں کا حصہ ان میں کس طرح تقسیم کیا جائے؟ برائے مہربانی اسلام وشریعت کی روشنی میں بتانے کی زحمت کریں؟ نوازش ہوگی۔

الجواب هو الموفق للحق و الصواب. . . . .

(۱) صورت مسئولہ میں ۷/۷/لاکھ روپئے ابرار حسین کی بہنوں کے ہوئے اول الذکر متوفیہ کی اولاد میں تین لڑکیاں اور دولڑکے بوقت مرگ موجود تھے، یہی اس کے وارث ہیں۔ علاوہ ان کے اگر اور کوئی وارث نہیں ہیں تو مذکورہ رقم ۷/لاکھ کے کل ۷/حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے لڑکوں کو ۲/۲/حصہ ملے

گا اور لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا اور جو لڑکی ماں کی حیات میں انتقال کر گئی، اس کے بچوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

(۲) دوسری متوفیہ کی اولاد میں چار لڑکے، تین لڑکیاں اور شوہر موجود ہیں۔ ان کے حصے کی رقم ۷/لاکھ روپئے میں سے چوتھائی شوہر کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ'' (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) پھر مابقی رقم کے کل گیارہ حصے ہوں گے۔ جس میں سے ۲/۲/حصے لڑکوں کو ملیں گے اور ۱/۱/حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۰/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۵/جنوری ۲۰۱۲ء

جناب مفتی صاحب السلام علیکم

مسئلہ: میرے والد کی جائداد تھی جو (۷۵۰۰۰۰) روپئے میں بکی ہے۔ میرے والد اور والدہ انتقال کر چکے ہیں اور اب اس جائداد کے دو وارث ہیں، ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ اس جائداد کا بٹوارہ کرنا ہے۔ میرے والد کی حیات میں ان کے ڈاکٹر کے علاج اور دوا کے لئے ایک لاکھ چودہ ہزار پانچ سو (۱۱۴۵۰۰) روپئے کی رقم خرچ ہوئی، جو اب بھی کسی کو قرض کی ادائیگی کرنا باقی ہے۔ اور یہ جائداد اس لئے بیچی گئی تاکہ قرض کی ادائیگی کر سکیں۔ اب نہ تو میری اتنی حیثیت ہے کہ میں اکیلا قرض کی ادائیگی کر سکوں نہ میری بہن کی اتنی حیثیت کہ وہ اکیلی قرض کی ادائیگی کر سکے۔ اب آپ بتائیں جو رقم جائداد بیچ کر حاصل ہوئی ہے اس رقم کا بٹوارہ کیسے کریں؟ اور کس طرح قرض کی ادائیگی کریں؟ اور کس کے حصے میں کتنی رقم آئے گی؟

میری والدہ کا داگینہ تھا، جس کی قیمت تراسی ہزار چھ سو چوسٹھ (۸۳۶۶۴) روپئے تھی۔ میری بہن قرض کی ادائیگی کئے بغیر جبراً داگینے کی آدھی رقم اکتالیس ہزار آٹھ سو بتیس (۴۱۸۳۲) روپئے لے کر چلی گئی۔ اب آپ مسئلہ کا حل جلد از جلد تحریری شکل میں عنایت فرمائیں۔

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائیگی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری)''اَلتَّرِکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِھَازُ الْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیَبْدَأُ اَوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفْنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقِیْ بَعْدَ الْکَفْنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَ الْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسَّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اہ ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی الاثنین من الاثنین والد کی جائداد سے بعد ادائیگی قرض بچی ہوئی رقم اور والدہ کے داگینے کی رقم ملا کر اولاد مذکور میں اسطرح تقسیم ہوگی کہ کل مال کے تین حصے ہوں گے۔جس میں سے لڑکے کو دو حصہ ملے گا اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ''(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/۱آیت میراث)جس کی تفصیل یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کے بعد بچی ہوئی رقم سے چار لاکھ انیاسی ہزار چار سو بیالیس (۴۷۹۴۴۲)روپے لڑکے کو ملیں گے اور دو لاکھ انتالیس ہزار سات سو اکیس (۲۳۹۷۲۱)روپئے لڑکی کو ملے گا۔

هٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۵/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۷/مئی ۲۰۱۲ء بروز جمعرات

جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: مکان ان کے نام ہے: حلیمہ بی مرحوم عبدالغنی مستری(شوہر)،صغریٰ بی دختر مرحومہ حلیمہ بی(بیٹی)،مرحومہ صغریٰ بی کے شوہر عبدالرشید قریشی۔

مرحومہ صغریٰ بی عبدالرشید قریشی کے دو بیٹے (۱) محمد اقبال قریشی (۲) سلطان ناصر قریشی

صغریٰ بی کے انتقال کے بعد عبد الرشید قریشی نے دوسرا نکاح کیا اس سے چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہوئے۔لیکن مرحومہ حلیمہ بی نے اپنی بیٹی صغریٰ بی کے انتقال کے بعد مکان کا حق اپنے داماد عبد الرشید قریشی کونہیں دیا، بعدہ حلیمہ بی کا انتقال ہوگیا۔اوراس کے بعد عبد الرشید قریشی کا بھی انتقال ہوگیا۔اب فی الحال مرحوم عبد الرشید قریشی کی دوسری بیوی اوران کے بچے اور پہلی بیوی مرحومہ صغریٰ بی کے دو بیٹے بقید حیات ہیں۔صورت مسئولہ میں حلیمہ بی کے مکان کا اصل وارث کون ہوگا؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: سلطان ناصر قریشی

مڑھ آئی لینڈ ملاڈ

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری) ''اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُ أُوَّلًا بِجِهَازِهِ وَكَفَنِهِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا يَبْقِىٰ بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّا اَنْ يُجِيْزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً''

لہٰذا بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین صورت مسئولہ میں مرحومہ حلیمہ بی کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے وارث ان کے دونوں نواسے (۱) محمد اقبال قریشی (۲) سلطان ناصر قریشی ہیں۔عبد الرشید قریشی اوران کی زوجہ اوراس زوجۂ ثانیہ کی اولاد کا کوئی حصہ شرعاً نہیں ہوتا ہے۔

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۴؍رجب المرجب ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۶؍مئی ۲۰۱۲ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں؟

میری بچی جو شادی شدہ تھی اس کا انتقال ہوگیا، اس کو کوئی اولاد نہیں ہے۔ اس کا شوہر ہے، اس کی ماں اور میں ہوں۔

(۱) سوال یہ ہے کہ بچی کو جو کچھ جہیز میں دیا گیا تھا اس کا مالک کون ہوگا؟

(۲) بچی کو میں نے کچھ روپیہ دیا تھا بطور ہدیہ اس میں سے اس نے کچھ قرض دے رکھا ہے۔ وہ روپیہ کس کو ملے گا؟

(۳) میری بچیوں نے مجھے اپنا زیور کاروبار میں لگانے کے لئے دیا تھا۔ مگر میں نے اسے نامناسب سمجھ کر کاروبار میں نہیں لگایا بلکہ اپنی طرف سے کچھ قرض لے کر کاروبار میں اس نیت سے لگایا کہ اگر کچھ نفع ہوگا تو میں بطور صلہ رحمی ان کو دیا کروں گا۔ مگر میں نے ان کو اس کا مالک نہیں بنایا تھا۔

(۴) اسکے مہر کے روپئے بھی رکھے ہوئے ہیں۔ اس کا کیا کیا جائے؟ کیا اسکو صدقہ کیا جا سکتا ہے؟ ہم لوگ مہر کے پیسے مکہ بھیجا کرتے ہیں۔

(۵) دفن میں جو خرچ ہوا ہے، کیا اسکو اس کے مال سے لیا جاسکتا ہے؟

(۶) اس کی دوا میں جو خرچ ہوا ہے، وہ کس کے ذمہ ہے؟ کیا اس کو ترکہ سے لیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: نیاز احمد قادری حاجی احمد یوسف

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری) ''اَلتَّـرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَاحُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُالْمَيِّتِ وَدَفْـنُـهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيْرَاثُ فَيُبْدَأُاَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِیْ بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّااَنْ يُجِيْزَالْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِیْ بَيْنَ الْوَرَثَةِ اھ ملخصاً''

لہٰذا بعد تقدیم ماتقدم صورت مسئولہ میں متوفیہ کی کل میراث اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگی۔

(۱) حدیث شریف ہے: ''الجھاز لِلعروسِ'' یعنی جہیز کی مالکہ عورت ہے۔لہٰذا یہ ترکہ میں شامل ہوگا۔

(۲) آپ نے جو رقم بچی کو ہدیۃً دیا تھا اگر اس نے رقم مذکور پہ قبضہ بھی پالیا تھا تو وہ بھی اس کی ملکیت ہوگی اور ترکہ میں شامل ہوگی۔

(۳) متوفیہ کا زیور ترکہ میں شامل نہیں ہوگا۔

(۴) مہر کی رقم بھی ترکہ میں شامل ہوگی۔

(۵) کفن دفن کے اخراجات میت کے ترکہ سے پورے کئے جائیں گے۔

(۶) دوا کے اخراجات متوفیہ کے مال سے پورے کئے جائیں گے۔

نوٹ: آپ کی دی ہوئی رقم بشکل ہدیہ جس میں سے متوفیہ نے کسی کو بطور قرض دے رکھا ہے، وہ رقم بھی بعد محصول ترکے میں شامل کی جائے گی اور درمیان ورثہ مقسوم ہوگی۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۹ر جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۱ رمئی ۲۰۱۲ء بروز پیر

حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے کرام ذیل کے مسئلہ میں؟

زید کی بیوی اور دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جو بالغ ہیں، زید کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے۔ازروئے شرع زید کی ملکیت سے بیوی بچوں کو کتنا حصہ دینا چاہئے؟ بیان فرمائیں؟ کرم ہوگا۔

المستفتی: جاوید یوسف میمن

الجواب هو الموفق للحق والصواب۔۔۔۔۔

معلوم ہونا چاہئے کہ وراثت کا قانون آدمی کے انتقال کے بعد نافذ ہوتا ہے۔لہٰذا صورت مسئولہ

میں زید کی ملکیت سے کچھ بھی مطالبہ اس کی حیات میں نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں بعد انتقال ضرور وارثوں کو مرحوم کی ملکیت سے حصہ ملے گا۔اس ترتیب سے کہ بعد تجہیز و تکفین وادائے دَین وقضاء وصیت در ثلث کل مال کا آٹھواں حصہ بیوی کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ ''(پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) پھر مابقی مال کے تین حصے ہوں گے۔جس میں سے ۲ر حصے لڑکے کو ملیں گے اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیۡ اَوۡلَادِ کُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ''(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳ر آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیۡ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَاللّٰهِ وَعِلۡمُهٗ اَحۡکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۷ر ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق ۴ر ۱۰ر اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز جمعرات

حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

مسئلہ: میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ چار لڑکے اور تین لڑکیاں اور ایک سوتیلی ماں جو کہ دو لڑکی لے کر آئی تھیں، اور اب سوتیلی والدہ بھی انتقال کر چکی ہیں۔ والد صاحب نے سوتیلی والدہ کو ایک مکان دیکر یہ وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری بیوی کو یہ مکان دے کر اور جائداد سے حصہ نہ دینا۔ نیز سوتیلی والدہ کے پاس دو لڑکیوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا وارثین میں تقسیم مال کس طرح ہوگی؟

الجواب هو الموفق للحق والصواب. . . . .

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری)''اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوۡقٌ اَرۡبَعَةٌ جِهَازُ الۡمَیِّتِ وَدَفۡنُهٗ وَالدَّیۡنُ وَالۡوَصِیَّةُ وَالۡمِیۡرَاثُ فَیُبۡدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَکَفۡنِهٖ ثُمَّ بِالدَّیۡنِ ثُمَّ تُنۡفَذُ وَصَایَاهُ

مِنۡ ثُلُثِ مَایَبۡقِیۡ بَعۡدَ الۡکَفَنِ وَالدَّیۡنِ اِلَّااَنۡ یُجِیۡزَالۡوَرَثَۃُ اَکۡثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسَّمُ الۡبَاقِیۡ بَیۡنَ الۡوَرَثَۃِ اھ ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین صورت مسئولہ میں آپ کے والد مرحوم کی کل جائداد کا پہلے آٹھواں حصہ آپ کی سوتیلی ماں کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکۡتُمۡ ''(پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) پھر مابقی مال کے کل گیارہ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے ۲/۲ حصے لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡ اَوۡلَادِ کُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ''(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث) آپ کی سوتیلی بہنوں کا آپ کے والد مرحوم کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ آپ کے والد مرحوم نے اگر آپ کی سوتیلی ماں کو مکان مذکور دیکر اس پر قبضہ دے دیا تھا تو وہ مکان انہیں کا ہے۔

بصورت دیگر والد مرحوم کی وصیت آپ کی سوتیلی ماں کے لئے نافذ العمل نہ ہوگی۔ مذکورہ مکان بھی ترکہ میں شامل ہوگا۔ جیسا کہ ''لا وصیۃ لوارث ''کی حدیث سے ظاہر ہے اور اگر سوتیلی ماں کے لئے مکان کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے تو اس مکان میں اب دونوں بہنوں کا برابر برابر حصہ ہوگا۔

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیۡ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَاللّٰہِ وَعِلۡمُہٗ اَحۡکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۲/صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۶/دسمبر ۲۰۱۲ء بروز بدھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں؟

زید نے دو شادیاں کی اور مرحوم کی حیات میں ان دونوں بیویوں کا انتقال ہوگیا۔ پہلی بیوی سے ۵/ لڑکے اور ایک لڑکی ہے اور دوسری بیوی سے ایک لڑکا ہے۔

پہلی بیوی کے دو لڑکوں کا انتقال زید کے انتقال کے بعد ہوا، اور ان دونوں لڑکوں کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ مرحوم زید کی متروکہ دو منزلہ عمارت بشکل اسکول ۳/فلیٹ موجود ہے جو بکر کی تحویل میں ہے، جس کا کرایہ تقریباً ۴۰/سال سے وصول کر رہا ہے اور دوسرے بھائی بہنوں کو اس کرایہ سے کوئی حصہ اب تک

نہیں دیا۔مرحوم زید کے بچوں نے ۱۹۷۶ء میں اسکول کی قیمت آپس میں طے کر کے فی کس تیرہ ہزار پانچ سو ۱۳۵۰۰/روپئے مقرر کئے۔ مرحوم زید کے ایک لڑکے کو بکر نے ۱۹۷۶ء میں صرف سات ہزار ۷۰۰۰/روپئے دیئے اور بقیہ رقم اب تک نہیں دیا۔اس وقت اسکول کی قیمت تقریباً ۵۰/لاکھ روپئے ہے۔ اس لڑکے کو جس کو صرف ۷۰۰۰/ ہزار روپئے ملے تھے۔شریعت مطہرہ کے مطابق اس وقت اس کا کتنا حصہ ہوگا؟ تفصیل وار جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائیگی پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری) ''اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيْرَاثُ فَيُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفْنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِيْ بَعْدَ الْكَفْنِ وَالدَّيْنِ اِلَّااَنْ يُجِيْزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ مستفسرہ میں زید کی متروکہ جائداد کی قیمت طے کر کے جو بٹوارہ آپس میں کیا گیا وہ درست نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی اعتبار۔اس لئے کہ ورثہ کا حصہ متعین ومختص ہے۔بعد انتقال وہی نافذ العمل ہوگا۔اب برصدق انحصار ورثہ زید مرحوم کی جائداد ان کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل مال کے ۱۳/حصے کئے جائیں گے ۲/۲حصہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِ كُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ''(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث) پھر ان دو مرحوم لڑکوں کا حصہ انکے ورثہ میں دوبارہ تقسیم ہوگا۔

نوٹ: ۴۰/سال کا حاصل شدہ کرایہ بھی اسی ترتیب سے سب لوگوں میں تقسیم ہوگا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۵/جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۳۴ھ مطابق ۷/اپریل ۲۰۱۳ء بروز اتوار

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں؟

مرحومہ مالن بی کا انتقال ہوگیا انھوں نے ۵؍لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑیں۔ مرحومہ مالن بی کا ترکہ ان کے وارثوں میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ ازروئے شرع بیان فرمائیں؟

فقط والسلام

محمد حسین خان

میٹھانگر، گورے گاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَیِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّةُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَکَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقٰی بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّا اَنْ یُجِیْزَ الْوَرَثَةُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسَّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَةِ اھ ملخصاً“

لہٰذا صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین مرحومہ مالن بی کے کل مال کا تیرہ ۱۳؍حصہ کیا جائے گا۔ جس میں سے ۲؍۲؍حصہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ”یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ“ (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳؍آیت میراث)

هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۷؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۸؍مئی ۲۰۱۳ء بروز منگل

بخدمت اقدس حضرت علامہ مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: خدمت عالیہ میں عریضہ یہ ہے کہ وراثت کا مسئلہ قابل غور ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ محمد اسد شیخ نے ایک بیوی، چار لڑکے، ایک لڑکی اور ایک نواسی چھوڑی۔ مرحوم محمد اسد شیخ کے چند دوکان ومکان کرایہ پر چلتے ہیں۔ بعد وصال دوکان ومکان کا کرایہ وارثوں میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ آپ سے گزارش ہے کہ جواب عنایت فرمائیں؟

فقط والسلام

محمد رئیس شیخ

موتی لال نگر۲، گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب۔۔۔۔۔

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيْرَاثُ فَيُبْدَأُ أَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقٰى بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّااَنْ يُجِيْزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً“

لہٰذا صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین مرحوم محمد اسد شیخ کے ترکہ سے حاصل شدہ کرایہ سے آٹھواں حصہ مرحوم کی بیوی کو ملے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے **”فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ“** (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) بعدہٗ مابقی مال کے کل نو ۹ ر رحصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے ۲/۲ رحصہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:” **يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِ**

کُمُ لِذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْن‘‘(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/۱۲ آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۱/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق یکم/جون ۲۰۱۳ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں؟

محفوظہ یعقوب (پتر اوالا) کا انتقال ہوگیا ہے۔انہوں نے ۲/ بھائی اور چار بہنیں چھوڑی ہیں۔ علاوہ اس کے اور کوئی وارث ان کا نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مرحومہ محفوظہ کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا۔قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

فقط والسلام

غلام محمد مصطفیٰ، ورسوا، اندھیری، ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

’’اَلتَّرْکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُالْمَیِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّةُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُاَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَکَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقٰی بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَةُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسَّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَةِ اھ ملخصاً‘‘

لہٰذا صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین مرحومہ کی کل جائداد کا آٹھ ۸/حصہ کیا جائے گا۔جس میں سے ۲/۲ حصہ بھائیوں کو ملے گا اور ایک ایک حصہ بہنوں کو

ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:'' لِـلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ '' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۱/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۶/نومبر ۲۰۱۳ء بروز منگل

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل سوال کے متعلق؟

زید اور بکر دو بھائی ہیں اور ان کی پراپرٹی اسّی لاکھ کی ہے۔ یہ دونوں بھائی برابر کے شریک ہیں۔ زید اور بکر انتقال کر گئے ہیں۔زید کے وارثوں میں ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں اور بکر کے وارثوں میں دو بیٹی اور دو بیٹے ہیں۔اب زید اور بکر کے وارثوں کو کتنا کتنا ملے گا؟

شریعت کے مطابق جواب مرحمت فرمائیں؟ عین کرم ہوگا۔

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں اگر ان کے علاوہ کوئی اور وارث نہیں ہے تو زید کے حصے یعنی چالیس لاکھ (۴۰۰۰۰۰۰) میں پانچ حصہ کیا جائے گا۔دو دو حصہ انکے لڑکوں کو ملے گا اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔

اور بکر کے چالیس لاکھ (۴۰۰۰۰۰۰) میں کل چھ حصے کئے جائیں گے۔دو دو حصہ ان کے بیٹوں کو ملے گا اور ایک ایک حصہ دونوں بیٹیوں کو ملے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:'' یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ '' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۶/ربیع الاول شریف ۱۴۳۵ھ مطابق ۸/جنوری ۲۰۱۴ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں؟
زید نے پہلے ایک شادی کیا جس سے تین بچے ہیں: ایک لڑکی دولڑکے۔اور اس کے بعد زید نے ایک بیوہ عورت ہندہ سے شادی کی جسے پہلے شوہر سے تین بچیاں تھیں ان کی پرورش کرکے شادی کردی۔ وہ بچیاں اپنے سسرال میں خوشی خوشی رہ رہی ہیں۔اب ہندہ کہتی ہے کہ تمہاری پراپرٹی میں ہمارے بچیوں کا بھی حق ہے۔کیا ان بچیوں کا حصہ شرعاً ہے یا نہیں؟ جواب تحریر فرمائیں؟

فقط والسلام

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں ہندہ کی وہ تینوں بچیاں جو پہلے شوہر سے ہیں ان کا زید کی پراپرٹی میں شرعاً کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے۔اس لئے کہ نفاذ وراثت قرابت پر ہے نہ کہ ضرورت پر۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۹/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۳۱/ مارچ ۲۰۱۴ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین وراثت کے اس مسئلہ میں؟
زید کے انتقال کے بعد وراثت کی تقسیم کس طرح کی جائے؟ یا اس کے لئے وصیت کرنا ضروری ہے؟ زید کے وارثوں میں ایک بیوی ایک فرزند اور دو۲/ دختر ہیں کس طرح ترکہ تقسیم کیا جائے جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فقط والسلام
عبدالغنی احمد ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

''اَلتَّرْكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَاحُقُوْقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُالْمَيِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيْرَاثُ فَيُبْدَأُاَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقٰى بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ

اِلَّااَنْ یُجِیْزَ الْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسِّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اہ ملخصاً''

آدمی کے انتقال کے بعد سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ بعدہٗ اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ بعدہٗ مابقی مال کے ثلث سے اس کی وصیت پوری جائے گی اگر وصیت میت نے کی ہو ورنہ نہیں۔ ہاں باجازت ورثہ ثلث سے زائد میں بھی وصیت جاری ہو جائے گی۔ بعدہٗ کل بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کر دیا جائے گا۔۔

صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ماتقدم زید کی بیوی کو کل مال کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ ''(پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) بعدہٗ مابقی کل مال کے چار حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے ۲/ حصہ لڑکے کو ملے گا اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِ کُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ''(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/ آیت میراث)

نوٹ: وارثوں کے لئے وصیت جائز نہیں جیسا کہ '' لا وصیۃ لوارث'' کی حدیث سے ظاہر ہے۔

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۹/ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

مرحوم حاجی یوسف قاسم کی تین بیویاں تھیں:

(۱) حاجہ بائی ان کے بطن سے دو بچے تھے: (۱) زبیدہ بانو (۲) محمد حسین

پہلی بیوی حاجہ بائی کی وفات مرحوم حاجی یوسف کی زندگی میں ہی ہو گئی تھی اور زبیدہ بیٹی کا انتقال حاجی یوسف کے انتقال کے بعد ہوا۔ انہوں نے اپنے پیچھے شوہر، دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑے اور بیٹا محمد حسین کا انتقال حاجی یوسف کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ مرحوم حاجی یوسف کی دوسری بیوی فاطمہ بائی ان کے بطن سے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں:

بیٹے (۱) ابوبکر (۲) عبدالقادر (۳) عبدالرحیم (۴) عبدالرزاق
بیٹیاں (۱) حوابائی (۲) خدیجہ بانو (۳) فیروزہ بانو

حاجی یوسف کی دوسری بیوی فاطمہ بائی کا انتقال بھی حاجی یوسف کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا اوران کے بطن کے لڑکے ابوبکر کا انتقال بھی حاجی یوسف کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا اوردوسرا بیٹا عبدالقادر کا انتقال حاجی یوسف کے وفات کے بعد ہوا۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک لڑکا اور ایک بیوی چھوڑا۔ اور تیسرا بیٹا عبدالرحیم حیات سے ہے اور چوتھا بیٹا عبدالرزاق بھی حیات سے ہے اوران کے بطن کی تینوں بیٹیوں میں سے دوکا انتقال حاجی یوسف کے انتقال کے بعد ہوا۔

حوابائی نے اپنے پیچھے شوہر چار بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ اوردوسری بیٹی خدیجہ بانو نے اپنے پیچھے دولڑکے اور دولڑکیاں چھوڑیں۔ اورتیسری بیٹی فیروزہ بانو باحیات ہے۔

اورحاجی یوسف کی تیسری بیوی حور بائی حاجی یوسف مرحوم کی موت کے وقت حیات سے تھیں۔ اور ان کے بطن سے تین لڑکے: (۱) عبدالمجید (۲) عبدالغنی (۳) احمد اور ایک بیٹی عابدہ بانو، یہ سب حیات ہیں۔ حاجی یوسف مرحوم کی جائداد، ان کی اولاد میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ ازروئے شرع جواب عنایت فرمائیں؟ کرم ہوگا۔

فقط والسلام
المستفتی: حاجی احمد یوسف
موتی لال نگر۲ رگوریگاؤں ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چارطرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیزوتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری) ''اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُ أَوَّلًا بِجِهَازِهِ وَكَفَنِهِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ

مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقِیْ بَعْدَ الْکَفْنِ وَالدَّیْنِ اِلَّااَنْ یُجِیْزَالْوَرَثَةُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسَّمُ الْبَاقِیْ بَیْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً"

لہٰذا صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی مرحوم حاجی یوسف قاسم صاحب کا ترکہ بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل مال کا ایک سو چھتیس حصہ کیا جائے گا۔ جس میں سے ۱۷/حصے ان کی زوجہ حور بائی کو ملے گا جو حاجی مرحوم کے انتقال کے وقت باحیات تھیں۔ بعدہٗ ۱۴/۱۴/حصے ان کے لڑکوں اور ۷/۷/حصے لڑکیوں کو ملیں گے جو بوقت انتقال باحیات تھے۔

بعدہٗ مرحومہ زبیدہ کا ترکہ ان کے ورثہ میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل مال کے ۲۴/حصے کئے جائیں گے۔ شوہر اور لڑکوں کو ۶/۶/حصے ملیں گے اور لڑکیوں کو ۳/۳/حصہ ملے گا۔

بعدہٗ مرحوم عبدالقادر کا ترکہ ان کے ورثہ میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل مال کے آٹھ ۸/حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ ان کی زوجہ کو ملے گا اور سات حصہ ان کے لڑکے کو ملے گا۔

بعدہٗ مرحومہ حوا بائی کا ترکہ ان کے ورثہ میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل مال کے چالیس ۴۰/حصے کئے جائیں گے۔ دس ۱۰/حصہ ان کے شوہر کو ملے گا اور ۶/۶/حصہ ان کے لڑکوں اور ۳/۳/حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ بعدہٗ مرحومہ خدیجہ بانو کا ترکہ ان کے ورثہ میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل مال کے ۶/حصے کئے جائیں گے۔ ۲/۲/حصہ لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۰/شوال المکرّم ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۹/ستمبر ۲۰۱۱ء بروز پیر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں؟

اسلام وشریعت محمدی ﷺ کی روشنی میں کہ مرحومہ عائشہ اسماعیل اونا والا انتقال ۱۴/دسمبر ۲۰۱۳ء ممبرا کوسہ۔ انتقال کے بعد ایک فلیٹ چھوڑ گئیں جس کی قیمت دس ۱۰/لاکھ (۱۰۰۰۰۰۰) روپئے ہے۔ مرحومہ عائشہ اسماعیل کے صرف چار وارث تھے دو لڑکے اور دو لڑکیاں۔ جس میں سے ایک لڑکے کا انتقال مرحومہ کی حیات ہی میں ہوگیا۔ اب رقم کس طرح تقسیم کریں؟

(۱) مرحوم محمد یٰسین حاجی اسماعیل جس کے دولڑکے تین لڑکیاں اور ایک بیوی شامل ہے۔ رہائش کوسہ ممبرا
(۲) محمد امین حاجی اسماعیل ایک بیوی اور دو بچے شامل ہیں۔ رہائش ورسوا، اندھیری
(۳) فریدہ سلیم سید رہائش ممبرا کوسہ (۴) منیرہ احمد سالم رہائش ممبرہ کوسہ

ضروری نوٹ: اگر مرحومہ اپنی حیات میں بچوں کو یہ کہہ گئی ہوں کی چاروں بچے برابر بانٹ لینا۔ بھلے پھر کسی بچے نے زندگی میں کسی بھی طرح کا خانہ خرچ یا خدمت کی یا نہ کی ہو والدین کی۔ جب کہ اسلام اور شریعت محمدی ﷺ نے آج تک جو فیصلے دئے ہیں کہ لڑکے کا حصہ بارہ آنہ اور لڑکی کا حصہ چار آنے مقرر رہوا ہے۔ مہربانی ہوگی اگر اس مسئلہ کا جواب آجائے؟

شکریہ..............محمد امین حاجی اسماعیل

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری) ''**اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيْرَاثُ فَيُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا يَبْقَى بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّا اَنْ يُجِيْزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً**''۔

لہٰذا صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین برصدق مستفتی متوفیہ عائشہ اسماعیل کے کل مال متروکہ منقولہ وغیر منقولہ کے چار حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے ۲ر حصہ لڑکے کو ملے گا اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''**يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ**'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳ر آیت میراث)

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

یکم رربیع الآخر ۱۴۳۵ھ مطابق ۲ر فروری ۲۰۱۴ء بروز اتوار

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں؟

حاجی مشرف کا انتقال ہوا، ان کے پسماندگان میں ۱/بیوی ۲/بیٹی غیر شادی شدہ اور تین لڑکے شادی شدہ موجود ہیں۔ حاجی مشرف کے ترکہ سے پسماندگان کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ تحریر فرمائیں؟ عنایت ہوگی؟

فقط والسلام

المستفتی: محمد سلیم گلشن نگر جوگیشوری ویسٹ

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری) ''اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهُ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيْرَاثُ فَيُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفْنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِيْ بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّااَنْ يُجِيْزَالْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسِّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اھ ملخصاً''

لہٰذا صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین برصدق مستفتی مرحوم مشرف کے کل مال کا آٹھواں حصہ ان کی اہلیہ کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ '' (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) بعدہٗ مابقی کل مال کے آٹھ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے ۲/۲ حصہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِ كُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ'' (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۶/اگست ۲۰۱۵ء بروز اتوار

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں؟

زید نے اپنی منکوحہ ہندہ کو تقریباً ۱۵؍سال قبل طلاق مغلظہ دے دیا۔ بعد طلاق وہ دونوں ایک ہی ساتھ رہ رہے ہیں اور آپس میں یہ دونوں اتنا جھگڑتے ہیں کہ گھر میں بچوں کا رہنا دشوار ہو گیا ہے۔ نوبت یہاں تک پہونچی ہے کہ ہندہ اپنے شوہر زید سے اس کی جائداد میں حصہ مانگ رہی ہے۔ کیا اس کا حصہ شوہر کی جائداد میں ہوتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد معروف مشتاق قلعدار

رام کرن چال بہرام باغ جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں زید کا اپنی مطلقہ ہندہ کے ساتھ بعد طلاق رہنا قطعاً حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ’’فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ‘‘ (پارہ دوم سورہ بقرہ رکوع ۱۳) اور رہا مسئلہ جائداد کا تو معلوم ہونا چاہئے کہ وراثت کا نفاذ قرابت پر ہے نہ کہ ضرورت پر۔ ہندہ جب مطلقہ ہو کر زید کے لئے اجنبیہ ہو چکی ہے تو اب ان کے درمیان کوئی قرابت نہ رہی۔ اس لئے ہندہ کو زید کی جائداد سے کچھ بھی حصہ نہ ملے گا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِىْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

مورخہ ۱۲؍شوال المکرّم ۱۴۳٦ھ مطابق ۲۹؍جولائی ۲۰۱۵ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں؟

والد صاحب کا انتقال ہو گیا، تین بچے ہیں: دو بیٹے ایک بیٹی۔ والد صاحب کی ملکیت (۱) ایک فلیٹ ممبئی میں (۲) ایک گھر سنگم نیر میں (۳) ایک گھر ناسک میں (۴) فکس ڈپوزٹ کی سات لاکھ کی رقم اور کچھ شئیر۔ والد صاحب نے اپنا ممبئی کا فلیٹ بیٹی کو دینے کی خواہش ایک پرچہ پر لکھ کر سوسائٹی کے چیئر مین کو دیدی اور میٹنگ میں بھی اعلانیہ کہہ دیا تھا تمام سوسائٹی کے ممبران اس کے گواہ ہیں اور کئی رشتہ داروں کو

بھی کہا جو کہ گواہ ہیں کہ وہ یہ فلیٹ بیٹی کو دینا چاہتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اپنی حیات میں والد نے بڑے بیٹے سے نو آبجیکشن پر دستخط کروالئے تھے، لیکن چھوٹے بیٹے نے منع کر دیا اور دوسری تمام پراپرٹی مجھے دیدے، ایسی خواہش ظاہر کی۔ اسی ذہنی دباؤ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اب بیٹا چاہتا ہے کہ بہن کو کم سے کم ملکیت ملے۔ اس لئے شریعت کا سہارا لے کر کہتا ہے کہ پوری جائداد کے ۵؍حصّے کروں گا اور بیٹی کو صرف ایک حصہ دوں گا۔ کیا مرحوم کی آخری خواہش کا احترام نہیں کیا جائے گا شریعت کے حساب سے؟ فکس ڈپوزٹ کی رقم والد نے اپنی بیٹی کے ساتھ جوائنٹ نام سے رکھی تھی، اس پر کس کا حق ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

’’اَلتَّرِکَۃُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِھَا حُقُوْقٌ اَرْبَعَۃٌ جِھَازُ الْمَیِّتِ وَدَفْنُہٗ وَالدَّیْنُ وَالْوَصِیَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ فَیُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِھَازِہٖ وَکَفَنِہٖ ثُمَّ بِالدَّیْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَایَاہُ مِنْ ثُلُثِ مَایَبْقٰی بَعْدَ الْکَفَنِ وَالدَّیْنِ اِلَّا اَنْ یُجِیْزَ الْوَرَثَۃُ اَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ یُقَسَّمُ الْبَاقِی بَیْنَ الْوَرَثَۃِ اھ ملخصاً‘‘

لہٰذا صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین برصدق مستفتی مرحوم کی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے پانچ حصّے کئے جائیں گے جس میں سے ۲/۲ حصہ لڑکوں کو ملے گا اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ’’یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ‘‘ (پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳؍آیت میراث)

فکس ڈپوزٹ کی رقم بھی اسی طرح تقسیم کی جائے گی۔ رہا مرحوم کی آخری خواہش، یہ نہ تو وصیت کے زمرہ میں آتی ہے، اس لئے کہ اس سلسلے میں مرحوم نے نہ تو کوئی وصیت نامہ تیار کیا اور نہ ہی زبانی وصیت کی اور نہ ہی ہبہ کی صورت مفہوم ہوتی ہے، اس لئے کہ ہبہ میں قبضہ شرط ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد

چہارم مصری ص۳۸۲) میں ہے: ’’لَاتَجُوْزُ هِبَةُ الْمَرِيْضِ وَلَا صَدَقَتُهُ اِلَّا مَقْبُوْضَةً فَاِذَا قُبِضَتْ جَازَتْ مِنَ الثُّلُثِ اھ‘‘

اورمرحوم نے بیٹی کو مذکورہ فلیٹ پر قبضہ تادم آخر نہیں دیا، صرف خواہش ہی خواہش رہی۔ جس کے گواہ سوسائٹی کے ممبران اور رشتہ دار حضرات ہیں۔ اس لئے وہ فلیٹ بھی ترکہ میں شامل ہوگا۔

ہاں ورثہ اگر مرحوم کی اس خواہش کا احترام بجالائیں اور بلا جبر واکراہ بیٹی کو مرحوم کی خواہش کے مطابق وہ فلیٹ دے دیں تو کوئی حرج نہیں۔ اس سے ان کے والد مرحوم کی روح ضرور خوش ہوگی، لیکن اس کے لئے دیگر ورثہ کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۶/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق یکم اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

زید کے نام ایک دوکان ہے، زید کے انتقال کے بعد کسی مصلحت کے پیش نظر وہ دوکان مرحوم کے ایک بیٹے کے نام کروالیا گیا۔ مگر دوکان اب بھی بند ہے۔ اب وہ بیٹا دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ دوکان میری ہے۔ زید کا وصال ہو چکا ہے۔ زید کی تین بیویاں تھیں جس میں سے ایک کا انتقال مرحوم کی حیات میں ہو چکا ہے۔ باقی دو بیویوں کا انتقال مرحوم کے وصال کے بعد ہوا۔ پہلی بیوی سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ دوسری بیوی سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہیں۔ تیسری بیوی سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ اب شریعت محمدیہ کے مطابق اس پراپرٹی کا بٹوارہ کیسے ہوگا؟ برائے کرم لکھ کر دیجئے؟ نوازش ہوگی۔

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔ اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت

کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری)

''اَلتَّرِكَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَرْبَعَةٌ جِهَازُ الْمَيِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُ اَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفْنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقٰى بَعْدَ الْكَفْنِ وَالدَّيْنِ اِلَّااَنْ يُجِيْزَ الْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً''

لہٰذا صورت مسئولہ میں مرحوم زید کی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے ایک سو چار حصّے کئے جائیں گے۔جس میں سے ۱۳/حصّے ان کی دونوں بیویوں کو ملے گا جو مرحوم زید کے انتقال کے وقت بقید حیات تھیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ'' (پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲) بعدہٗ ۱۴/۱۴/۱ حصے لڑکوں کو ملیں گے اور ۷/۷/حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ''(پارہ چہارم سورہ نساء رکوع ۱۳/آیت میراث)

اور وہ زوجہ جس کا انتقال مرحوم کی حیات میں ہو گیا تھا،اس کا شرعاً کوئی حصّہ نہیں ہوگا۔وارث ہی نہ رہا تو وراثت کیسی۔

نوٹ: مرحوم کے انتقال کے بعد دوکان خواہ کسی کے نام ہو بہر حال اس میں وراثت جاری ہوگی۔جس میں سارے وارثین کا حصّہ ہوگا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۵/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۰/اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

زید کا انتقال ہو چکا ہے،اس نے اپنے پیچھے تین بیٹے ، تین بیٹیاں اور بیوی چھوڑا۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع کس کا کتنا حق ہوتا ہے؟ واضح کریں؟

المستفتی: سعادت دیشمکھ، ورسوا، ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب . . . . .

میت کے ترکہ سے کل ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں ۔اول اس کے مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی ۔ پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہے۔اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری)

’’اَلتَّرِکَةُ مُتَعَلِّقَةٌ بِهَا حُقُوقٌ اَربَعَةٌ جِهَازُالْمَيِّتِ وَدَفْنُهٗ وَالدَّيْنُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ فَيُبْدَأُاَوَّلًا بِجِهَازِهٖ وَكَفَنِهٖ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَايَبْقِيْ بَعْدَ الْكَفَنِ وَالدَّيْنِ اِلَّااَنْ يُجِيْزَالْوَرَثَةُ اَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوَرَثَةِ اه ملخصاً‘‘

لہٰذا صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کے کل حال متروکہ کے ٹوٹل ۷۲/حصے کئے جائیں گے جس میں سے ۹/حصہ یعنی کل مال کا آٹھواں حصہ ان کی بیوی کو ملے گا جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:’’فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ‘‘(پارہ۴،سورہ نساء آیت میراث)اور ہر ایک لڑکے کو۱۴/۱۴/حصے اورلڑکیوں کو۷/۷/حصے ملیں گے۔جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:’’ولذکر مثل حظ الانثیین‘‘ پارہ۴،سورہ نساء آیت میراث۔جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے۔

زید ۹×۸=۷۲

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۹	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷

هٰذَامَاظَهَرَ لِيْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۵/محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات

متفرقات

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں؟
زید کی شادی ہندہ سے تقریباً تین سال پہلے ہوئی تھی ایک دو ماہ بعد ہی دونوں میں اَن بَن ہوگئی۔ ہندہ اپنے گھر لوٹ آئی۔ ہندہ آج تک اپنی ماں کے گھر پر ہی ہے۔ کچھ انتظار کے بعد جہیز کا سامان اٹھالیا تھا۔ زیور کا معاملہ الجھا تو ہندہ نے فیملی کورٹ میں کیس ڈال دیا۔ کورٹ نے زیور رسید دیکھ کر تین لاکھ روپئے اپنے یہاں ڈپوزٹ کروالئے۔ کیس چل رہا ہے۔ ہندہ الگ گھر کے مطالبہ پر جانے کو کہتی ہے۔ زید الگ گھر کے مطالبہ سے انکار کرتا ہے۔ زید داماد سگا بھتیجا ہے۔ ایسی کشمکش میں نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ ہندہ طلاق چاہتی ہے، طلاق پر بضد ہے۔ اور زید طلاق سے انکار کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کیس اٹھاؤ تو طلاق کے بارے میں سوچونگا۔ از روئے شرع کس کی غلطی ہے؟ حکم کیا ہے؟ بالتفصیل جواب عطا ہو؟ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد ہارون

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....
صورت مسئولہ میں نان ونفقہ اور سکنیٰ یہ شوہر کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ ہندہ کا مطالبہ شرعاً درست ہے۔ لہٰذا زید کو چاہئے کہ اگر وہ اپنی بیوی کے لئے الگ مکان کا انتظام کرسکتا ہے تو حسب حیثیت ضرور الگ مکان کا انتظام کرے۔

فقہ کی مشہور کتاب (القدوری ص/۱۹۱) میں ہے: ’’وَعَلَیْہِ اَنْ یُّسْکِنَھَا فِیْ دَارٍ مُفْرَدَۃٍ لَیْسَ فِیْھَا اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِہٖ اِلَّا اَنْ تَخْتَارَ ذٰلِکَ‘‘.

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ مطابق یکم/ اپریل ۲۰۱۴ء بروز جمعرات

لائق صد احترام حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

عبداللہ کے پانچ بیٹے ہیں: بکر، زید، حارث، حسن، حسین۔ بڑا لڑکا بکر ہے، اس نے اپنے پاس سے اور کچھ روپیہ دوستوں سے لے کر اور کچھ عبداللہ نے اپنے سیٹھ سے دلوایا۔ بکر کا کاروبار چلنے لگا۔ جب اس کی حالت ٹھیک ہوئی تو عبداللہ کے سیٹھ کا پیسہ واپس کر دیا اور اس نے ایک دوکان بھی بنالیا اپنے ہی کاروبار سے۔ اب سوال یہ ہے کہ بکر کی دوکان عبداللہ کی ہے یا بکر کی؟ اگر عبداللہ کی ہے تو سب لڑکوں کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ شریعت کے مطابق جواب مرحمت فرمائیں؟ کرم ہوگا۔

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

بکر نے جب عبداللہ کے سیٹھ کا پیسہ واپس کر دیا اور اس نے قبول بھی کر لیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو والد کے ذریعہ قرض حاصل کیا تھا وہ واپس ہو گیا۔ بایں صورت دوکان بکر کی ہے۔ اس میں اس کے بھائیوں اور باپ کا حصہ نہیں ہوگا۔ اگر کسی قسم کا معاہدہ آپس میں نہیں ہوا تھا تو ورنہ حسب معاہدہ باپ اور برادران سب شامل ہوں گے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

مورخہ ۱۶؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۱؍نومبر ۲۰۱۳ء بروز جمعرات

جناب مفتی صاحب السلام علیکم

مسئلہ: ضروری تحریر یہ ہے کہ ہم بہت سارے امتحانات سرکاری نوکری کے لئے دیئے ہیں۔ گذشتہ دو سال میں قریب ۲۲؍امتحانات دیئے جس میں سے صرف ایک میں اب تک کامیاب ہوئے ہیں جو کہ سرکاری بینک کا ہے۔ یہ سرکاری بینک ایس بی آئی ہے جو کہ حکومت اور عوام کا ہے۔ یہ بینک سرکار اور آر بی آئی کی نگرانی میں کام کرتا ہے۔ اس میں اور کسی کا دخل نہیں ہے۔

لٰہذا آپ سے گزارش یہ ہے کہ مسلمانوں کے اقتصادی حالات اور نوکری کی تنگی کو دیکھتے ہوئے

آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ سرکاری بینک کی نوکری کرنا مسلمانوں کے لئے اس ملک میں جائز ہے یانہیں؟

آپ کے جواب کا منتظر:
محمد عرفان مڈھ مارکیٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

واضح رہے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں اوران سے یاان کے منظّم کردہ کسی بھی ادارہ سے انتفاع اور اس کی ملازمت جائز ہے بشرطیکہ جھوٹ، غدر، فریب، دغا کے ذریعہ نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ امور کفار کے ساتھ بھی درست نہیں۔لہٰذا صورت مسئولہ میں یہاں کے کفار کی منظّم کردہ بینک کی ملازمت جائز ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۶ /ربیع الغوث ۱۴۳۴ھ مطابق ۹ /مارچ ۲۰۱۳ء بروز سنیچر

جناب علامہ مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

زید مکان ودوکان کرایہ پر دلاتا ہے اور دونوں فریق سے اپنے لئے محنتانے کے طور پر گیارہ مہینہ کے اگریمنٹ پر دلالی کی رقم وصول کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ مالک مکان اور کرایہ دار اگر اپنا اگریمنٹ دوبارہ بڑھاتے ہیں تو زید پھر سے اپنا حق مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر دس سال تک بھی ہر سال آپ لوگ اگریمنٹ کرتے ہیں تو بھی مجھے میرے دلالی کی رقم چاہئے۔ کیا ایسی صورت میں زید ہر سال دلالی کی رقم کا حقدار ہوگا یانہیں؟ کیا دلالی کی رقم ہر سال لینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں؟

فقط۔آپ کا خیر خواہ
محمد اصغر علی جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں دلالی جائز ہے سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

''دلالی جائز است لیکن پیشۂ رذیل است'' (احکام شریعت)

لہٰذا زید محنتانہ کے طور پر اول اگریمنٹ پر رقم معہود لے سکتا ہے۔ رہا ہر سال رقم کا مطالبہ یہ درست نہیں ہے۔ ہاں اگر ہر سال وہ نئے کرائے دار یا اسی پرانے کرایہ دار کے اگریمنٹ کی تجدید واحیاء اپنی محنت وکاوش سے کرتا ہے تو ضرور مستحق ہوگا۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۹/ربیع الآخر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲/مارچ ۲۰۱۳ء بروز سنیچر

جناب علامہ مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؟

لفظ اسم جلالت میں پنجتن پاک کے اسماء طیبہ نمایاں کر کے تحریر کیا گیا اور اسی کو مسجد کے باہر والی دیوار پر نمایاں کر کے لکھا جائے گا۔ کیا شرعی اعتبار سے اس میں کوئی قباحت ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں؟

فقط آپ کا خیر خواہ

نصیر الدین جوگیشوری ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں اسم جلالت کیساتھ پنجتن پاک کا نام شامل کر کے لکھا جاسکتا ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ اس کا احترام باقی رہے بے ادبی ہرگز نہ ہونے پائے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۱۹/ربیع الآخر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲/مارچ ۲۰۱۳ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں؟

زید نے مالک مکان سے ۲۰/ ہزار روپئے پر فکس ڈپوزٹ پر بغیر کرایہ کا ایک مکان لیا بچوں کو رہنے کے لئے۔ کچھ دنوں کے بعد مالک مکان نے زید سے کہا کہ یہ روم تم خرید لو۔ ہم آپ کو ایک لاکھ چالیس ہزار روپئے میں دے دیں گے۔ زید نے کہا کہ ہمارے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے۔ مالک مکان نے کہا پھر بھی کوشش کرو۔ زید تھوڑا تھوڑا مالک مکان کی ضرورت کے مطابق روپیہ دیتا گیا۔ یہانتک کہ ۱۰۰۰ا۷/ اکہتر ہزار روپیہ دیا اور ۲۰/ ہزار ڈپوزٹ ملا کر کل اکیانوے ہزار ۹۱۰۰۰ روپئے ہو گیا۔

روم کے قریب ایک مسجد ہے۔ مسجد کی ٹرسٹ نے اسی روم کو مکان مالک سے ایک لاکھ اسی ہزار روپئے میں خفیہ طور پر طے کر لیا اور پوری رقم ادا کرنے کے لئے ایک ماہ کی مدت مانگی اور ۲۰/ ہزار روپیہ بیانہ بھی دے دیا۔ جب ایک ماہ سے زیادہ قریب قریب ڈیڑھ ماہ ہو گیا تو مالک مکان نے جا کر مسجد کی ٹرسٹ سے کہا کہ اب تمہارا ۲۰/ ہزار روپیہ کا بیانہ ختم ہو گیا، روپیہ واپس نہیں کروں گا۔ پھر مسجد کی ٹرسٹ نے زید سے کہا کہ مسجد کا ۲۰/ ہزار روپیہ ڈوبنے سے بچاؤ۔ زید نے کہا کہ وہ کیسے؟ ٹرسٹ نے کہا کہ آپ کا روپیہ مکان مالک پر ۹۱۰۰۰/ ہے اور مسجد کی ٹرسٹ کے پاس ۸۹۰۰۰/ ہزار روپیہ ہے۔ یہ دونوں ملا کر ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ ہوا۔ زید نے کہا میں ملا دوں تو واپس کب کرو گے؟ مسجد کی ٹرسٹ نے کہا کہ تین مہینہ کے اندر اندر واپس کر دیں گے۔ زید نے کہا جاؤ روپئے کا اگریمنٹ بنا کر لے آؤ۔ مسجد کی ٹرسٹ بھاڑے کا اگریمنٹ بنوا کر لائی۔ مسجد کے اندر سبھی ٹرسٹیان موجود تھے۔ زید کو مسجد کی ٹرسٹ نے بلوایا اور کہا کہ اگریمنٹ پر دستخط کر دو۔ زید نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ مسجد کی ٹرسٹ نے کہا کہ یہ اگریمنٹ ہے روپئے کا۔ زید نے کہا کہ آپ لوگ وعدہ تین مہینہ کے اندر پوری رقم واپس کرنے کے لئے کئے تھے تو یہ گیارہ مہینے کا اگریمنٹ کیوں بنوا کر لائے؟ مسجد کی ٹرسٹ نے مسجد کے اندر کہا کہ کیا ہم لوگوں پر بھروسہ نہیں ہے؟ ہم لوگ جب وعدہ کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں کہ آپ کو تین مہینے کے اندر اندر پوری رقم واپس کر دیں گے اور روم تین مہینہ کے بعد خالی کرنا۔ مگر مسجد کی ٹرسٹ نے ابھی تک رقم واپس نہیں کیا۔ اگر مسجد کی ٹرسٹ اپنے وعدہ کے مطابق اس وقت رقم واپس کر دیتی تو زید اس وقت ایک لاکھ تیس ہزار یا ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ میں مکان آسانی کے ساتھ لے سکتا تھا۔ اب مکان کی قیمت چھ لاکھ سات لاکھ تک ہو گئی ہے۔ زید غریب ہے نہیں لے سکتا۔

لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں بتادیں کیا مکان مسجد کی ٹرسٹ کا ہوگا یا زید کا؟

المستفتی: محمد اکرم انصاری

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مستفسرہ میں ٹرسٹیان مسجد نے مکان مالک کے ساتھ وعدہ خلافی کیا اور زید کے ساتھ بھی وعدہ خلافی کیا۔ دھوکا اور بدعہدی سے مسجد کی ملکیت بنانا جائز نہیں ہے۔ اب مکان مالک کو چاہئے کہ ۲۰۰۰۰/ہزار روپیہ بیانے کا مسجد کی ٹرسٹ کو دے اور مابقی رقم زید سے لیکر مکان اس کے حوالے کر دے۔

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۸/رجب المرجب ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۱/جون ۲۰۱۱ء بروز سنیچر

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

(۱) زید ایک مسجد کا صدر ہے جس پر مسجد کے خادم کو مارنے کا الزام ہے۔ صدر موصوف نے مارنے کا اعتراف کیا ہے لیکن وجہ یہ بتائی کہ خادم نے چوری کی تھی۔ یوں ہی پوچھنے پر وہ انکار کرتا تھا جس پر صدر موصوف نے بطور تشدد اسکے ساتھ ایسا کیا جس پر خادم نے اپنا جرم قبول کیا اور روپیہ مسجد کو لوٹایا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صدر کا یہ عمل خادم کے ساتھ عندالشرع کیسا ہے؟ اور صدر کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

(۲) صدر مسجد پر دوسرا الزام یہ ہے کہ انہوں نے کہا ایک شخص کے قول کے جواب میں کہ اگر تم قرآن شریف اٹھا کر بھی قسم کھاؤ تو بھی میں نہیں مانوں گا۔ جب کہ صدر کا کہنا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کہا ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ مجھے آپ کی قسم کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ آپ کئی بار قسم کھا چکے ہیں اور قسم غلط ثابت ہوئی۔ ہاں اگر آپ مسجد میں ممبر پر کھڑے ہو کر قرآن کے ساتھ قسم کھالیں تو میں سب مان لوں گا۔ صدر مذکور کا جملہ کیسا ہے؟ اور عندالشرع اس پر کیا حکم ہے؟

(۳) صدر مسجد پر تیسرا الزام یہ ہے کہ وہ اکثر علماء کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے جبکہ صدر اس کا منکر

ہے اور متہم نے تہمت ثابت بھی نہیں کیا۔ اس الزام کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ متہم اور صدر کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ اور جو عالم الزام لگا کر فتویٰ حاصل کرے جس سے کسی مسلمان کی شبیہ خراب ہوئی ہو اس عالم کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

نوٹ : اُس فتویٰ کی ایک کاپی اس استفتاء کے ساتھ منسلک کی جاتی ہے جس میں سائل نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے صدر موصوف کو متہم کیا ہے، جس میں مفتی صاحب قبلہ نے تحریر کی روشنی میں فتویٰ دیا ہے کیونکہ وہ حقیقت حال سے آگاہ نہیں تھے۔

المستفتی : سلامت خان

صدر مسجد و مدرسہ غوث الوریٰ پریم نگر، گوریگاؤں ویسٹ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

(۱) مسئلہ مذکورہ میں اگر واقعی خادم نے چوری کیا تھا اور سختی کے بعد اقرار کرتے ہوئے مسجد کا پیسہ لوٹایا بھی تو صدر مسجد کا خادم کے ساتھ یہ عمل عندالشرع جائز و درست ہے اور کوئی مواخذہ صدر مذکور سے نہیں ہوگا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان بحوالہ درمختار تحریر فرماتے ہیں کہ چور کو مار پیٹ کر اقرار کرانا جائز ہے کہ یہ صورت نہ ہو تو گواہوں سے چوری کا ثبوت بہت مشکل ہے۔ (بہار شریعت ح ۹ چوری کی حد کا بیان)

(۲) برصدق مستفتی اگر واقعی شخص مذکور کی کئی قسمیں غلط ثابت ہوئی ہیں تو صدر کے اس جملہ کا کوئی مطلب نہیں اور اس طرح قسم کھانے پر اعتماد بحال نہ ہوگا۔ کیونکہ جس کے دل میں خوف خدا نہیں ہوتا وہ جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔ وہ ہر جگہ قسم کھا لے گا۔

(۳) صدر پر یہ الزام کہ وہ عالم دین کی گستاخیاں کرتا ہے اگر الزام نہیں واقعی گستاخی کرتا ہے تو عالم دین کی گستاخی ناجائز و حرام بلکہ خوف کفر ہے۔ توبہ کرے اور جس عالم کی شان میں گستاخی کی ہے ان سے معافی بھی مانگے۔ اس سلسلے میں وعیدیں قرآن و حدیث اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جسے دیکھنا ہے وہ فتاویٰ فیض الرسول و فتاویٰ رضویہ وغیرہ دیکھ سکتا ہے۔ اور اگر محض الزام ہے، افتراء و بہتان پر مبنی ہے تو کسی مسلمان پر جھوٹا الزام لگا کر فتویٰ حاصل کرنا اور عوام الناس میں رسوا کرنا سب ناجائز و حرام ہے۔

لہٰذا الزام لگانے والا جس پر الزام لگایا ہے اس سے معافی مانگے اور توبہ واستغفار کرے۔

نوٹ: منسلک فتویٰ کی کاپی جسے سائل نے غلط بیانی کے ذریعہ حاصل کی اس سلسلے میں بہتر یہ ہے کہ انہیں مفتی صاحب سے حقیقت بیانی کے ذریعہ صحیح فتویٰ حاصل کیا جائے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۳۱/ مارچ ۲۰۱۴ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

ایک شادی شدہ آدمی دوسرے کی بیوی کے ساتھ چار دن تک غائب رہا۔ بعدہٗ پولس چوکی میں حاضر ہوئے۔ دریافت طلب امر یہ کہ دونوں نے جو جرم کیا ہے اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ جواب عنایت فرمائیں؟

فقط والسلام

مشتاق احمد قادری

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں آدمی کا دوسرے کی بیوی کے ساتھ اس طرح غائب رہنا انتہائی مذموم حرکت ہے جو ناجائز وحرام ہے۔ دونوں پر علی الاعلان توبہ لازم ہے۔ جب تک توبہ نہ کرلیں تمام مسلمان مل کر ان کا بائیکاٹ کریں۔ اپنی کسی بھی تقریب میں انہیں مدعو نہ کریں۔ ہر طرح کا لین دین حقہ پانی سب بند کریں۔ ہاں اگر وہ توبہ کرلیں تو اب ان کے بائیکاٹ کی کوئی وجہ نہ رہی۔ حدیث شریف میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَه'' نیز قبولیت توبہ کے لئے مسجد میں لوٹا چٹائی رکھیں۔ مدارس میں دینی کتابیں وقف کریں۔ غرباء کو کھانا کھلائیں۔ کیونکہ مذکورہ اعمال قبولیت توبہ میں معاون ہیں۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۶/ اپریل ۲۰۱۱ء بروز منگل

محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ میں؟

عرض گزارش یہ ہے کہ میں (فرخ آرا زین العابدین سید) یہ عرض کرتی ہوں کہ میرے والد مرحوم عبدالرحیم بھابر کا انتقال یکم/اگست ۲۰۱۰ء کو ہو چکا ہے۔اور میں ان کی اکلوتی لڑکی ہوں۔میرے علاوہ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔میرے والد گھڑی بنانے کا کام کرتے تھے۔میں شادی سے پہلے نوکری کرتی ہوں اورشادی کے پہلے اپنے ماں باپ کا خرچ اٹھاتی تھی اورشادی کے بعد بھی میں یہی کرتی تھی کیونکہ یہ میرا فرض تھا۔

میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں اور میرے والد صاحب کی صرف ایک سگی بہن کلثوم بی تھی، ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ان کا انتقال میرے والد صاحب کی موجودگی میں ہو چکا ہے۔اور والد صاحب کے چچا اوران کی اولادوں کا انتقال بہت پہلے ہو چکا ہے۔اور میرے والد کے قریبی رشتہ دار نہیں ہیں۔سبھی دور کے رشتہ دار ہیں۔

میرے والدایک کرایہ کے مکان میں رہتے تھے جو کہ جمعہ مسجد ٹرسٹ کا ہے۔میری والدہ کا بھی چھ سال پہلے انتقال ہو چکا ہے۔میرے والد صاحب کی چچا زاد بہن جس کا انتقال ترپن سال پہلے ہو چکا ہے۔ان کا لڑکا بچپن سے آتا جاتا تھا۔بعد میں رہنے لگا۔ان کی فیملی بڑی تھی اس لئے یہاں رہتا ہے۔ اس کے والد کا گھر ہےاور بھائی بہن بھی ہیں۔

اب میرے والد کے مرنے کے بعداس نے مجھ سے کہا کہ اس گھر کا آدھا حصہ مجھے چاہئے۔اور میرے والد صاحب نے وصیت لکھی ہے جس کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں ہےاور نہ ہی میرے والد نے کبھی ذکر کیا۔اوروہ کہتا ہے کہ میں ان کا گودلیا بیٹا ہوں۔اور میں نے خرچ کیا ہے۔جبکہ سارا خرچ میں نے کیا ہے۔اوران کے مرنے تک ان کی خدمت میں نے کی ہے۔وصیت کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا نہ ہی میرے والد نے مجھے کبھی منہ سے کہا تھا کہ اس میں اس کا آدھا ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے بتائیں کہ شریعت کی رو سے اورقرآن شریف کے حوالے سے اس میں اس کا حق لگتا ہے یا نہیں؟

المستفتیہ: فرخ آرا زین العابدین سید

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں وہ مکان جو جامع مسجد ٹرسٹ کا ہے وہ ملکیت جامع مسجد کی ہے تو وہ میت کا ترکہ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی غیر کی ملکیت میں وصیت جاری ہوسکتی ہے۔ لہٰذا یہاں بٹوارہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پہلے ملکیت ثابت کی جائے پھر تقسیم کی صورت بیان کی جائے گی۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۳؍شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ مطابق ۳؍اکتوبر ۲۰۱۰ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

زید کا نکاح ریحانہ کے ساتھ ہوا جس سے تین بچے ہیں۔ لگ بھگ بارہ سال کے بعد ریحانہ ایک غیر مسلم کے ساتھ بھاگ گئی۔ جس کا کچھ پتہ نہیں کبھی کبھی فون کرتی ہے تو کہتی ہے کہ میں نہ طلاق لوں گی نہ تمہارے پاس آؤں گی۔ ایسی صورت میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟ حکم شرع بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: عبدالحمید خان کشمیری

ابھیجات بلڈنگ مہاڈ ممبئی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں ریحانہ زید کی طرف پلٹ آئے اور توبہ بھی کرے تو بہتر ہے اور اگر ایسا نہیں کرتی تو ایسی عورت کو طلاق دے دینا ہی بہتر ہے۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۹؍صفر المظفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۵؍جنوری ۲۰۱۰ء بروز پیر۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین مسئلہ ذیل میں؟

میری بچی حنا جس کی عمر تقریبا ۱۵؍سال ہے۔ اس سے زنا جیسا جرم سرزد ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ

سے میری برادری کے لوگ مجھے الگ کر دیئے ہیں۔ گزارش ہے کہ مجھے قرآن وحدیث کی روشنی میں رائے سے نوازیں؟ نیز میں اپنی اس بچی کا رشتہ بھی کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟

فقط والسلام

محمد اسلم

گرام سورہا، پوسٹ دلی پور، ضلع پرتاب گڑھ یوپی

الجواب هو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں حنا سخت گنہگار مستحق عذاب وعتاب ہے۔ اس کو چاہئے کہ وہ توبہ کرے، مسجد اور مدرسہ میں لوٹا چٹائی رکھوائے۔ میلاد شریف کی محفل وقرآن خوانی کرائے کہ قبولیت توبہ میں معاون ثابت ہوں۔ بعدہٗ اس طرح کا جرم نہ کرنے کا عزم بالجزم کرے۔ اب برادری کے لوگ بعد توبہ شخص مذکور فی الاستفتاء کو تمام اسلامی حقوق دیں اور اسے برادری میں ضرور شامل کر لیں کیونکہ اب بائیکاٹ کی کوئی وجہ باقی نہ رہی کہ اسے الگ کیا جائے۔

حدیث شریف میں سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَاذَنْبَ لَهٗ'' اور اب محمد اسلم اپنی بچی حنا کا کوئی مناسب رشتہ دیکھ کر اس کی شادی کر دیں۔ اور برادری کے سبھی لوگ اس کی شادی میں شریک ہوں۔ اس لئے کہ بعد توبہ اب اختلاف کی کوئی وجہ باقی نہ رہی۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۹؍شوال المکرّم ۱۴۲۹ھ مطابق ۳۰؍اکتوبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین مسئلہ ذیل میں؟

ہندہ جو غیر شادی شدہ ہے۔ ایک غیر مسلم لڑکے کے ساتھ فرار ہوگئی تھی۔ چار دن بعد پھر اپنے ماں باپ کے پاس وہ واپس آگئی۔ اب اس کے والدین اس کی شادی مسلم لڑکے کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا عندالشرع ہندہ پر کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ آپ سے پرخلوص گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی

روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فقط والسلام
محمد مسلم

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں ہندہ غیر منکوحہ کا کسی غیر مسلم لڑکے کے ساتھ فرار ہوجانا انتہائی گھناؤنا غیر شرعی عمل ہے جو ناجائز وحرام ہے۔اور اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کے عتاب وعذاب وناراضگی کا موجب ہے۔ ہندہ کو چاہئے کہ وہ توبہ واستغفار کرے۔ نیز مسجد ومدرسہ میں لوٹا وچٹائی رکھوائے۔ میلاد شریف کی محفل منعقد کرے تاکہ یہ اعمال معاون توبہ ثابت ہوں۔ بعدہ پھر اس طرح کی حرکت نہ کرنے کا عزم مصمم کرے۔ پھر ہندہ غیر منکوحہ کا اس کے والدین کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر نکاح کردیں۔(**ھٰکذافی کتبِ الفقه**)

ھٰذَامَاظَھَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۵ رشوال المکرّم ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶ راکتوبر ۲۰۰۸ء بروز اتوار

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین مسئلہ ذیل میں؟

نوری مسجد کا داخلی حصہ وہ تھا جو چوکور میں ہے۔ اور جو برآمدہ ہے اس میں ایک چھوٹا سا امام صاحب کا حجرہ تھا۔اس کے باہر میدان تھا جس میں بچے کھیلتے تھے اور پڑوس کے لوگ سائیکل وغیرہ رکھ دیتے تھے۔اب وہ حصہ مسجد میں شامل کرلیا گیا ہے۔اسی میں وضوخانہ وغیرہ ہے۔تقریباً چھ ماہ سے ضرورتاً عورتوں کا سنی اجتماع ہوتا ہے جو وضوخانہ سے ملا ہوا ہے۔اس میں پاک ناپاک عورتیں شرکت کرتی ہیں۔ ازروئے شرع عورتوں کا اس حصہ میں اجتماع نیز ایسی عورتوں کی شرکت جو پاک نہ ہوں درست ہے یا نہیں؟ جب کہ ٹرسٹ کا کہنا ہے کہ یہ حصہ پہلے مسجد میں نہ تھا۔

(۲) اسی خارج مسجد سے زینہ گیا ہے جو مسجد کے کنارے سے خارج مسجد بھی جاتا ہے تو ضرورتاً

بیان وغیرہ سننے کے لئے عورتیں وہاں سے جا کر خارج مسجد بیٹھ کر اجتماع وغیرہ سن سکتی ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ جزاک اللہ۔

المستفتی: ٹرسٹ مدرسہ فیض الرسول
نوری مسجد بھگت سنگھ نگر نمبر۲

الجواب ھو الموفق للحق والصواب.....

صورت مسئولہ میں میدان کا وہ حصہ جس میں وضوخانہ وغیرہ بنا ہوا ہے وہ فنائے مسجد ہے۔ اقتدا کے مسائل میں وہ مسجد کے حکم میں ہے اور باقی احکام مسجد کے اس پر نہیں۔ وہاں عورتوں کا آنا جانا باہتمام پردہ جائز و درست ہے۔ کیوں کہ وہ شرعاً مسجد نہیں ہے۔ اس لئے اگر مسجد میں شامل کیا ہوتا تو پھر وہاں وضوخانہ بھی نہیں ہوتا۔ البتہ مصالح مسجد میں مستعمل ہے۔ رہا حالت ناپاکی میں وہاں یعنی فنائے مسجد میں عورتوں کا آنا جانا، بیٹھنا اور اجتماع میں شریک ہونا جائز ہے۔ ''جنب اور حیض ونفاس والی کو اس میں آنا جائز'' (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۵۰) مگر احتیاط کریں تو بہتر ہے۔

اور اگر ذمہ داروں نے اس حصہ کو اصل مسجد میں داخل کرلیا ہے اور کسی وجہ سے وضوخانہ وغیرہ ابھی تک باقی رہ گیا ہے تو یقیناً اس میں حالت ناپاکی میں کسی کا بھی آنا جانا درست نہ ہوگا۔ اس میں عورتوں ہی کی کیا تخصیص، مرد حضرات پر بھی یہ پابندی عائد ہوگی۔

هٰذَامَاظَهَرَ لِیْ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَاَتَمُّ

کتبہ منظور احمد یار علوی غفرلہ القوی

۲۶/ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۷/جنوری ۲۰۱۶ء بروز جمعرات

حامل فکر رضا برکاتیہ

مظہر دین خدا برکاتیہ	پر بہار و پرضیا برکاتیہ
علم و فن فکر و نظر کی درسگاہ	ناشر دین ہدیٰ برکاتیہ
جل اٹھے حاسد و اعدا دیکھ کر	تیرا اوج و ارتقا برکاتیہ
غوث اعظم کی عطاؤں کے طفیل	فیض کا دریا بنا برکاتیہ
خواجۂ دین مبیں کا ہے کرم	جود کا چشمہ ہوا برکاتیہ
حضرت شہ برکت اللہ کی عطا	ہے تجھے حاصل سدا برکاتیہ
پاسبان مسلک احمد رضا	حامل فکر رضا برکاتیہ
سر پہ اعدا کے ہیں تیغ برق بار	پر تو کلک رضا برکاتیہ
حضرت صدیق کے انوار سے	مہر کامل ہو گیا برکاتیہ
بن گیا نگہ جلال الدین سے	با کمال و با عطا برکاتیہ
حضرت یار علی کے فیض سے	فخر ہے منظورؔ کا برکاتیہ

از: مفتی منظور احمد یار علویؔ
استاذ دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ جوگیشوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شجرۂ عالیہ قادریہ محبوبیہ یاریہ

کروں حمد پہلے اس اللہ کی
ملی جس سے توفیق حق راہ کی

طفیل اپنے ختم النبی پاک کی
نصیب اب کھلے جس سے اس خاک کی

درود ان پہ اور آل و اصحاب پر
وہ مخصوص سب ان کے احباب پر

بھلا کیوں نہ ہو ثَابِتٌ اَصْلُھَا
بجا ہے کہ ہے فِی السَّمَاءِ فَرْعُھَا

محمد ہوئے سرورِ انبیاء
علی شیر حق سرور اولیاء

مجھے نام سے پنجتن کے ہے چین
ہوئے نور دل اہل دل کے حسین

درِ بے بہا زین العابدیں
ہوئے حلقۂ عابدوں کے نگیں

محمد بہ باقر امامِ زماں
رکھا در پہ سر جن کے سب انس و جاں

ہوئے جعفر صادق ان پر سلام
ہر اک متقی اور ولی کے امام

جو موسیٰ کاظم ہوئے پھر امام
منور ہوا جن سے عالم تمام

ہوئے آٹھویں شاہ موسیٰ رضا
امام زمیں اور اہل سماء

جو معروف کرخی ہوئے فیضیاب
سری سقطی ان سے ہوئے کامیاب

جنید شہ باغ داد جلی
محمد ابو بکر شبلی ولی

ولی عبدالواحد ابن عبدالعزیز
ابوالفرح نے پائی ان سے تمیز

ہوئے شیخ ہنکاریہ بوالحسن
سعی بو سعید ان سے شیخ زمن

ہوئے پھر شہنشاہ والا مقام
تمام اولیاء جن کے در کے غلام

جگر گوشۂ خاص حسنین کے
محی الدین مقبول کونین کے

دوعالم میں ہے غوث اعظم کا نام
علیٰ جدہ اور علیہ السلام

ضیاء الدین ان سے منور ہوئے
ازاں بعد عمار رہبر ہوئے

ہوئے شیخ نجم الدین والا تبار
ملا ان سے مجدالدین کو پھر وقار

رضی الدین ان سے ہوئے اہل شاں
پھر ان سے ہوئے احمد فخر جہاں

وہ نورالدین مقبول یزداں ہیں
علی الدول یہ شاہِ سمنان ہیں

نہ محمود کا مجھ سے پوچھو کمال
ہوئے ان سے سید علی اہل جان

ہوئے خواجہ اسحٰق روشن ضمیر
اور سید محمد ہیں پھر دستگیر

محمد علی شاہ ہیں فیض بخش — محمد غیاث ان سے پھر نور بخش
حسن با محمد ہوئے شیخ دیں — و شیخ محمد ولی بالیقیں
پھر ان سے ہیں یحییٰ محمد ولی — کریں دور سب رنج اور بے کلی
کلیم اللہ ان سے ہوئے شاہ تخت — نظام الدین ان سے ہوئے اہل بخت
کمالات فخر جہاں فخر دیں — نہ پوچھو کہ ہیں کس قدر بالیقیں
ہوئے ان سے پر نور سبحان علی — بہ اسرار محرم خفی و جلی
محمد بہ احمد شہِ بے نظیر — بہر حال کونین میں دستگیر
ہوئے ان سے پر نور مستان ولی — کہ حل جن سے ہیں مشکلات دلی
پھر ہیں عبدالرحمٰن شاہ ھدیٰ — جو رہتے تھے اوپر خدا کے فدا
ہوئے پھر جو محبوب الٰہی رضا — ہمہ دم تھے مشغول ذکرِ خدا
منور ہوئے ان سے یار علی — دکھائی جنھوں نے ہے راہِ قوی
ہیں صدیق حامیِ صدق و صفا — طریقت سے آگاہ مردِ خدا
ہوئے نام پیروں کے یاں پر تمام — یہی آرزو ہے کہ روز قیام
مرے ہاتھ میں ہوئیں پیروں کا ہاتھ — اٹھوں میں قیامت میں پیروں کے ساتھ
گناہوں سے ہوں اس قدر رو سیاہ — سوا تیرے در کے کہاں ہے پناہ
بحق نبی میرے سارے گناہ — بجنش اے خدا اب نہ کر تو تباہ
بحق ہمہ پیشوائے سبیل — خطا بخش میری کثیر و قلیل
بحق ہمہ خاصگان جلیل — نہ کر دین و دنیا میں مجھ کو ذلیل
بحق ہمہ پنجتن پاک خاص — مجھے دیجئے رنج و غم سے خلاص
طفیل ان سبھوں کے بلطف عمیم — کرم کر مرے حال پر اے کریم
یہی ہے دعا جب کہ ہو اختتام — زباں پر رہے وردِ کلمہ تمام
نہ ہووے سوا اس کے پھر کچھ کلام — بحق محمد علیہ السلام
خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول
ہزاروں درود و ہزاروں سلام — بہ اصحاب و آلِ محمد ﷺ تمام

صَلّٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمُ

شجرۂ عالیہ قادریہ ختم شد